مذاہب فقہی مسلمین

تمہید:

علوم میں از لحاظ فہم وادراک آسان ترین علم علم رجال ہے جہاں غور وخوض کرنے اور عمق وگہرائی میں جانے کی ضرورت کم ہی پیش آتی ہے لیکن کسی کے بارے میں نفی واثبات میں رائے قائم کرنا انتہائی دشوار بلکہ بعض اوقات ناممکن ہوجاتا ہے خاص کر ہم جیسے علوم حوزہ میں فیل انسانوں کے لئے بدنامی کا باعث بنتا ہے یہاں تک کہ میرے بیٹے محمد باقر نے کہا یہ بہت بڑا مشکل علم ہے یہ ہر کس وناکس کے لئے میسر نہیں البتہ انہوں نے یہ بات اپنے دوست مجلسی سے لی تھی۔ غرض یہ علم مشکل اس حوالے سے ہے کہ یہاں سے گزرنے والے دودھاری تلوار سے گزرتے ہیں اگر لوگوں کو نظر میں رکھ کر رائے عامہ کا احترام کر کے تبصرہ کریں، جیسا کہ صاحب تذکرہ علماء امامیہ نے کیا ہے یہاں ایسے مؤلف انسان قہر اللہ کا نشانہ بنتے ہیں سورہ صافات ۲۳۔۲۲۔

اگر دین وشریعت کی پاسداری کا خیال رکھ کر کریں تو مردود ملت قرار پاتے ہیں کتاب عقائد ورسومات شیعہ آنے کے بعد ان کے پاسداروں نے مجھے جس طعن وتنقید کا نشانہ بنایا ہے سب جانتے ہیں اب مذاہب کے بزرگان کے بارے میں ولو تاریخی نقولات ہی پیش کریں تو امت میرے بارے میں کیا کہے گی وہ سب کو اندازہ ہے بہر حال جن بزرگوں نے مجھے نشانہ بنایا ہے میں ان کو معاف کرتا ہوں لیکن جو سلوک ورویہ انہوں نے اس دین کے ساتھ روا رکھا ہوا ہے وہ قابل معافی نہیں اس کا حساب ہونا چاہیے قارئین بھی اللہ کو حاضر وناظر سمجھ کر میرے ساتھ انصاف کریں جن ذوات کے بارے میں اب جو میں لکھ رہا ہوں وہ میری ذات کے لئے نفع ونقصان کی خاطر ہے نہ کسی مذہب کے لئے بلکہ اللہ کے دین کی خاطر ہے تنہا رضائے الٰہی کو مدنظر رکھ کر لکھتا ہوں ملت کی طرف سے جتنی بھی ناانصافی میری حیات اور ممات کے بعد روا رکھیں گے برداشت کرتا ہوں اپنا کوئی نظریہ دینے کا اہل نہیں ہوں جو اس ملت کے خاص وعام جانتے ہیں جو بات کروں گا اس کو قرآن اور سنت قطعیہ سے ناپ تول کروں گا۔

کتاب مذاہب مسلمین ہمارے معاصر علماء ودانشواران کو ناگوار گزرے گی کیونکہ انھوں نے اللہ کی کتاب قرآن اور سنت رسولؐ کو وراءظہر کر کے اوّل وآخر سب مجتہدین کو گردانا ہے، ان سے اوپر دین کو لیجانے کے لئے تیار ہی نہیں بعض اچھے خاصے پڑھے لکھے روشن خیالوں کا یہ کہنا ہے ہمارے تمام اعمال کے ذمہ دار ہمارے علماء ومجتہدین ہیں وہ جانیں اللہ جانے ان بے چاروں کو یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ اپنے اعمال کو ان کے ذمہ کس دلیل ومنطق کے تحت کرتے ہیں اس کا کوئی جواب نہیں ہے بعض کا یہ بھی کہنا ہے ہم نے تو دین بھی انہی سے لیا ہے یہ جملہ کفر نعمت کے ساتھ کفر والحاد ہے گویا یہ کہنے والا مسلمان نہیں یہی لوگ کبھی کہتے ہیں حجت آنے والی ہے۔ قیامت کے دن پتہ چلے گا کہ اس کی سند انھوں نے کہاں سے لی ہے بعض اہل فکر ودانش جو مسائل کو سمجھنا چاہیں گے شاید ان کیلئے یہ کتاب غیر واضح رہے ان کو

عرض ہے اس کتاب کے مضامین کو سمجھنے کیلئے ہماری دو اور کتابیں پڑھنا ضروری ہیں ایک کتاب ''اجتہاد و تقلید اور تجدید کا آغاز و انجام'' ہے مجتہدین کی سند اور اجتہاد و تقلید کا انجام صحیح نہیں ہے جتنا یہ لوگ سوچتے ہیں، دوسری کتاب ''تفسیر موضوعی احکام قرآنیہ'' ہے اس کتاب کو پڑھنے کے بعد پتہ چلے گا انہوں نے کہاں کہاں ڈنڈی ماری ہے آپ کے علماء و مجتہدین نے آپ کو توضیح المسائل دے کر آپ سے قرآن چھینا ہے یہ مسائل اللہ کی کتاب کے خلاف ہیں تیسری کتاب دراسات فی الفرق والمذاہب ہے اس میں فرقوں کو ان کے عقائد کے حوالے سے اٹھایا گیا ہے اس وقت ہم میں سے ہر ایک دوسرے فرقے کو قصور وار ٹھہرا رہا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام مذاہب ایک مخفی گروہ کے اختراع کردہ ہیں اس کا جو بھی نام رکھیں آپ کی صوابدید ہے۔

دیدگاہ:

مذاہب فقہی مسلمین کی وجہ سے بہت سے محرم و غیر محرم فقہ کے علاوہ غیر مسلمین نے بھی مسلمانوں کو طعن وقدح کا نشانہ بنایا ہے کہ یہ کونسا دین ہے کہ جس کے پیروکاران کا کہنا ہے کہ ان کا اللہ ایک، نبی ایک، کتاب ایک اسکے باوجود وہ اتنے مذاہب وفرق میں بٹ گئے ہیں ان کا سوال یہ ہے کہ مذہبیات میں اختلافات کو عمل مستحسن و مرغوب سمجھا جاتا ہے یا عمل مقدوح و مردود و منفور سمجھا جاتا ہے اس کو عمل مستحسن و مرغوب تو کوئی قرار نہیں دے سکتا ہے تو یہ عمل مقدوح و مطعون و منفور ہی قرار پائے گا اس صورت میں اور بھی سوالات جنم لے سکتے ہیں اگر یہ اختلافات اپنی جگہ قابل حل ہیں تو حل کیوں نہیں کرتے عرصے سے کاوشوں کے باوجود یہ حل ہوتے نظر نہیں آتے ہیں ایسا کیوں ہے اس کے حل کے لئے ہمت کر کے اٹھتے کیوں نہیں اگر یہ نا قابل حل ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ایسی نا قابل حل مشکل جسے ختم نہیں کر سکتے یہ کس نے ایجاد کی ہے؟ وہ جن وملک تو نہیں ہیں اللہ بھی نہیں ہے ہم جیسے انسان ہی ہونگے شاید یہ اختلافات انہی مذاہب کا جزء لاینفک ہیں تو بعض داعیان اتحاد و اصلاح طلب بقول فارسی کس کے سر پر کلاہ رکھنا چاہتے ہیں ان اختلافات نے اس مذہب کے اندر سے جنم لیا ہے؟ تو اس میں نطفہ اختلاف کس نے چھوڑا ہے ان کو تلاش کرنا چاہیے؟ ان سوالات کے جواب میں اس مذہب کے محرم راز والوں کا کہنا ہے یہ گھر کا مسئلہ ہے اس کو گھر میں رکھیں اس کو نہ اچھالیں؟ باہر والوں کو پتہ چلے گا طعنہ دیں گے اگر اس کو غیر محرم اٹھائیں تو کہیں گے تم کون ہوتے ہو، یہ اس طرح آنکھ مچولی کھیلتے ہیں۔

مذاہب فقہی مسلمین کے بارے میں لکھنا ہم جیسوں کے لئے حوزات و مدارس کے اساتید غلاۃ کے نزدیک شجرہ منہی عنہ کے مانند ہے وہ ہمارے بارے میں اس آیت سے اقتباس پیش کرتے ہیں سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۵ پیش کرتے ہیں ﴿ وَ لا تَقْرَبا هذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونا مِنَ الظَّالِمينَ ﴾

مذاہب فقہی مسلمین پر کتابچہ دیکھتے ہی آپ فرمائیں گے شرف الدین اور فقہ میں کونسا رشتہ ہے وہ فقہ کی الف با بھی نہیں جانتے ہیں ''ان فلانا لا يعرف من الفقه شيئا قليلا''.

کسی نے آغائے رئیسی سلمہ سے سنا تھا کہ شرف الدین علم فقہ نہیں جانتا ہے۔ اگر میں نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں فقہی مسائل میں فقیہ ہوں تو آپ فرما سکتے ہیں کہ شرف الدین فقہ نہیں جانتا ہے لیکن پھر بھی میں اس کی تصدیق کرتا ہوں آپ نے درست فرمایا کہ میں فقہ نہیں جانتا ہوں۔ نہ جاننے والوں کو حکم قرآن ہے کہ جاننے والوں سے پوچھیں لہٰذا مجھے یہ حق حاصل ہے کہ جس فقہ پر آپ کو ناز ہے اس کے سلسلہ نسب وحسب کو آپ سے جاننا چاہتا ہوں کیونکہ جو نسب آپ نے دیا ہے وہ مشکوک ہے آپ کی موجودہ فقہ کا رشتہ امام جعفر صادق سے ثابت نہیں ہے کیونکہ امام صادق نے از خود کوئی کتاب فقہ نہیں چھوڑی ہے جن لوگوں نے اپنی خود ساختہ فقہ کو امام جعفر صادق سے منسوب کیا ہے وہ اپنی جگہ ہر حوالے سے مشکوک ہے ان کا امام صادق کے ساتھ بالمشافہ ایک عرصہ گزارا ہو تاریخ میں نہیں ملتا ہے نہ قرائن وشواہد ملتے ہیں نیز یہ لوگ عقائد فاسدہ رکھنے والے تھے اس کے علاوہ علماء رجال شیعہ نے بھی ان پر انگلیاں رکھی ہیں انہیں متنازعہ قرار دیا ہے لہٰذا اگر ایسی فقہ کو کوئی نہ جانے تو چنداں معیوب یا نقص نہیں سمجھا جائے گا۔

<u>بلیٰ جد و اجاد صدق و اصدق شیختنا الجلیل و لا مانع لی من ان اعترف ما قال فضیلته و انی اصرح و اصدقه انی لا اعلم الفقه القواعد الاحکام الحلی و فقه الکراکی و فعه الموسوعه مرواریده و فقه الجواهر ۔فقہ الذی قوامہ علی اجماعات بلا اجماع وقیاسات علی غیر القیاسات وروایات مرسلات غیر مستندات ۔ان ھذا لا یستند بل لا یمت بکتاب اللہ وسنت رسول اللہ۔</u>

<u>هل الفقه هی الاساس الاول لکل العلوم ۔فکل العلوم عائل علیه فکل من لا یعلم الفقه لا قیمه لعلوم الاخر</u>" کہتے ہیں کہ جس کے پاس فقہ نہیں اس کے باقی علوم کی کوئی قیمت وارزش نہیں ہے؟

نیز مجھے اس امتحان وآزمائش کی گھڑی میں غیر متوقع غیر مترقب ہمز ولمز کا نشانہ بنانے والوں نے یہ ڈھنڈورا پیٹ رکھا ہے کہ آیت اللہ رئیسی نے شرف الدین سے مذاکرات کرنے کے لئے اجازت مانگی تھی انہیں اجازت نہیں دی گئی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علماء وعمائدین قوم آغائے جعفری ونجفی ونقوی ودیگر عمائدین کی تمام تر کاوش یہ ہے کہ اس مسئلہ کو دبا کر رکھنے میں ہی مصلحت ہے۔ ان کتابوں کے محتویات ان کے خطوط اور سوالات کے جواب نہ دینا ہی بہتر ہے اس کو جواب دینے کا اہل ہی نہ سمجھیں بقول جناب یوسف عابدی کے جوانہوں نے میرے آپ کے معتقدات واساس کے متعلق سوالات کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان سوالات میں کچھ بھی نہیں ہے۔

نجی محافل میں تشویش جاری ہے شاید یہاں اسکالرشپ پر پڑھنے والوں اور چہرہ وزبان نفاق چلانے والوں کو میری کتابوں نے پریشان کر کے رکھا ہے آخر ان کتابوں کی رد میں کیوں نہیں لکھتے ہیں: کراچی اور بلتستان کے علماء سے مایوس ہونے کے بعد ان کی امید اور سہارا حوزات علمیہ نجف وقم سے بندھا ہوا ہے کراچی کے قرمطیوں کے مرکزی عمائدین نے یہاں ضد اسلام سرگرمیوں کے ساتھ بھرپور سعی وکوشش کی تھی کہ آغائے مرتضیٰ زیدی اور آغائے آیت اللہ

رئیسی کو میرے پاس لا کر مجھے محکوم کریں لیکن دونوں نے مصلحت و دور اندیشی اس میں دیکھی کہ ہم سے دور ہی رہیں بلکہ دوسروں کو بھی یہی ہدایت کریں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے علم کو میرے علوم کے مقابلہ میں ناچیز دیکھا ہو، ایسا نہیں ہے بلکہ ہم ان کے مقابل میں ناچیز ہیں لیکن انہوں نے اپنے تمام تر کمالات کو مصور کی مانند اپنے مذہب کو دیکھا تو معلوم ہوا اس مذہب کے ساتھ ہم شرکت نہیں کر سکتے آغائے مرتضیٰ زیدی کو چندین بار شرمندگی اٹھانی پڑی ہے ظہور امام زمانہ کی خوش خبری امام زمانہ کے لشکر کیلئے خصوصی کالونی کی تعمیر کے باوجود ابھی دور دور تک ظہور کے آثار نظر نہیں آتے۔ آیت اللہ کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ شیعہ عمائدین نے حضرت علی کے امام منصوص من اللہ ہونے کے بارے میں جن آیات سے استناد کرنے سے ہاتھ اٹھایا ہے ان آیات کے سیاق وسباق اور معانی کا امامت سے دور کا رشتہ بھی نظر نہیں آتا لیکن آیت اللہ رئیسی کی کتاب فلسفہ امامت میں ساتویں صدی کو پیش ہونے والی آیات متشابہات در متشابہات کو منصوص کہہ کر پیش کیا ہے۔

آغائے رئیسی صاحب ابھی بھی ہمارے گھر میں جس وقت بھی تشریف لائیں ہم آپ کے استقبال کے لئے تیار ہیں ان سے بدتہذیبی و بدتمیزی و زور گوئی کی توقع تو دور کی بات ہے وہ اپنے معتقدات کو بھی واضح و واشگاف الفاظ میں پیش کرنے سے قاصر ہیں ان کی حجت قاطعہ نقول اقوال علماء یا تشکیک سے اوپر نہیں جاتی ہے اگر کوئی علمی و تحقیقی دلائل پیش کرتے اور ہمارے اشتباہات کی اصلاح کرتے تو ہمارے لئے باعث نعمت وہدایت ہوتی ان کی زبان سے اصلاح قبول کرنا میرے لئے باعث تحقیر وسبکی بھی نہیں ہے وہ شریف النفس ہیں لیکن مجھ پر غصہ نہ اترنے کا واحد سبب آپ اور آغائے سید جواد نقوی کی ذاکری ہے اور رلانے کی خاطر بولنے والی بے بنیاد کہانیاں ہیں جوان کو مہنگی پڑی ہیں۔ میں نے اتنا ضروری سمجھا کہ کہیں میرے بعد میری قرآن کریم اور سنت و سیرت حضرت محمدؐ کو اٹھانے والی کاوشوں پر ان کے غم وغصہ کا گرد وغبار نہ لگے جو کہ میری زندگی کا سرمایہ نجات اور آخرت کا توشہ ہیں، میں اپنے مرنے کے بعد ان دنیا والوں سے عزت ومسرت کا طالب وامیدوار ہوں اور نہ ملامتوں اور لعنتوں سے پریشان ہوں میں اپنے عمل کے ساتھ محشور ہونگا میں نے اپنے عمل سے قرآن ومحمدؐ کے راستے سے کباڑ کو اپنے عمامہ وقبا اور عزت وابرو سے جھاڑو کیا ہے۔

علماء بلتستان واسکالرشپ آغاخان پر پڑھنے والوں نے اپنی عجز وناتوانی کو چھپانے کے لئے ایک طرف سے کتابوں پر پابندی لگائی دوسری طرف سے بے اعتنائی برتی تو بعض رمق غیرت مذہبی کے حامل دانشوروں نے مسئلہ کو حوزہ علمیہ قم کے افاضل وارشد تک پہنچایا۔ ہمارے عزیز رشتہ دار آغائے مرتضیٰ سلمہ نے بتایا کہ آغائے رئیسی نے آپ سے بحث کرنے کے لئے اجازت مانگی تھی تو آپ نے اجازت نہیں دی تھی۔ حوزہ علمیہ کے ارشدوں کے پاس بھی اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ اس کو کسی بھی حالت میں نہیں کھولا جائے بلکہ اس کو ٹالتے ہی رہنا چاہیے یہ ان کی نقص

علمی نہیں نہ ہماری کوئی اس میں قابلیت ہے حقیقت اور واقعیت یہ ہے کہ آپ حضرات نے علم دین کے نام سے دین کو کنارے پر لگانے والے علم میں مہارت حاصل کی ہے۔

۲۔آپ ان مولانا حضرات میں سے نہیں ہیں جو یہاں آ کر جھگڑا وفساد و بدزبانی کرتے تو میں کس بنیاد پر آپ کی آمد کو ناپسند کرتا۔

۳۔میں جس دین سے دفاع کر رہا ہوں وہ دین اللہ ہے نبی کریم محمدؐ کی رسالت کی دلیل قرآن کریم ہے قرآن نے اپنے دلائل میں غنی ہونے کی وجہ سے جن وبشر، کافر وملحد، لجوج ومجادل سب کو تحدی کیا ہے میں الحمدللہ اس قرآن سے مسلح ہوں جبکہ آپ کے پاس غرور آور تکبر آور خودنما علم صرف ونحو اور اصول فقہ ہے اس کے حاملان ہمیشہ مغرور اور علم فروش نکلے ہیں۔اس وجہ سے آپ کا اپنے مذہب سے دفاع کرنے کے لئے ہاتھ خالی ہے جن آیات سے آپ اپنی اساس ثابت کرنے کیلئے سعی لاحاصل کرتے رہتے ہیں ان آیات میں موجود حرف، فعل، اسم، جملہ فعلیہ واسمیہ کوئی بھی حضرت علی کی امامت کی طرف اشارہ تک نہیں کرتے لہٰذا اس مذہب کے بہت سے عمائدین نے اس سے ہاتھ اٹھایا ہے لیکن آپ کو اس کا بھی پتہ نہیں بہت سے علماء نے ان آیات سے استدلال کرنا چھوڑا ہے یہ آپ کے لئے زبان ترکی جیسا ہے ہاں آپ جو حدیث فروش، حدیث ساخت راویوں کی غیر مربوط جعلی روایات سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اگر ان روایات کے راویوں کی وضاحت سامنے لائیں گے تو آپ کو چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی تو میں آپ کے آنے سے کیوں خوفزدہ ہو جاؤں میں ابھی بھی آپ کو دعوت دیتا ہوں آپ تشریف لائیں آپ سے کوئی ڈر نہیں لیکن بدتہذیب، بدادب سینے کینہ وحقد سے بھرے شاگردوں اور مقلدین کو ساتھ نہیں لائیں۔

آغائے رئیسی اور ان کے معاصرین حوزہ کو ایسے علوم پر غرور وناز ہے جو تاریخ علوم میں علم فروشی، خیانتکاری جفاکاری اور خلف وعدہ میں ابتکاری کا کردار رکھتے ہیں جنہوں نے ہمیشہ عوام الناس اور اپنے شاگردوں کو عترت واہل بیت کے نام سے سالوں سال سے اغواء کر کے آخر میں قرآن اور سنت سے بے بہرہ خالی ذہن بلکہ مخالف قرآن بنا کر فارغ کیا ہے قرآن وسنت رسولؐ چھوڑ کر سنت وسیرت واصل بن عطاء، عمر بن عبدابراہیم یسار عثمان کی سیرت پر چلے ہیں اتباع نص اللہ ورسولؐ کے دعویٰ کو فراموش کر کے اجماع اور قیاس واستحسان کو اپنا شعار بنایا ہے ان دونوں میں ذکر اللہ اور ذکر قیامت کا نام ہی نہیں آتا ہے ان کے مقاصد شرع مقاصد حیات ''ان هی الا حیاتنا الدنیا'' ہے لہٰذا ان کے لئے اپنے عقیدہ کے مخالف کا مال حلال ہے ان کے مال ان کے لئے حکم غنائم رکھتے ہیں لہٰذا ہماری کتابوں کو چھاپ کر کماتے ہیں اور ان کو ان کے نام نہاد مدارس نے یہی پڑھایا ہے۔قم سے اعزام ہو کر آنے والے، ووٹ پی پی کو دینے کا حکم لے کر آتے ہیں یہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ دوسروں کے املاک کو نقصان پہنچانے والوں کا کیا ہوگا۔

آپ حضرات نے علم صرف ونحو اور اصول فقہ ومنطق میں غواصی کر کے جو گراں قدر قیمت موتی نکالے ہیں وہ

بازار علوم میں شاید خرید وفروخت ہو جائیں لیکن دین وشریعت کے رائج ماحول میں دین وشریعت کے ناظرین ومبصرین ان علوم کو اسلام کے خلاف مذموم عزائم یا مجہول الحال افراد کی اختراع سمجھتے ہیں بلکہ بعض یہ خدشہ بھی ظاہر کرتے ہیں یہ علوم قرآن اور سنت محمدؐ کو کنارے پر لگانے کیلئے وضع کئے گئے ہیں اسی طرح عصر حاضر میں بھی ان علوم کو پڑھنے والوں نے ابھی تک کسی مسئلہ پر بطور قاطع کسی مسئلہ کو واضح کیا ہو نہ سنا ہے نہ دیکھا ہے بلکہ دین میں تشکیک پیدا کرنے کا کردار ادا کیا ہے مدارس ومساجد بے رونق یا مشکوک ہو رہے ہیں۔ یہ اب معاشرے کو کفر والحادیات سے بھرنے کے بعد راہ نجات مانگتے ہیں خاص کر وہ لوگ جو دین کے نام سے بے دینی کی ترویج واشاعت کے لئے حوزہ علمیہ قم سے یہاں بے نظیر، زرداری، گیلانی یا پی پی کے ووٹ بنانے کے لئے آتے ہیں۔

ا۔علماء سے مایوس ہونے کے بعد آغائے رئیسی کو اٹھانا چاہا وہ بھی نہیں اٹھے تو ان کے مریدین نے کہا کہ انہیں اجازت نہیں ملی ہے یہاں آپ سے سوال ہے کیا اس سلسلہ میں آپ کے پاس کوئی سند موجود ہے کہ آپ نے کوئی تحریر یا کوئی شخص میرے پاس بھیجا تھا آپ تو ان دوست واحباب میں سے تھے جو بغیر اطلاع دروازہ کھٹکھٹاتے تھے۔

بہت سی شقوق فقہی بلکہ قواعد واصول فقہ صریح آیات محکمات سے متصادم ہیں اس کتاب میں ان سے پردہ ہٹائیں گے۔ اسلام رسالہ عالمیۃ ہے ''دینیہ تھدف الی سعادۃ الانسان والانسانیہ'' یہ رسالت اپنی جگہ عناصر ثلاثہ رکھتی ہے اعتقادیات، شرعیات اور اخلاقیات سے مرکب ہے ہر ایک کا اثر وافادیت دوسرے پر متوقف ہے عقائد کی افادیت شریعت پر ہے شریعت کا استحکام نفاذ عقائد پر متوقف ہے ورنہ شریعت بے فائدہ بن جائے گی شریعت کا اثر وافادیت اخلاقیات پر متوقف ہے اخلاقیات بدون شریعت اخلاقیات یورپی ومسیحی مانند ہوں گے شریعت کے بغیر عقائد قوانین وضعیہ تہوارات چین وجاپان وہندوستان جیسے ہوں گے۔

تعریف فقہ میں ہم نے تکرار سے لکھا ہے انسان دانشمند کوئی بھی علمی موضوع کو پڑھتے وقت لفظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں رشتہ کے جوڑ کو دیکھتے ہیں کہ آپس میں کوئی ربط ہے یا نہیں مثلاً فقہ کے لغوی معنی کسی چیز کو دقت وباریکی اور گہرائی میں پڑھنے اور سمجھنے کے ہیں اصطلاحی معنی میں ہے افعال مکلفین کو شخص فقیہ بغیر کسی استقراء آیات قرآن اور بغیر تحقیق اسناد وثبوت کے اور گہرائی وعمق میں جائے بغیر روایات مرسلہ روایات ضعیفہ، اپنے قیاسات اور ادراکات علماء کے اجتماعات ومنقولات کو بنیاد بنا کر بیان احکام کرنے کو فقہ کہا جاتا ہے اتفاقات کی روشنی میں، اب دیکھتے ہیں اس میں کتنی دقت وباریکی وگہرائی پائی جاتی ہے اب تو ان میں بھی غور وخوض کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے کتاب فقہ اٹھا کر دیکھنا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہا حنفی کیا کہتے ہیں یا جعفری کیا کہتے ہیں جس طرح دنیا کی رائج عدالتوں میں کسی عدالت کے حکم کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔

کتاب دراسات فی الفرق والمذاہب میں تفصیل سے بیان ہوا ہے تفصیل کے طالب وہاں رجوع کریں

یہاں صرف یہ بتانا یا وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کلمہ مذہب، شریعت اور قانون تینوں الگ الگ کلمات ہیں جوا مت اسلامی کے اجتماعی وسیاسی واقتصادی نظام کے لئے وضع ہوئے ہیں۔

لہٰذا ضروری ہے کہ حسب سنت جاریہ سابقہ یہاں بھی کلمہ فقہ اوراس کے مترادف کلمات شریعت اور قانون کے معانی لغوی اور اصطلاحی معانی کی وضاحت کروں پہلے کلمہ شریعت فقہ اور قانون کے معانی اور مصادر بیان کرتے ہیں۔

؟؟؟؟؟؟؟؟

حمد وثناء اس ذات کے لئے مخصوص وسزاوار ہے جس نے نوح نبی سے لے کر خاتم النبیینؐ تک ایک شریعت کی طرف ہدایت ورہنمائی فرمائی ہے نیز اس شریعت سے انحراف کر کے کسی اور کے وضع کردہ نظام کو اپنانے سے منع فرمایا جس کی وجہ سے تمام مشکلات اور نامساعد حالات میں بھی صداق وصراحت کی خصلت نصیب ہوئی مذاہب کی دلدل و چنگل کے جنجال سے نکال کر دروغ گوئی وافتراء پردازی جیسے شرم آور مفاضل سے دور رکھا اسی وجہ سے سب سے عظیم رسالت، رسالت قرآن کے داعی رسولؐ کی پیروی کرنے والوں میں قرار دی ہے حاضر کتاب میں شریعت اسلای پر لگائے گئے پیوند مذہب کے پردہ کو ہٹانے قوانین وضعی کے شرانگیز عزائم ومنویات جو کہ امت انبیاء وامت محمدؐ کے لئے ناسور ہیں ان کو کشف نقاب کرنا ہے۔

مذاہب فقہی کے بارے میں شکوک وشبہات جنم دینے کے اسباب:

۱۔قرآن کریم جسے اللہ نے اصرار وتکرار سے فرمایا ہے یہ واضح کتاب ہے اس کو ظنی الدلالہ کہا ہے۔

۲۔قرآن کی آیات میں ہر مسئلے کا حکم بیان کیا ہے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے فقہاء کہتے ہیں قرآن میں تمام احکام نہیں ہیں۔

۳۔سنت رسولؐ جو کہ نص آیات قرآن کے تحت مصدر ومرجع شریعت ہے اس میں سنت وسیرت واتباع اصحاب واہل بیت کو بھی حجت گردانا ہے جو کہ اپنی جگہ ادخال حکم غیر اللہ ہے۔

۴۔مصادر احکام میں اجماع کو بھی شامل کیا خود اجماع مصدر ہونے کی کیا دلیل ہے۔

ا۔ اجماع کی تعریف پر اجماع نہیں۔

ب۔ کہیں کسی زمانے میں علماء نے کسی مسئلہ پر اجماع کیا ہو تاریخ میں نہیں آیا ہے۔

پ۔ اجماع کس کا ہے عوام کا ہے خواص کا ہے ان دونوں کے درمیان کے لوگوں کا ہے ماضی کے علماء کا ہے حاضر علماء کا ہے واضح نہیں۔

ت۔ اجماع حجت ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

۵۔معانی کلمات قرآن کی تبیین وتفسیر کو علماء پر توقف خلاف ومتصادم کلمہ فقہ ہے۔

علماء جن سے آپ نے فقہ یا تفسیر قرآن لی ہے وہ ماہرین واختصاصین لغت نہیں تھے ان کی تفاسیر ہمارے لئے رہنما ہوسکتی ہیں لیکن وہ حجت نہیں ہوسکتی ہیں جو ہمارے پاس کتب لغت موجود ہیں ان کتب لغت میں بھی تحریفات ہوئی ہیں لغت میں بھی فقہ کی ضرورت تحقیق ہے۔

۶۔علماء حدیث نے جن احادیث کو حجت گردانا ہے وہ ہمارے لئے حجت ہیں تو یہ تقلید ہوئی، یہ فقہ نہیں ہوئی کیونکہ آپ گہرائی میں نہیں گئے ہیں آپ نے دوبارہ انہی احادیث کو مصدر احکام قرار دیا ہے۔

ان فقہاء نے تکرار سے کہا ہے کہ ہمارا مصدر قرآن وسنت ہے جبکہ میدان بیان احکام میں استناد بہ قرآن وسنت نہ ہونے کے برابر ہے۔

ا۔انہوں نے کہا قرآن وسنت ایک نظام کامل واتم نہیں ہے بلکہ بہت سی جگہ خالی ہے جس کو ہم نے پر کرنا ہے جبکہ سورہ مائدہ اور دیگر سوروں میں وارد آیات اس فکر کو قرآن کے خلاف تہمت وافتراء قرار دیتی ہیں نیز نبی کریمؐ نے حجۃ الوداع پر اعلان کیا ہے کہ ہم نے ہر چیز کا حکم بیان کیا ہے۔

ب۔انہوں نے کہا قرآن ظنی الدلالہ ہے جبکہ قرآن نے اصرار وتکرار کے ساتھ بغیر کسی اجمال وافہام کے کہا ہے کہ یہ ایک واضح وروشن تابناک ودرخشاں کتاب ہے۔

پ۔قرآن میں صرف نبی کریمؐ کی سنت کو حجت قرار دیا گیا ہے جبکہ انہوں نے اتباع اہل بیت واصحاب حتیٰ علماء وفقہاء کے احکام کو بھی حجت گردانا ہے۔

ت۔فقہاء نے مصادر دین میں تیسرا مصدر اجماع علماء کو بھی گردانا ہے جبکہ اجماع کے وقوع، اجماع کنندوں کی تشخیص اور ان کا اجماع ہونا سب بلادلیل ہے ان میں سے کوئی چیز بھی قابل اثبات نہیں ہے امت کا اجماع تو چھوڑیں فرقے کا اجماع قابل اثبات نہیں ہے۔

ٹ۔قرآن کریم عربی ہے لسان قریش میں نازل ہوا ہے قرآن فہمی کے لئے پہلا مرحلہ کلمات کے لغوی معنیٰ کا فہم ہے جو لغات قدیم میں بیان ہوئے ہیں جبکہ انہوں نے فہم قرآن کو تفسیر اسلاف سے مربوط کیا ہے اسلاف نے موافقت فقہی میں تفسیر کی ہے۔

ج۔قرآن خود واضح کتاب ہے انہوں نے قرآن کی تفسیر کو ایسی روایات سے جوڑا ہے جو اپنی جگہ آیات سے اجنبی ہیں۔تاریخ ایک اہم اور مفید علم ہے خاص کر قوموں کے عروج وزوال جاننے کے خواہشمندوں کے لئے ہے بشرطیکہ اسے اس کے مقررہ اصول کے تحت پڑھیں کتاب دراسات فی التاریخ اسلامی اس سلسلہ کی ایک ناقص کوشش ہے۔مذاہب ایک طوق گردن ہے جسے اقوام وملل کے دشمنوں نے اپنے دشمنوں کی گردن میں ہار کہہ کر پہنایا یہ ہار پہننے والے کبھی اپنے گھٹنے پر کھڑے نہیں ہوئے اور آئندہ بھی نہیں ہونگے مذہب وہ راستہ ہے جو جادۂ مستقیم سے نکلنے کے لئے

بنایا ہے جو کسی بھی وقت منزل سے قریب نہیں کرتے ہیں یہ ایک تاریک تہہ خانہ ہے جہاں اغواء بلا تاوان اور حبس بلا رہا ئی والوں کو رکھا جاتا ہے۔

شریعت۔فقہ۔قانون:

یہ تین کلمات مترادف ہیں ایک ہی معنی رکھتے ہیں یا آپس میں اختلاف رکھتے ہیں اگر ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو اختلاف کس حد تک ہے یہ تینوں الفاظ ہر ایک دوسرے سے مختلف ہیں ان کے معانی بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

شریعت،فقہ،قانون یہ تین عنوانات اصطلاح مناطقہ کے تحت آپس میں ایک دوسرے سے مربوط چیز ہیں تینوں کی برگشت انسانوں کی حرکات وسکنات وتصرفات کو نظم وضبط میں رکھنا ہے جبکہ آپس میں ربط وضبط کے لحاظ سے ہر ایک کے ماخذ ومصادر مختلف ہیں ہر ایک دوسرے سے مربوط ہونے کے حوالے سے تینوں کا محور معاشرہ انسانی کو ہرج ومرج اور تعدی وتجاوز کرنے سے روکنا ہے یہ تینوں اسے کنٹرول کرنے کے داعی ہیں فقہ اسلامی اور قانون وضعی دونوں کا کہنا ہے اس وقت بشریت کو درپیش مسائل حل کرنے میں شریعت اسلام قاصر ونا کافی ہے' نئی ایجادات اور تغیرات و تبدلات نے شریعت کو قاصر وعاجز کیا ہے۔

لہٰذا اجتہاد کو اس میں شریک وسہیم قرار دینا ضروری ہے فقہ اسلامی کا یہ بھی کہنا ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی بشر کے بنائے ہوئے قانون وضعی کو اپنائیں جبکہ قانون وضعی والوں کا کہنا ہے شریعت اسلام اپنی اصل حالت میں معاشرے میں قابل تطبیق نہیں ہے۔فقہ اسلامی بھی اپنی ساخت اور مصدریت کے حوالے سے بشری ساخت کی حامل ہے فرق اتنا ہے وہ تقریباً شریعت اسلام جیسی پرانی ہے کیونکہ فقہ اسلامی شریعت سے ایک سو سال بعد کی ہے جبکہ ہمارا قانون تازہ ہے فی زمانہ تمام تقاضوں کو سامنے رکھ کر بنایا گیا ہے' یہاں ان تینوں کے مدعی کا تجزیہ کرنا ہے پہلے مرحلہ میں تینوں کی تعریف دیکھنی ہے تعریف کے بعد ہر ایک کے مصادر ومنابع اور قدرت کو دیکھنا ہے ان میں سے کون قدرت علمی قدرت قانون سازی رکھتا ہے' اور کس میں صلاحیت قیادت ہے آیئے پہلے تعریف کی طرف آتے ہیں۔

ا۔تعریف شریعت

کلمہ شریعت لغت عرب میں کسی چیز کی ابتداء کے لئے استعمال ہوتا ہے بقول شرع فلاں نے فلاں کام شروع کیا ہے شریعت اس جگہ کو بھی کہتے ہیں جہاں لوگ پانی لینے کیلئے جمع ہوتے ہیں۔جمع ہونے کے علاوہ جہاں پانی ہوتا ہو اس جگہ کو کہتے ہیں۔

۲۔شریعت کے لفظ کو وضاحت کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں جہاں کوئی بات ظاہر وواضح ہو کسی قسم کی خفیہ چیز یا اجمال وابہام نہ ہو۔

التحقیق فی کلمات القرآن کریم ج ۶ ص ۱۴۱ پر آیا ہے کلمہ شرع کی ایک ہی اصل ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جس چیز کا افتتاح کریں جس کا سلسلہ باقی ہو جس چیز کا سلسلہ باقی ہو اس چیز کے افتتاح و آغاز کرنے کو کہتے ہیں۔

۳۔ جس کو اللہ نے بھیجا ہے اس کو شریعت کہتے ہیں کیونکہ اس میں ابہام و اجمال، اغلاط و خطاء نہیں، یہ واضح و روشن ہے اس میں جہل ونسیان و جانب داری اور کمی بیشی نہیں کیونکہ شریعت ذات علیم وقدیر و حکیم سے صادر ہے جبکہ فقہ و قانون کے مصدر و ساخت بشری ہے اس لئے اس کو قانون وضعی کہتے ہیں۔

۴۔ شریعت اللہ کی نازل کردہ ہے وہ غنی مطلق ہے اس کی شریعت میں اپنا مفاد نظر میں نہیں ہوتا ہے خالص بندے کا مفاد نظر میں ہوتا ہے بندے اس کے نزدیک سب یکساں ہوتے ہیں لہٰذا کسی کی طرف گرائش و جھکاؤ نہیں ہوتا ہے اسمیں سب کی مصلحت یکساں ہوتی ہے اس میں جلب منافع و دفع مضرات بنیاد ہوتی ہے' اس میں شخصی و گروہی خواہشات وتمایلات چاہات نہیں ہوتی ہیں۔

جہاں پانی لینے کے لئے جاتے ہیں اس جگہ کو شریعہ کہتے ہیں اسی مناسبت سے دین و نظام کو شریعت کہتے ہیں کیونکہ جس طرح پانی رگ حیات ہے شریعت بقائے حیات اجتماعی ہے دین و نظام اجتماع کی بقا ہے شریعت کا ایک معنی کشتی کے آگے حصہ کو شراع کہتے ہیں اونٹ کی گردن کو بھی شراع کہتے ہیں یعنی چلتے وقت گردن آگے کرتے ہیں شراع کا معنی واضح و روشن کھلے راستے کو کہتے ہیں ''**شرعت له طریقا**'' میں نے اسے واضح راستہ بتایا ہے دین و شریعت الٰہی سب سے واضح سب سے روشن ہونے کی وجہ سے اس کو شریعت کہا گیا ہے شریعت ابتدائے طریق وسعت طریق اس مادہ میں مادی و معنوی دونوں میں وضاحت کو سمویا گیا ہے اس لئے پانی لانے کیلئے جانے کے راستے کو شریعت کہتے ہیں کیونکہ یہ راستہ سب کے لئے واضح ہے سب کے لئے روشن ہے اس لئے سورہ شوریٰ آیت ۱۳ میں آیا ہے اللہ نے تمہارے لئے دین کا راستہ بتایا ہے جسے نوح اور ان کے بعد انبیاء نے بتایا ہے شریعت بنانے کا حق کسی اور کو نہیں ہے سورہ شوریٰ آیت ۲۱ کوئی اور شریعت نہیں بنا سکتا ہے انسانوں کے لئے دو ہی راستے ہیں ایک راستہ اللہ نے بتایا ہے کہ اس پہ چلو ایک راستہ شیاطین جن وانس نے بنایا ہے کبھی ان دو راستوں میں ہم آہنگی ممکن نہیں تقریب ممکن نہیں شریعت اسلام نظام تکوین سے ہم آہنگ ہے اگر شریعت غیر الہ کی طرف سے ہوگی تو یہ صراط مستقیم سے منحرف ہوگی اس پر چلنے والے گمراہ ہونگے لہٰذا اللہ نے فرمایا ہے آپ ان کی پیروی نہ کریں ہر ایک کا راستہ الگ ہے سورہ مائدہ آیت ۴۸ آپ اپنے راستے پر چلو کسی اور کے راستے پر نہ چلو سورہ جاثیہ آیت ۱۸ شریعت میں کھلا شوق جذبہ وسعت ہونے کی دلیل سورہ اعراف آیت ۳۲ ہے۔

اصطلاح علماء میں شریعت ان احکام کو کہتے ہیں جو اللہ نے بندوں کے لئے نازل کئے ہیں ''**الشرع و الشریعه ما شرعه الله لعباده**''۔

تشریع میں عقل کی حیثیت:

یہ ایک مسلم حقیقت ہے اعتراف وتسلیم وجود باری تعالیٰ اور اس کی وحدانیت، علم وقدرت نیز ایمان بہ حیات ما بعد الموت عقل کے بغیر کسی اور ذرائع سے ممکن نہیں جبکہ اللہ کی اطاعت طریقہ بندگی تشخیص امر و نہی میں عقل کا کوئی مقام وحیثیت نہیں ہے کیونکہ تشریع ایک حکم بلاشریک اللہ کے لئے مخصوص ہے جب تک یہ حکم اللہ کی طرف سے نہیں آئے گا بندہ مکلّف نہیں ہوگا اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے جاری حکم ان آیات کا مصداق ہوگا جن میں آیا ہے ''من لم یحکم بما انز الله'' (مائدہ۔۴۷۔۴۴، بقرہ۔۲۱۳، العمران۔۲۳) فہم آیات قرآن میں عقل کا دخل ہوتا ہے کیونکہ کلمات کے معانی حقیقی ومجازی کی تمیز عقل ہی کر سکتی ہے، اللہ نے بھی فہم آیات میں دعوت تعقل دی ہے۔ عقل قواعد مقررہ زبان کے علاوہ سیاق وسباق اور متکلم قرآن کو نظر میں رکھ کر معانی استنباط کرتی ہے، بطور مستقل از خود حکم جعل کرے یہ حق عقل کو حاصل نہیں ہے۔

اسی طرح اثبات وجود باری متعال اور اس کی وحدانیت ذات وصفات میں نقل کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

فہم نصوص تدبر وتفکر اور تفقہ نصوص میں عقل کا مقام واضح ہے کلام اللہ ہو یا کلام رسولؐ یا بشر کا کلام ہو، ان کو سمجھنے کے لئے عقل سے مدد عقل سے تعاون ضروری وناگزیر ہے لہٰذا جو لوگ فہم قرآن، فہم نصوص میں گذشتہ بشر کے فہم وادراک پر توقف کرتے ہیں اور دور حاضر کے انسانوں کو تعقل وتدبر سے روکتے ہیں وہ عقل اور نصوص دونوں کے خلاف ہیں عقل کو جعل شریعت کا حق حاصل نہیں ہے اجماع واتفاق علماء سے احکام شریعت ثابت نہیں ہوتے ہیں یہ ثابت کرنا بذات خود اجتہاد ہے یعنی اس کی مثال یہ ہے کہ علماء نے اجماع کیا ہے کہ اللہ ایک ہے علماء نے اجماع کیا ہے کہ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں علماء نے اجماع کیا ہے کہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے علماء نے اجماع کیا ہے کہ قرآن تحریف ہوا ہے یہ اجماعات جنگ احزاب جیسے ہیں یہ اللہ کے احکام کے برابر میں احکام جعل کرنے جیسا ہے۔

فقہ:

فقہ لغت میں درک وفہم کو کہتے ہیں۔ فقہ مشتق ہے مادہ فقہ سے جس کے معنی حسن ادراک وحسن فہم کے ہیں۔

فقہ لغت میں حسن درک وفہم دقیق وباریک کے لئے آتا ہے۔

ابن فارس نے مقائیس الغت میں فقہ کی تعریف میں لکھا ہے بانہ علم بالشئ تقول فقہت الحدیث فقہہ ہر چیز کے فہم کو کہتے ہیں۔

کتاب التحقیق فی کلمات القرآن ج۹ ص۲۲۳ میں آیا ہے کہ کلمہ فقہ کی ایک ہی اصل ہے جو کسی چیز کے درک کرنے اور اس پر علم ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے یدل علی ادراک الشئ والعلم بہ علم اور فقہ میں فرق یہ ہے فقہ کلام پر تامل کر کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھ کر معنیٰ حاصل کرنے کو کہتے ہیں لہٰذا یہ اللہ کے لئے استعمال نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ

اللہ کسی چیز کے بارے میں تامل نہیں کرتا ہے فقہ اپنے مخاطب سے کہتا ہے'' **تفقه ما اقول** ''یعنی جو میں کہتا ہوں اس پر آپ سوچو سمجھو یا کسی سے سمجھ کو سلب کرنے کے لئے کہتے ہیں کسی کی سمجھ کوتاہ ہو تو وہ جلدی نہیں سمجھتا ہے یہ کلمہ اللہ کے لئے استعمال نہیں ہوتا کیونکہ اللہ ہر چیز کو اسی حالت میں جانتا ہے جس حالت میں وہ ہو جبکہ فقہ کسی چیز کو دقت وتامل کے ساتھ سمجھنے کیلئے استعمال ہوتا ہے لہٰذا فقہ کلمہ علم سے مختلف ہے تفقہ فہم ودقت کرنے کو کہتے ہیں نیز تفقہ مخصوص بہ کلام نہیں بلکہ ہر موضوع کو سمجھنے کے لئے استعمال ہوتا ہے کسی چیز کو کھولنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔قرآن میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے ہر جگہ شریعت میں کلمہ فقہ مثلاً صوم وصلاۃ حج وزکوٰۃ کے الگ معنی میں بیان نہیں ہوا ہے کلمہ فقہ اصطلاحی معنی میں کب شروع ہوا ہے، کس نے فقہ کو صرف احکام تکلیف کیلئے وضع کیا ہے واضح نہیں قرین قیاس ہے کہ وہ دوسری تیسری صدی سے شروع ہوا ہوگا۔

تاریخ پیدائش فقہ:۔

مؤرخین تاریخ فقہ لکھتے ہیں فقہ نے دامن حدیث سے جنم لیا ہے اور وہیں پرورش پائی ہے۔

فقہ نے حدیث کے دامن میں پرورش پائی یہ اپنی جگہ درست ہے لیکن تنہا فقہ نہیں عقائد اسلام تاریخ اسلام یا خرافات ومذخرفات خضر ودجال وامام مہدی اعیاد اسلامی وغیر اسلامی نوروز فطرہ منیٰ سے باہر قربانیوں کا مذاق، سالگرہ برسی وعزاداری نے بھی دامن حدیث میں پرورش پائی ہے امت اسلامیہ کو تتر بتر فرقہ فرقہ کرنے کی سازش بھی دامن حدیث میں پرورش پائی ہے تمام یہود وصلیب ومجوس کی وضع کردہ احادیث کو اصحاب برجستہ کی گردن میں ڈالنے کی سازش بھی دامن حدیث میں پرورش پائی ہے، حسب تعبیر قرآن، قرآن کو وراء ظہرہ پس پشت ڈالنے کی کاوش وسازش، کتاب اللہ کو قیل وقال سے باندھنے کی سازش، محمد مصطفیٰ خاتم النبیینؐ کی جگہ اہل بیت واصحاب، قال اللہ وقال رسولؐ کی جگہ قال ابوحنیفہ قال امام مالک وشافعی وامام حنبل وامام صادق جاگزین کرنے کی سازش بھی دامن حدیث میں پرورش پائی ہے۔

تفرقہ وانتشار ملت اسلامیہ نے بھی حدیث کے دامن میں پرورش پائی جو نبی کریمؐ کی احادیث نہیں تھیں بلکہ نبی کریمؐ سے منسوب احادیث ہیں جن کی کل تعداد کے بارے میں صاحب ضحیٰ الاسلام لکھتے ہیں کہ صاحب بخاری نے اتنے لاکھ احادیث سے اپنی کتاب صحیح بخاری میں دس ہزار چھانٹی کرکے یہ جمع کی ہیں صاحب مسند احمد بن حنبل نے اتنے لاکھ سے اتنی احادیث چھانٹی کی ہیں باقی کہاں گئیں؟ بعد والوں نے اس پر صحیح لکھ کر چھاپی ہے۔محمد بن یعقوب کلینی نے ۱۶ ہزار احادیث میں سے نو ہزار حدیث ضعیف نکالی ہیں بعد میں صحاح ستہ سے سنن بنایا معلوم نہیں کہ کل کتنی ضعیف ہیں لیکن شیخ ناصر البانی نے اب تک ان سے ۱۴ ہزار احادیث ضعیف نکالی ہیں معلوم نہیں بحار مجلسی میں کتنی احادیث صحیح ہیں کیونکہ سمندر میں ہر چیز ہوتی ہے علماء اعلام ودردمندان اسلام اور احادیث سقیم وصحیح کے نباضین وماہرین

نے احادیث موضوعات ومصنوعات کے بارے میں بہت سی کتب تصنیف کی ہیں انہوں نے ان کتب بے بنیاد یا اقوال علماء وحکماء کے ذریعے پیغمبر اکرمؐ سے منسوب کی جانے والی احادیث کی نشاندہی کی اور بتایا کہ ان کی پیدائش اور نشو ونما کہاں ہوئی ہے، بصرہ وکوفہ وخراسان میں ہوئی ہے۔

قرآن کو پس پشت ڈال کر حفظ حدیث کی فضیلت پر فضیلت میں بڑھتی ہوئی احادیث کا حشر دیکھنے کے بعد حدیث کی جگہ فقہ کی فضیلت پر احادیث جعل کی گئیں اور پھر فقہاء کے فتویٰ بھی حدیث بنے ہیں، یہ فقہا جنہوں نے حدیث والوں کو پیچھے چھوڑا ہے یہ خود فہم قرآن میں کتنے آگے نکلے تھے، ان ائمہ اور فقہ کے استادوں میں سے علم تفسیر میں کون معروف تھے ایک شخص تجزیہ نگار یہ تجزیہ کرسکتا ہے حدیث وفقہ دونوں والد ومولود ہیں یہاں یہ بھی سوال ہوسکتا ہے کہ فقہ نے جن احادیث کے دامن میں جنم لیا ہے پرورش پائی ہے وہ کونسی احادیث ہیں یہ وہ احادیث ہیں جنہیں صاحب بخاری نے چھانٹی کر کے نکالا تھا یا وہ احادیث ہیں کہ جن کو احمد بن حنبل نے چھانٹی کر کے نکالا تھا یا وہ احادیث ہیں کہ جو کتب فریقین میں جمع ہیں اور جن میں اصحاب ویاران باوفا کو فرعونیان وقت کہا ہے یا وہ احادیث ہیں جن میں سر زمین شام، نجف، کربلا، قم، اور مشہد کے بارے میں بیان ہوا ہے اور زیارت امام حسین وآئمہ اور صوفیوں کی قبور کی زیارت کو کعبہ پر برتری دی گئی ہے یا وہ احادیث ہیں جن کی ترویج کی خاطر آپ ایک عرصہ حنفیوں سے ہر آئے دن اندھیروں میں دھکیل رہے ہو کیا کوئی موقعہ نہیں دیں گے کہ امت اسلامیہ ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں سنت موکدہ رسول کو اٹھا کر دنیائے کفر والحاد سے ہاتھ اٹھا کر یہ ندا بلند کرکے ’’ھل من مبارز‘‘۔

ضرورت اجتہاد:۔

اجتہاد کیوں ضروری ہے؟ اس سلسلے میں علماء اصول فرماتے ہیں، ضرورت اجتہاد کی تین اساس ہیں۔

۱۔ ہر انسان ہر بندہ مسلمان، ہر واقعہ اور ہر حادثے میں کسی حکم شرعی کے اندر ہے وہ احکام اللہ کی پابندی سے باہر نہیں ہے۔ اپنے آپ کو احکام اللہ کی ادائیگی سے بری الذمہ گردانںنے کیلئے احکامات الٰہی کا علم ضروری اور ناگزیر ہے۔

۲۔ احکامات الٰہی کے حوالے سے جو کچھ اس وقت مسلمانوں کو میسر ہے وہ اللہ کی کتاب اور سنت محمدؐ ہے۔ ان دونوں میں مکمل احکامات نہیں ہیں لہٰذا ناقص احکامات کو پر کرنے کیلئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔ ان کی قرآن میں پوری تفصیل نہیں ہے ایک تو یہ ہے کہ قرآن احکام کلی بتاتا ہے جزئیات نہیں، دوسری بات ہم نے یہ تلاش کی ہے کہ بہت سے احکام قرآن میں نہیں ہیں وہ حدیث میں آئے ہیں۔

۳۔ قرآن کی دلالت ہمارے لئے ظنی ہے قرآن کو ہر شخص سمجھنے سے قاصر ہے نیز روایات میں علماء فرماتے ہیں تفسیر بالرائے نہ کریں تو تفسیر کرتے کرتے ممنوعہ علاقے میں گر سکتے ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ انسان احتیاط کرے

،اس طرح سنت پیغمبرؐ ظنی السند ہے۔ ہمارے اور پیغمبرؐ کے درمیان طویل زمانہ وفاصلہ ہونے کی وجہ سے ناقلین سنت کے بارے میں شکوک وشبہات ہیں، سنت کی اسناد مخدوش ہیں اس حوالے سے بھی احکام کو نکالنے کیلئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔

۴۔ یہ جو قرآن نازل ہوا ہے یا نبی کریم محمدؐ نے بیان کیا ہے آپ پر بہت دیر نہیں گزری تھی کہ حیرت انگیز حوادث پیدا ہوئے اور دیار غیر سے فوج درفوج، گروہ درگروہ افراد داخل اسلام ہوئے۔ ان کا جو آئین ثقافت وعادات و تقالید وتقاضے ہیں وہ سب قرآن وسنت میں نہیں ہیں، تو نئی صورت حال میں احکام بیان کرنے کیلئے بھی اجتہاد کی ضرورت ہے۔

۵۔ انسانی زندگی میں تین چیزوں کے استعمالات عادی ہیں جو سب کو درپیش ہیں ایک ضروریات زندگی ہیں جن کے بغیر کوئی انسان نہیں رہ سکتا ہے جیسے کھانا اور رہائش ہر شخص کو ملنا چاہیئے۔

۶۔ احتیاجات ہیں انسان کو کسی جگہ جانا ہے تو گاڑی چاہیئے گرم علاقوں میں پنکھے چاہیئیں فرج چاہیئے ان کے بارے میں شریعت اسلام کیا فرماتی ہے۔

۷۔ تزئینیات وتحسینیات میں کھدر کی جگہ ابریشم کا کپڑا پہنیں، دال روٹی کی جگہ مچھلی، پرندے حلوہ کھائیں، معمولی گاڑی کی بجائے پجیرو پر سوار ہو جائیں، جہاز پر سوار ہو جائیں، پنکھے کی جگہ اے سی لگائیں۔ جہیز بھیجیں یہ تحسینات ہیں۔ ان کے بارے میں احکامات کو نکالنے کیلئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔

اجتہاد ناگزیر ہے۔

قرآن میں تمام شریعت نہیں ہے:

۱۔ قرآن میں بعض احکام بیان ہوئے ہیں۔

۲۔ سنت میں بھی بعض احکام بیان ہوئے ہیں۔

۳۔ بعض قرآن اور سنت دونوں میں نہیں ہیں۔

۴۔ احکام قرآن زیادہ اجمالی ہیں محتاج تفصیل وتوضیح وتفصیل ہیں:

۱۔ تفاسیر سلف کی طرف رجوع کریں۔

۲۔ اسباب نزول کی طرف رجوع کریں۔

۳۔ رجوع بہ عبارات عرب کریں۔

فقہ اسلامی:

موضوع فقہ افعال واقوال وتصرفات انسان ہے جو وہ انجام دیتے ہیں فقہ کو مخصوص افعال واقوال وتعلقات انسان تک محدود کرنے کی منطق قابل فہم وہضم نہیں کیونکہ اس میں رقابت کا عنصر ہے ذمہ داری کا عنصر نہیں ہے۔

یہ احادیث کس نے جمع کی ہیں اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریمؐ کی حیات سے لیکر عصر دور خلافت عباسی تک کوئی مجموعہ نہیں تھا۔ جمع احادیث کا آغاز گرچہ دوسری صدی کے دوسرے نصف میں ہوا ہے وہ بھی بہت محدود پیانے پر ہوا ہے۔

اصول فقہ والوں نے قرآن وسنت میں پائے جانے والے خلاء کو پر کرنے کے لئے جو اصول بنائے ہیں وہ اصول مقاصد شرعیہ سے استنباط واستخراج کیا ہے اس سلسلہ میں کتاب علم اصول فقہ ص ۲۲۹ پر لکھتے ہیں مقاصد شریعت اسلامی کا بنیادی مقصد مصالح عوام الناس ہے عوام الناس کے مصالح پورا کریں انھوں نے مصالح عوام الناس تین چیزیں قرار دی ہیں ''ضرویات، حاجیات، تحسینات'' پوری شریعت اسلام ان تین چیزوں کے گرد گھومتی ہے یہ تین چیزیں ضروریات حاجیات یا تحسینات وآرائش ہیں اگر یہ تینوں چیزیں تحقق پائیں تو عوام الناس کے مصالح تحقق پاتے ہیں شریعت اسلام ایسے احکامات لائی ہے جو انسان کی ضروریات، حاجیات اور تحسینات کو پورا کرے صاحب کتاب لکھتے ہیں عوام الناس کی انفرادی واجتماعی مصالح ان تین چیزوں سے باہر نہیں ہیں پھر ضروریات حاجیات اور تحسینات کی مثال پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں مثلاً انسان کے لئے سردی گرمی سے بچنے کے لئے مکان کی ضرورت ہے پناہ گاہ کی ضرورت ہے یہ اس کی ضروریات میں سے ہے حاجیات کی مثال دیتے ہوئے انھوں نے گھر کی کھڑکی دروازے کی مثال دی گھر میں کھڑکی دروازے ایسے ہوں کہ انسان کے لئے نکلنا اور داخل ہونا آسان ہو مشکل نہ ہو جب چاہے دروازے کھول سکے اور جب چاہے دروازے بند کرے تحسینات کی مثال میں گھر میں سردی گرمی سے بچنے کے علاوہ مسائل استراحت فرش و چارپائی طعام ومشروب ولباس بھی اس میں مہیا ہوں ان چیزوں کو حاصل کرنا مقاصد شرع ہے۔

شریعت اسلام کی بنیادی ومرکزی ضروریات کو بیان کرتے ہوئے انھوں نے کہا ہے شریعت اسلام نے انسانی ضروریات میں یہ چیزیں رکھی ہیں۔

۱۔ دین

۲۔ نفس انسان

۳۔ عقل انسانی

۴۔ عرض انسانی

۵۔ مال انسان

یہ انسانی ضروریات میں سے ہیں ان چیزوں میں سے کہیں بھی کوئی بھی خلل پیدا ہو جائے تو بہت کچھ تہہ وبالا

ہو جائے گا نظام درہم برہم ہو جائے گا حرج ومرج ہو جائے گا، یہ حاجات وضروریات یا یہ چیزیں انسان کو آسان و فراواں ملنی چاہئیں اس کے لیے انہیں مشقت اٹھانی نہ پڑے اگر یہ چیزیں حاصل نہ ہوں تو نظام معطل ہو جائیگا، نظام میں فساد آجائے گا امور حاجت میں لوگوں سے رفع حرج آتا ہے تخفیف آتی ہے تبادل وسائل عیش آتا ہے امور تحسین میں مروت آدام مکارم اخلاق محاسن عادات آتی ہیں۔

کوئی شریعت وقانون تمام امکنہ ازمنہ قدیم وجدید پسماندہ وترقی سب پر محیط نہیں ہوتی ہے رویداد حالات اطواری مکان وزمان کے تقاضے کے تحت بنایا جاتا ہے جو سب کے لئے مستند ومقبول عام ہو تغیر ناپذیر، دائم الدھر تمام طبقات کے مفاد پر محیط ہوا یسا قانون تصور عقلی سے باہر ہے قرآن کریم جس پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے اور نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ ان دو پر امۃ مسلمہ کا بلا استثناء اتفاق ہے باقی جو اصول بعد میں علماء نے وضع کئے ہیں وہ مختلف فیہ ہیں وہ اجماع وقیاس ہیں ان دو کے حجت کے بارے میں دکتور وھبہ الزحیلی نے پانچ اقوال اس کے جواز عدم جواز کے بارے میں لکھے ہیں۔

۴۔ قیاس کتاب اصول فقہ اسلامی شاکر بک الحنبلی ص ۱۰۳ پر آیا ہے قیاس لغت میں تقدیر کو کہتے ہیں قست الارض بالعقبہ قیست الثوب بالذراع قاس الجراقہ اذا قدر عمیقھا سے قیاس کو مساواۃ کہتے ہیں کسی چیز کو دوسری چیز سے ناپنے کو کہتے ہیں فلاں کا موازنہ اس سے نہیں کیا جا سکتا ہے فلاں لا یقاس بقطر زمادہ قیاس صرف باء سے تعدی ہوتا ہے۔

اصطلاح شریعت کتاب اصول فقہ عبد الوہاب خلاف ص ۵۹ پر آیا ہے الحاق واقعہ لاحکم بواعقہ ورد نص کسی چیز یا واقعہ کو جس میں نص نہیں آئی ہے جس واقعہ میں نص آئی ہے الحاق کریں جہاں نص آئی ہے اگر اس میں سبب حکم بیان ہوا ہو جیسے حرمت خمر کی علت سکر ہے تو جس چیز میں سکر ہو وہ بھی حرام ہوگا۔

محل اجتہاد علماء اصول نے جائے اجتہاد کے لئے دو جگہ بیان کی ہیں:

۱۔ جہاں اللہ اور رسولؐ کی طرف سے بالکل نص نہ ہو۔

۲۔ جہاں نص موجود ہے لیکن نص اپنی جگہ ظنی الصدور یا ظنی دلالہ ہے وہاں اجتہاد کرتے ہیں۔

قرآن کریم پہلا مصدر شریعت ہے یہاں ایک سوال اٹھتا ہے قرآن کریم کو مصدر اوّل قرار دینے کی وجہ اعزاز وافتخار تبرک کے لئے ہے جو اس کو صادر من اللہ ہونے کی وجہ سے حاصل ہے یا شریعت بنیادی طور پر قرآن سے نکلتی ہے کل شریعت قرآن میں بیان ہوئی ہے سنت محمدؐ تبین وتفسیر کی حیثیت رکھتی ہے عملی میدان میں قرآن کو مصدر اولیٰ قرار نہ دینا افسوسناک اور شرم آور ہے کیونکہ علماء نے قرآن میں صرف پانچ سو آیات بتائی ہیں جو بیان شریعت کیلئے آئی ہیں وہ بھی اپنی جگہ مستقل نہیں بلکہ روایات میں عربوں کے موارد استعمال، اشعار جاہلیت پھر اسلاف کی تفاسیر اور اس کے بعد

جو فہم حاصل ہوگا وہ قرآن حساب کیا جاتا ہے۔

اس پر آیت دلالت نہیں کرتی ہے بلکہ عام مسلمانوں کو قرآن پیش کرنے سے چڑ ہے لہٰذا پہلا احتمال یہ ہے کہ قرآن کو بنیادی مصدر قرار دینا اعزازی وافتخاری اور تبرکاتی ہے جس طرح عام محافل کا افتتاح قرآن کی تلاوت سے کرتے ہیں لیکن یہ فکر وسوچ قرآن کریم کی ان آیات محکمات کے سراسر منافی ہے جن میں خشک وتر کا بیان ہے ہم نے دین کو کامل واتم کیا ہے دین کو اتم ودائم کرنے والا اللہ ہے حضرت محمدؐ داعی دین ہیں کل دین نہیں نیز یہ ان آیات کے بھی خلاف ہے جن میں آیا ہے کہ قرآن اپنی جگہ واضح وروشن کتاب ہے اس میں کسی قسم کا ابہام واجمال نہیں ہے حیرت اس بات پر ہے جو کتاب اللہ نے بطور نظام نازل کی ہے اس میں چھ ہزار سے زیادہ آیات ہیں لیکن خود نظام کے بارے میں پانچ سو آیات ہوں یہ سوالیہ نشان ہے یہاں سے علماء سے سوال کیا جاسکتا ہے کہ احکام شریعت کو قرآن سے استخراج کرنے کیلئے کیا اصول ہیں جس کے تحت آیات سے استخراج کریں ابواب فقہ معین ہیں وہ الگ نظام ہے اسکی اپنی اصطلاحات ہیں یا احکام اسلام کا اس کے دیگر ابواب سے بھی استخراج ممکن ہے جیسے اصول ایمان قصص انبیاء وغیرہ ہیں آئیں دیکھتے ہیں احکام سے متعلق قرآن میں کونسی آیات ہیں:

یہ بحث کتب تشریع اسلامی تالیف علی محبوب عوص ج اص ۲۷۷ پر آئی ہے۔

۱۔نزول احکام کثیرہ درقرآن

۲۔آیات اقامہ الصلاۃ

۳۔آیات صوم ورمضان

۴۔آیات قتال

۵۔آیات حج

۶۔آیات زکوٰۃ

۷۔آیات طہارت ونجاست

۸۔آیات وراثت

۹۔محرم ماکولات

تینوں پر تحفظات:

۱۔اجتہاد قابل تجزیہ نہیں کیونکہ ایک باب دوسرے باب سے بطور ظاہری مربوط نہیں ہے مگر عمق وگہرائی میں اگر تمام روابط کا لحاظ رکھیں عقائد، اخلاق اور تاریخ علم تمام قرآن ہونا قرار پائے گا کیونکہ دیگر علوم طب ہندسہ میں ایک میں اجتہاد ہوتا ہے حق وہدایت میں بھی مختلف شعبے ہوتے ہیں سب میں محقق صاحب سند ومہارت نہیں ہوتے ہیں۔

۲۔ فرض کریں جس کی صلاحیت ہو اس پر اجتہاد واجب ہے وہ جس نتیجہ پر پہنچا ہے اسے حکم کے طور پر صادر کرتا ہے اگر غلطی کی ہے تو معاف ہو سکتی ہے لیکن یہ کہنا کہ اجتہادی غلطی پر بھی ایک اجر ملتا ہے سوال یہ ہے استحقاق اجر کہاں سے لائے ہیں۔

۳۔ اگر کہیں کہ وہ نقص نہیں کر سکتا ہے یہ بھی غلط ہے یہاں کونسی چیز مانع ہے نقص یا غلطی کے امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔

کتاب ادوار اجتہاد ص ۲۵

قرآن نہیں اس لئے

۱۔ معانی قرآن اپنی جگہ ظنی دلدلالت ہیں۔

۲۔ قرآن کے ظاہری معنیٰ مراد نہیں بلکہ قرآن کے معانی باطنی مراد ہیں جیسا کہ اہل باطنیہ اوران سے وابستہ یا ان سے متاثر لوگ کہتے ہے۔

۳۔ قرآن بغیر توضیح وتفسیر اسلاف واحادیث سمجھنا ممکن نہیں۔

یہ منطق اپنی جگہ الف سے ی تک باطل ہے قرآن نے اپنے بارے میں اس کے خلاف بیان دیا ہے یہ کتاب مبین ہے واضح کنندہ کتاب ہے مائدہ آیت ۱۵ ازخرف آیت ۲۹

مذاہب فقہی مسلمین:

مذاہب مسلمین جس نام سے بھی منسوب ہیں وہ قرآن وسنت رسولؐ سے اعلانیہ روگردانی نہیں کر سکتے اور اگر کریں گے تو مسلمان نہیں رہیں گے، جیسے قادیانی و بھائی وغیرہ کو خارج از اسلام گردانا جاتا ہے یہ بطور صراحت قرآن وسنت سے روگردانی کا اعلان تو نہیں کر سکتے ہیں لہٰذا ان کو اعلان کرنا پڑا ہے کہ ہم قرآن وسنت کو مانتے ہیں یہ بھی ان کے گلے میں ایک طوق لگتا ہے اگر قرآن اور سنت کو مانتے ہیں تو قرآن اور سنت کے تحت تمہارا فرقہ باطل ہے کہ اختلاف کی صورت میں قرآن اور سنت کی طرف رجوع کریں چونکہ انہوں نے رجوع نہیں کرنا تھا لہٰذا انہوں نے اپنے اختلاف کی بنیاد خود قرآن اور سنت ہی کو گردانا ہے۔ حالانکہ کبھی قرآن اور سنت میں اس بارے میں حکم نہیں آیا ہے کبھی کہتے ہیں قرآن اور سنت میں جو حکم آیا ہے اس کی دلالت میں ابہام واجمال ہے اس کے لئے انہوں نے بالانص فیہ منطقہ بنایا ہے یہاں چندین احتمالات ہے:

۱۔ شریعت نے اس منطقہ کو آزاد چھوڑا ہے یہاں کسی کو احکام جعل کرنے کا حکم نہیں ہے تو یہ حکم طاغوت ہوگا۔

۲۔ یہ اپنی جگہ دو مناطق ہیں ایک منطقہ تطبیق ہے یہاں حکم نہیں آتا ہے یہاں تشخیص موضوع کا منطقہ ہوتا ہے ہے یہ مناطق ماہرین ہیں وہ بیٹھ کر تشخیص کریں اس کو بندوں کیلئے آزاد چھوڑا ہے یہاں حکم جعل کرنا غیر حکم اللہ کو اللہ سے

نسبت دینے جیسا ہے یہ آج کل کی اصطلاح کے مطابق چائنا کٹینگ ہے۔

۳۔ یہاں بھی دھوکہ ہے اگر قرآن اور سنت میں ابہام ہے تو آپ کی ذمہ داری یہ تھی کہ قرآن اور سنت کو سامنے رکھ کر اس کے احتمالات کو پیش کر کے بتاتے کہ قرآن وسنت سے یہ نکلتا ہے نہ کہ الگ سے حکم وضع کریں نیز خود اور دوسروں کو مصروف رکھتے اس پر غور وخوص کریں کیونکہ تعقل وتفکر وتدبر مادام الحیات مادام الدھر جاری رکھنے کا حکم ہے۔

جن ذوات کو ائمہ مسلمین یا امام عقائد وفقہ سے متعارف کروایا ہے وہ اپنے دور میں نبی ورسول نہیں تھے بلکہ اس حوالے سے وہ دنیا بھر کے عام علماء جیسے تھے وہ بھی علم حاصل کرتے ہیں' ان کے حاصل کردہ علوم بھی ان پر وحی منزل نہیں تھے انہوں نے کسی اور سے حاصل کیا ہے نیز ان سے جن لوگوں نے نقل کر کے ہم تک پہنچایا ہے بیچ میں ہزار واسطے ہیں پھر کہتے ہیں کہ <u>ہمیں حکم نہیں کہ ان سے آگے جائیں۔</u>

اور جس علم میں وہ زیادہ توجہ کریں گے اس میں مہارت حاصل کرسکتے ہیں تحقیق کر سکتے ہیں لیکن ان کے محاورات اور ان کی تحقیق ہے کسی نے نہیں کہا ہے نہ کسی کو یہ کہنے کا جواز ملتا ہے جس طرح ہمیں قرآن وسنت میں غور کرنے کا حکم ہے جس طرح ہمیں کسی کے بارے میں مسلمان ہونے کے بارے میں تحقیق کرنے کا حکم ہے، اسی اصول کے تحت ہمیں ان ائمہ کے بارے میں بھی ان کی سوانح حیات تاریخ پیدائش وتاریخ وفات تاریخ حصول علم ان کے اساتید جن سے انہوں نے علم حاصل کیا ہے ان کا دین وایمان جوان پر اثر انداز ہوا ہے ان کے شاگرد جو چھوڑے ہیں وہ کس حد تک فہم وادرک رکھتے تھے وہ استاد جیسے تھے یا ان سے بہتر تھے کمتر تھے انھوں نے اپنے اساتید سے ہٹ کر بات کی ہے یا کسی حد تک مطابقت رکھتے تھے ان سب کو سامنے رکھنے اور جوڑنے کی ضرورت ہے۔ آئیں دیکھتے ہیں ان ائمہ نے کہاں کہاں سے کن کن سے علم حاصل کیا ہے ان کے علوم کے مصادر کیا تھے، کس کس کتب سے علم حاصل کیا ہے۔ یہاں ایک نکتہ ایک حقیقت سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ انسان کے پاس علم کہاں سے جمع ہوتا ہے۔ سابق زمانہ میں اور عصر حاضر میں حصول علم کے ذرائع میں آسمان وزمین کا فرق ہے۔ سابق زمانے میں حصول علم متوقف تھا کہ انسان کسی ذی علم سے علم حاصل کرے۔ سابق زمانے کے عالم ذی علم دو حال سے خالی نہیں وہ علم فقہ میں عبور رکھتے تھے سب مانتے ہیں تو دوسرے علوم میں چنداں معلومات نہیں رکھتے تھے، <u>چنانچہ یہ بات بھی ثابت ہے</u> کہ <u>ان کے نظریات قابل اعتماد ہیں</u> جن کے پاس بہت سے علوم کا ذخیرہ ہوا نہیں کسی بھی علم میں تحقیق کا موقع نہیں ہوتا وہ کسی بھی شعبہ تحقیقی میں مہارت نہیں رکھتے تھے جبکہ جدید دور میں جب سے تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوا ہے تو انسان کے پاس مصادر علم دو بنے ہیں۔

(الف) کچھ حصہ استاد سے حاصل کیا ہے۔

(ب) دیگر ان کی کتب پڑھنے سے حاصل ہوا ہے۔ ائمہ مذاہب پہلے صنف سے تعلق رکھتے تھے، ان کے پاس

کسی اور کی کتاب نہ تھی نہ پڑھے ہیں لہٰذا وہ صرف ایک ہی علم میں مہارت رکھتے تھے جسے انھوں نے حاصل کیا ہے اور کچھ نہیں ہاں کچھ اپنی ذہانت سے زیادہ غوطہ زن ہو سکتے تھے یعنی استاد سے زیادہ عالم ہو سکتے ہیں، ان کی آراء دیگران کیلئے قابل بھروسہ ہوں لیکن آئندہ علماء سے زیادہ عالم ہوں اس کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

۱۰۔ابوحنیفہ کے فتاویٰ جو کتب میں آئے ہیں ان کے بارے میں ابوالحسن ندوی نے کتاب رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام میں بیان کیا ہے وہ ۸۵ ہزار سے دو لاکھ کی تعداد بتاتے ہیں ان کے فتاویٰ کی تعداد اور نوعیت کے حوالے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دور میں عقل پروری و عقل گرائی میں بہت حد تک نبوغت رکھتے تھے گویا ابوحنیفہ فقہ میں معتبر نہیں تھے اسی وجہ سے ان کی علمیت کے بارے میں غلو اپنی حدود سے تجاوز کر گیا ہے۔

۱۱۔اہل تشیع ابوحنیفہ کے بارے میں بہت بدزبانی کرتے ہیں بلکہ ان کے بارے میں ان کے مقام علمی کو نیچا دکھانے کے لئے ان کو امام جعفر صادق کا شاگرد قرار دیتے ہیں یہاں تک کہا ہے کہ ابوحنیفہ نے کہا ہے اگر میں نے دو سال امام جعفر صادق کے پاس درس نہ لیا ہوتا تو میں ہلاک ہو چکا ہوتا لیکن یہاں یہ سوال آتا ہے کہ یہ دو سال ابوحنیفہ نے امام صادق سے علم کہاں حاصل کیا تھا؟ ابوحنیفہ مدینہ گئے ہوں اور دو سال وہاں قیام کیا ہو یہ تاریخ میں ملنا چاہیئے یا امام صادق عراق میں تشریف لائے تھے؟ ان دونوں کے بارے میں کوئی ذکر کتب تاریخ میں نہیں ملتا ہے جہاں تک ان دونوں کے مذاکرات و مناظرات کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ منصور دوانیقی نے بغداد میں اہتمام کیا تھا دوسری دفعہ ابوحنیفہ مدینہ گئے تھے وہاں ملاقات کی وہاں مناظرات کا ذکر ہے ابوحنیفہ نے امام صادق سے کسب علم کہاں کیا تھا امام صادق مدینہ سے باہر نہیں نکلے تھے یہ کونسی تاریخ اور کونسی جگہ کی بات ہے اس کا ذکر کہیں بھی نہیں آتا ہے ابوحنیفہ کبھی مدینہ گئے یا وہاں چند سال قیام کیا ہو اس کا ذکر بھی نہیں ملتا ہے ابوحنیفہ کی امام صادق سے ملاقات کا ذکر ابونعیم اصفہانی نے کتاب حلیہ اور تاریخ مذہب اربعہ میں ابوزہرہ نے بلا سند حوالہ ذکر کیا ہے لیکن ابوحنیفہ پر لکھی گئی کتب تاریخ یا تاریخ عراق و بغداد و کوفہ، مسجد کوفہ تاریخ مدینہ و مسجد نبوی میں کہیں بھی ان دونوں کی ملاقات کا ذکر نہیں ملتا ہے اس سلسلہ میں شکوک کا اضافہ اس ملاقات کے دوران ہونے والے مکالمے سے ملتا ہے وہ مکالمہ امام صادق اور ابوحنیفہ ایک دوسرے کو ٹھنڈا کرنے خاموش کرنے والے سوالات سے کرتے ہیں جو دونوں شخصیات کے لئے ناموزوں اور ادب سے خارج والا مکالمہ حساب ہوگا ہمارا مقصد ابوحنیفہ کے علم کو امام صادق کے علم سے زیادہ بتانا نہیں ہے۔ تاریخی واقعہ ثابت کرنے کیلئے اس کے پس و پیش حلقات ملانا ضروری ہیں جو کہ یہاں مفقود ہیں۔

۱۱۔ابوحنیفہ کی فقہ کو مسترد کرنے اور عراق کو دارضرب کہنے والے امام مالک بغداد میں آئے تو ابوحنیفہ کے شاگردوں سے ابوحنیفہ کی آراء و نظریات کو لیا اور ان سے متاثر ہوئے ان کے مصادر فقہی سے استفادہ کیا اور مصالح مرسلہ کا ابتکار کیا امام شافعی جو کہ ابوحنیفہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے امام مالک کے شاگرد رہے ہیں اہل حدیث

تھے بغداد میں آئے ابو یوسف اور شیبانی سے علم ابو حنیفہ کو سیکھا اور علم اصول وضع کئے احمد بن حنبل نے آپ سے علم فقہ پڑھا ہے۔

اصول الفقہ :

کتاب اصول الفقہ اسلامی تالیف شاکر بک الحنبلی ص ۳۴ اصول الفقہ اس قواعد کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ادلہ تفصیلی سے احکام شرعیہ استنباط کرتے ہیں احکام سے مراد افعال مکلفین ہیں جن میں واجب، مستحب، مباح اور مکروہ وحرام ہیں موضوع اصول الفقہ ادلہ واحکام ہیں خود فقہ کی دلیل ادلہ سمعیہ ہے۔

اصول فقہ اسلامی کے ص ۳۳ پر لکھتے ہیں صدر اسلام میں لوگوں کو جب کوئی مسئلہ پیش آتا تھا جب قرآن وسنت میں کوئی دلیل نہیں ملتی تھی تو اصحاب سے مسئلہ کی رائے پوچھتے تھے تو وہ اپنی رائے واجتہاد کے مطابق فتویٰ دیتے تھے تو اس وقت مرجع احکام شریعت صحابہ ومجتہدین پر مشتمل ہوتے تھے جب مملکت اسلامی میں وسعت پیدا ہوئی مملکت اسلامی میں غیر عرب داخل ہوئے انھوں نے زبان عربی کے الفاظ کے طریقے کو خلط وملط کر دیا جسے اصحاب پہلے نہیں پہچانتے تھے یہاں سے اصل زبان عربی کھوگئی اور فہم نصوص میں اختلاف ہوگیا یہاں سے لوگوں نے قواعد وضوابط لغت وضع کئے اس سے علم صرف ونحو وادب پیدا ہوئے گزشت زمان نزول شریعت سے فاصلہ بڑھنے کے بعد اختلافات بڑھ گئے بعض نے خالص رائے کی طرف دعوت دی بعض نے حدیث کی طرف دعوت دی ایک دوسرے کو رد کیا یہاں سے خصم نزاع کے لئے نئے قواعد وضوابط جعل کرنا پڑے یہاں سے اصول فقہ وجود میں آئے اصول فقہ کی ابتداء ایک رسالہ سے ہوئی جسے امام شافعی نے املاء کروایا ہے یہاں سے فقہ میں دو مسلک بنے ہیں ۱۔ انحصار نص ۲۔ اجتہاد:

۲۔ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد بعض اصحاب جن مسائل میں حدیث نہیں ملتی تھی وہ اپنی رائے استعمال کر کے فتویٰ دیتے تھے ان میں ان اصحاب کا نام لیتے ہیں۔؟؟؟؟؟؟

۳۔ خود نبی کریمؐ وحی آنے سے پہلے اپنا اجتہاد کر کے حکم بتاتے تھے۔

اس کے بارے میں دکتور عبدالوہاب خلاف استاد جامعہ قاہرہ اپنی کتاب اصول فقہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ہر فعل وقول جو انسان سے صادر ہوتا ہے چاہے عبادات سے متعلق ہو یا معاملات وجرائم سے متعلق ہو یا احوال شخصیہ سے عقود ہو یا تصرفات، اس کے لئے شریعت اسلام میں حکم موجود ہے ان میں سے بعض احکام قرآن اور سنت میں بیان ہوئے ہیں بعض قرآن وسنت میں نہیں آئے ہیں لیکن شریعت اسلامیہ نے ان تک رسائی کے لئے علائم اور نشانیاں لگائی ہیں اس حصہ کو فقہ کہتے ہیں بعض دیگر نے کہا ہے جہاں قرآن اور سنت میں نص تو آئی ہے لیکن وہ اپنی جگہ ناکافی ہے اس میں نقص وخلا پایا جاتا ہے اس جگہ کو بھی فقہ پورا کرتی ہے اس نقص وخلاء کو پر کرنے والوں کو فقہاء کہتے ہیں۔

تاریخ ظہور فقہاء کے سلسلہ میں ہمارے پاس مصادر بہت ہیں زیادہ تر اعتماد کتاب ائمہ مذاہب اربعہ تالیف ابو

زھیرہ وامام صادق ومذاہب اربعہ پر کیا جاتا ہے یہ سلسلہ دوسری صدی کے بیس تیس سال بعد سے شروع ہوا ہے ظہور مذاہب فقہی

ا۔قرآن وسنت حاوی وکل شریعت نہیں

۲۔قرآن اورسنت اپنے بیان میں واضح نہیں۔

۳۔فقہاء مسلمین اس خلاء کو پورا کریں گے

مذاہب فقہی مسلمین سے بھی معلوم ہوتا ہے مذاہب کا دائرہ لانص فیہ ہے۔

تاریخ تشریع اسلام کتاب موسوعہ فقہیہ کوتیہ ج اص ۲۴ پر آیا ہے

ا۔دورنبوت میں تدوین غیر قرآن کی اجازت نہیں دی گئی تا کہ قرآن اور کلام رسولؐ میں خلط نہ ہو جائے اس وجہ سی بہت سے سنت رسولؐ تدوین سے رہ گئی تو ایک خلا بن گیا۔

۲۔دوراصحاب میں جو واقعات پیش آتے تھے ان کے بارے میں اصحاب فتویٰ دیتے تھے۔

اصول فقہ کی تین بنیادیں:

ا۔قرآن وسنت محمدؐ میں تمام احکام نہیں ہیں۔

۲۔ قرآن ظنی الدلالہ ہے اور حدیث ظنی السند ہے۔

۳۔حالات جدید جن کا ذکر قرآن اورسنت میں نہیں ہے۔

ہرانسان شریعت کی رو سے پانچ حالات سے خالی نہیں۔

ا۔واجب:۔ واجب وہاں ہے جہاں فعل کو بطور حتمی اور الزامی طلب کیا ہے وہ فعل واجب ہوگا۔

۲۔ندب:۔ جہاں طلب بطور واجب والزام نہیں وہ ندب ہوگا۔

۳۔تحریم:۔ طلب ترک فعل یعنی فعل سے باز رکھنے کے لئے اس کو تحریم کہتے ہیں۔

۴۔کراہت:۔ ؟؟؟؟

۵۔اباحہ:۔ اگر فعل مطلوب اور غیر مغضوب ہے تو وہاں کراہت ہو گی فعل کی طلب اور کف دونوں میں اختیار دیا ہو اس کو اباحہ کہتے ہیں۔

یہ پانچ احکام ہیں لیکن یہ نہیں بتایا ہے کہ یہ انحصار کہاں سے نکالا ہے حکم اس کو کہتے ہیں جسے کرنا ہے نہ کرنے کی صورت میں ضرر ہوگا مستحب ومکروہ اور اباحہ کو حکم نہیں کہتے ہیں اس میں امر بھی نہیں ہوتا ہے اور نہی بھی نہیں ہوتی ہے اس کو تخییر بھی نہیں کہتے ہیں اس کو چھوڑا ہے نظر انداز کیا ہے یہ موضوع سے باہر ہے مستحب وکراہت کی آپ شریعت میں کوئی مثال دیں تو کے سلسلہ میں صاحب کتاب نے ص ۱۲۹ پر اس آیت سے استدلال کیا ہے حرمت کے لئے سورہ

مائدہ آیت ۳ سورہ نساء آیت ۱۹ سورہ اسراء آیت ۳۲ سورہ مائدہ آیت ۹ سورہ نور ۱۴ سے استناد کیا ہے مکروہ کے لئے سورہ جمعہ آیت ۹ مائدہ ۱۰ سے استدلال کیا ہے۔

مذاہب فقہی:

علماء اصول نے باب اجتہاد میں اجتہاد کو نا جائز گردانا ہے اگر ہر فرد مسلمان جو صحیح اور غلط میں تمیز کرنے کی صلاحیت اور لیاقت رکھتا ہے اپنے مذہب کے مسائل پر غور کریں گے تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ مذہب اس بوگی کا نام ہے جو مفاد پرستوں نے جس کو ایک ایسی پٹری پر چڑھایا ہے جو کبھی منزل سے قریب نہیں ہو سکتی ہے اس کو فسطائیزم اور صوفی ازم سے نزدیک کرتی ہے وہاں سے وہ الحادیستان پہنچیں گے اس سے آگے ایک اور منزل پر چھینستان ہونگے ان کے مسائل اجتہاد و فقہاہت پیش کرنے کا انداز اس جاہل انسان جیسا ہے جہاں اس نے کہا میں اور میری بیوی مل کر غیب جانتے ہیں تو سائل نے پوچھا وہ کیسے اس نے کہا میں کہتا ہوں کل بارش ہوگی بیوی کہے گی نہیں ہوگی یا ہو جائے یا نہیں دونوں صورتوں میں غیب گوئی ہمارے گھر میں ہوگی ہم دونوں میں ایک علم غیب جانتا ہے اس کو ایک اعتقادی مثال پیش کرتے ہیں مختار ثقفی نے دعویٰ علم غیب کیا غلط نکلنے کی صورت میں اللہ کے لئے بداء کا عقیدہ اختراع کیا یعنی اللہ ایک فعل کے انجام دینے کا وعدہ دیتے ہیں پھر وہ وعدہ وفا نہیں کرتے ہیں اس کو انہوں نے بداء کا نام دیا پھر اس نے غیب گوئی کرنا شروع کر دیا اگر ہو گیا تو ان کے مریدین کہیں گے مختار علم غیب جانتا ہے اگر نہیں ہوا تو مختار نے کہا اللہ کو بدا ہو گیا مذہب فقہی نے بھی ان دو مثالوں کو سامنے رکھ کر اصول بنائے ہیں ایک سے کہا ہے آپ یہ کہو دوسرے سے کہا اس کے خلاف کہو، ایک سے کہا خلفاء پر لعنت کرو دوسرے سے کہا مت کرو، جب اشکال و اعتراض کیا کہا ہم ان میں سے نہیں ہیں، آپ یہ کہو ہم یہ کہیں گے۔ جو خراب نکلے وہ کہیں گے ہم اس کے قائل نہیں ہیں مجتہدین کی شرائط کے بارے میں کسی نے کہا ابتداء میں سب جائز ہے کسی نے کہا نہیں اعلم ہونا شرط ہے کسی نے کہا نہیں کسی نے کہا اپنے مقلدین میں سے ضرورتمندوں کو خمس دیں کسی نے کہا نہیں دے سکتے ہیں یہ صرف ترویج دین کے لئے ہے کسی نے کہا اجتہاد جائز نہیں ہے جائز جو بھی ہے غلط ہوگا وہ کہتے ہیں ہماری رائے یہ نہیں تھی پھر وہ دوسرے اصول سے تمسک کرتے ہیں اجتہاد میں غلطی معاف ہے مجتہدین تو ہر حالت میں بچ جائیں گے اور اس اجتہاد سے ان کے خاندان کی عیش ہوگی لیکن بدبختی و شقاوت جن کا مقدر بنے گا وہ مقلدین ہوں گے۔

جب سے فرقہ باطنیہ میدان میں اترا ہے وہ عقائد اور شریعت دونوں سے کھیل رہے ہیں انہوں نے اپنی طرف سے شریعت جعل کی جسے فقہ کا نام دیا ہے اگر انسان خود شریعت جعل کرے گا تو واضح قاطع صریح آیات قرآن کے تحت وہ کافر قرار پائے گا اس کو بعض آیات میں حکم جاہلیت کہا ہے اس سلسلہ میں آیات محکمات ہونے کے بعد احادیث سے استناد کی ضرورت نہیں رہتی ہے کیونکہ احادیث رسولؐ وہاں حاکم ہیں جہاں آیات محکمات نہ ہوں۔

۴۔ تیسرا احکام ہے جسے انہوں نے فقہ کا نام دیا ہے اس نام گزاری پر اپنی جگہ سوال اٹھتا ہے قرآن میں احکام آیا ہے احکام کو چھوڑ کر کسی کے کہنے پر کس منطق وتوجیہ کے تحت فقہ رکھا ہے، احکام کے معنی فقہ نہیں بنتا ہے۔ فقہ قرآن کی امتیازی پہچان دیگر قوانین سے یہ ہے کہ دیگر قوانین میں الزام ذاتی نہیں ہے یعنی قانون میں ان احکام کو اپنے اوپر لاگو رکھنے کیلئے ان کے پاس کوئی حجت ودلیل نہیں ہے کہ وہ موقع ومحل ملتے وقت خیانت نہ کریں سرقت نہ کریں اس کا واضح ثبوت ان چند سالوں میں منظر عام پر آنے والی ویکی لیکس وپانامہ لیکس کے انکشافات ہیں جن میں مسلمان سربراہوں کی لمبی فہرست منظر عام پر آئی ہے چونکہ مسلمان ملکوں میں ایک تو قانون پر عمل نہیں ہوتا ہے دوسرا خود اپنی حکومت کو ایک قسم کی لیز جیسا تصور کرتے ہیں۔

اصول فقہ یعنی اللہ رب العزت کے نازل کردہ نور الذی انزل معہ آیت (اعراف۔۱۵۷) (مائدہ۔۱۵) جاءکم نور من اللہ یعنی سنداور دلالت دونوں میں درخشانیت کی حامل کتاب کے احکامات ”**وما ینطق عن الھویٰ ان ھوا الا وحی یوحی**“ کوناقص وناتمام بلکہ مشکوک ومظنون قرار دے کر اپنے ذہن وخیالات وتصورات اور فراست و ظرافت پر مبنی احکام جعل کرنے کے اصول وقواعد کو اصول فقہ کہتے ہیں لیکن ان قواعد کی تاریخ اسلام کے کس مقطع میں بنیاد ڈالی گئی ہے اس کے مبتکران کون تھے اس میں پہل کس نے کی ہے افتتاح کا سہرا کس کے سر پر رکھا ہے دیکھنا ہے فقہ چونکہ اللہ ورسولؐ کی رضایت سے دور ہے اس لیے اس دنیا میں جینے کے خواہش مندوں کیلئے پسندیدہ احکامات کو فقہ کہتے ہیں لہٰذا ہر ایک اس میدان میں مسابقت ومسارعت دکھانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ دنیا داران کو خوش آمدید کہیں، شاباش کہیں۔

لہٰذا اس میدان کے شہسواروں کی فہرست لمبی ہے اگرچہ اس عمل کی دوسری تیسری چوتھی صدیوں میں شہر بدعت ساز عراق ومصر اور کوفہ وبصرہ میں ولادت اور نشوونما ہوئی ہے لیکن اس کو حلال شرعی بنانے کے لئے انہوں نے اسے اصحاب وتابعین سے انتساب کیا ہے۔

احکام عبادی وتعاملی واجتماعی اور سیاسی واقتصادی میں فقہائے سلف کی اتباع وپیروی کی جاتی ہے آج پندرہویں صدی میں جینے والے دوسری تیسری چوتھی صدی کے علماء وفقہاء کی ہدایات پر عمل پیرا ہوتے ہیں اس کو اصطلاح فقہاء میں تقلید کہتے ہیں یہاں چند سوال پیدا ہوتے ہیں علماء وفقہاء پر وحی نازل نہیں ہوتی ہے تاکہ ان کے شریعت سے متعلق احکامات کو زمان ومکان کے حوالے سے ناپذیر کہہ سکتے ہوں، کہتے ہیں فقہ فقہاء کے اسباب ظہور میں لکھا ہے کہ یہ عصر رسالت سے فاصلہ اور غیر اقوام کے اسلامی معاشروں میں اختلاط کی وجہ سے وجود میں آئی، تین صدیوں کے بعد نئی فقہ سامنے لانا پڑی تو کیوں ہزار سال کے بعد نہیں لائے؟ نیز ان کی فقہ کے مصادر وماخذ کے بارے میں پوچھنا چاہیے کہ انہوں نے یہ کہاں سے لئے ہیں اس کے مصادر کیا ہیں تو کہتے ہیں ان کے مصادر قرآن وسنت

،اجماع وقیاس اور مصالح مرسلہ سدذ رائع ہیں اگر ان سے پوچھا جائے اجماع قیاس مصالح مرسلہ سدذ رائع کے مصادر کہاں سے لائے ہیں ان کوشرعی حیثیت کس نے دی تو مبہوت ہوجاتے ہیں،انہوں نے جس مسئلہ کوقرآن سے استناد کیا ہے اس مسئلے کے بارے میں آیات کہاں کہاں ہیں اگر سنت نبی کریمؐ سے استناد کیا ہےتو مستند روایات سامنے لائیں یہ سب واضح ہونا چاہیئے اس صورت میں ہم ان آیات کودیکھیں گے یہ احکام ان آیات سے مستند ہیں؟

اگر اس فقہ کا مصدر صرف سنت معتبرہ رسولؐ ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ ہماری فقہ لنگڑی ہے کیونکہ اساس اسلام قرآن ہے اس کو پس پشت ڈالنے کا کوئی جواز نہیں بنتا،تو پھر نعوذ باللہ اللہ کی ضرورت کیوں رہے گی۔ہم آیت اور سنت رسولؐ سے چشم پوشی کر کے ابوحنفیہ کے قیاس،امام مالک کے اجماع اہل مدینہ،مصالح مرسلہ شافعی اور احمد بن حنبل کی روایات ضعیفہ سے بنائی گئے فقہ کوفقہ اسلامی نہیں کہہ سکتے ہیں یہ حکم ’’ومن لم یحکم بما انزل الله‘‘ میں آئیگا۔

اگر ہم کہیں کہ یہ فقہ ہمارے لیے حجت ہے تو اس صورت میں ہم نے کتاب اللہ کو اپنا حاکم نہیں بنایا ہے اس فقہ کے حجت ہونے کی کوئی قابل قبول دلیل نہیں ہے اور نہ ہی اس کے حجت ہونے کی کوئی سند ہے یہ حجت نہیں ہے جو چیز ثابت ہے وہ اس سے تمسک بہ حشیش سے تمسک جیسا ہے۔قرآن کریم میں ایک بھی آیت متشابہ تک نہیں کہ علماء کے حکم کو من وعن تسلیم کریں بلکہ سورہ توبہ ۳۰،۳۱ میں علماء یہود کی پیروی کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔

۲۔سنت پیغمبرؐ ہماری فقہ کا دوسرا مصدر ہے یہ اس صورت میں ہے کہ ہم نے خود پیغمبرؐ سے سنا ہو یا جن لوگوں سے سنا ہو وہ اصول روایت شناسی کے تحت معتبر ہوں ان کے بارے میں احتمال کذب بھول ونسیان،عدم فہم کا احتمال نہ ہوتا ہو موجودہ صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہماری فقہ کا مصدر سنت رسولؐ ہے لیکن اگر کوئی بات بیس راویوں کے توسط سے ہم تک پہنچی ہو وہ سنت معتبر نہیں ہوگی،آئمہ نے اپنے فہم کے ساتھ فتویٰ دیا ہو تو ہم نے سنت پیغمبرؐ کی اطاعت نہیں کی ہے چہ جائیکہ جنہوں نے بطور صریح کہا ہے کہ ہم سنت رسولؐ اللہ کو نہیں لیتے کیونکہ اس پر اصحاب کا ہاتھ لگ گیا ہے۔

پیدائش فقہ اور اس کے اسباب وعوامل اور اس سے امت کو لاحق فوائد وعوائد اور تلفات خسارات کا جائزہ لینا ضرورت شرعی کے ساتھ ضرورت عقلی بھی ہے۔

فقہ مذاہب کوفقہ اسلامی نہیں کہہ سکتے ہیں اس کے بہت سے شواہد ودلائل ہیں:

۱۔امت اسلامی کو ان فقیہوں میں سے کسی پر اتفاق نہیں ہے ابھی ان کوفقہ اسلام کہنے کیلئے تمام مسلمین حاضر نہیں۔

۲۔خود مذاہب دوسروں کی فقہ کو اپنانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

۳۔بانیان فقہ مذاہب خود آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔

۴۔فقہ مذاہب کا ماخذ ومصدر روایات غیر مستند مرسلات کے بعد شاید وقطوعات پر مبنی ہے۔

۵۔فقہ ومذاہب والوں کا کہنا ہے اس میں ہماری اپنی رائے شامل ہے۔

۶۔عصر حاضر کے نوابغ فقہیوں کا کہنا ہے فقہ مذاہب ادوار ومراحل سے گزری ہے۔

۷۔اسلام دین اللہ ہے بلاشرکت غیر ہے لہٰذا وہ زمان ومکان سے مغلوب نہیں ہوسکتا ہے۔

چاروں آئمہ کی حیات، علم وفقہات پر لکھی کتب مؤلفات میں سے نکات پیش کرتے ہیں:

۱۔علوم ابتدائی یعنی درستی لحن عربی سے لے کر تعلیم قرات وتلاوت قرآن مقامی استاد سے پڑھی ہے۔لہٰذا علم رجال میں ان کا نام نہیں آیا ہے۔ان کی حویت ودیانت معلوم نہیں ہے انہوں نے ان پر کیا کیا اثرات چھوڑے ہیں

۲۔چاروں کے علم حدیث کے اساتید کا ذکر آیا ہے کہ انہوں نے کس کس سے حدیث لی ہے۔

۳۔چاروں کی گرائش کا قیاس استحسان مصالح مرسلہ اجماعات کی طرف بھی ذکر آیا ہے۔

۴۔چاروں ائمہ کے ذوق شعر گوئی شعر شجاع میں شغف ورغبت کا ذکر آیا ہے۔

۵۔چاروں نے فہم ودرک معارف ومعانی قرآن کسی استاد سے لیا ہو اس کا ذکر کہیں بھی نہیں آیا ہے۔

شریعت اسلام کی جگہ فقہ اسلامی رکھنا اپنی جگہ بدنیتی وخیانت پر مبنی ہے کسی شخص یا جماعت کے نام کی جگہ کوئی بنام عرف رکھیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص کسی کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اندھیرے میں رکھنا چاہتے ہیں چنانچہ آج کی دنیا میں یہ بہت چل رہا ہے عام طور پر دہشت گرد اس طریقے کو اپناتے ہیں شریعت وہ نام ہے جو اللہ نے قرآن میں اس نظام کیلئے انتخاب کیا ہے اس کی جگہ کلمہ فقہ رکھنا لمحہ سوالیہ ہے کیوں کس لئے کس نے شریعت کی جگہ فقہ رکھا ہے کیا کلمہ شریعت میں کوئی خرابی وخامی تھی تا کہ اس کی جگہ کوئی اعلیٰ وارفع شامل کامل نام رکھیں انسان کے لئے اپنے مافی الضمیر کو دوسروں تک پہنچانے کیلئے تین دشواریاں عارض ہوسکتی ہیں۔

۱۔فطرتی تخلیقی رکاوٹ ہے وہ اپنے مطلب کو لکنت زبان کی وجہ سے واضح نہیں کرسکتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ نے فرمایا میری زبان کی گرہ کو کھولیں۔

۲۔مطلب اپنی جگہ غامض اور غیر عقلی ہے جیسا کہ عقائد تثلیث، نظریہ فداء اور صلیب صلیبی اور نظریہ حلول براہمہ۔

۳۔وہ اصلاً سمجھنا ہی نہیں چاہتے جیسا کہ مشرکین نے انبیاء سے کہا کہ آپ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہے اسی طرح مسیحی، اسماعیلی وقادیانی اور اس طرح کے دوسرے لوگ جس مذہب پر ہوتے ہیں اپنے مذہب والوں کو منع کرتے ہیں کہ دوسروں کی کتابیں نہ پڑھیں، دنیائے مسیح اپنی کتابیں دوسروں کو دیتی ہے وہ دوسروں سے نہیں لیتے اس طرح فرقہ باطنیہ اسماعیلیہ قادیانیہ تبشیری جماعت وہ اپنی بات سناتے ہیں' دوسروں پر اعتراض کرتے وقت شیر جیسا گرجتے

ہیں جب اعتراض اپنے اوپر ہوتا ہے تو سر نیچے کرتے ہیں دودھ پینے والی بلی بنتے ہیں کہتے ہیں ہماری سمجھ سے باہر ہے ہم یہ نہیں سمجھے جس طرح انبیاء کے مخالف گروہ کہتے تھے مطلب پیچیدہ ہے جس طرح حوزات کے بزرگوں کو یہ کہتے ہوئے مزا آتا ہے۔

ان وجوہات کی وجہ سے انہوں نے کلمہ شریعت کی جگہ کلمہ فقہ رکھا ہے یہ سازش پر مبنی ہے یہ مقدمات فاسدہ پر قائم ہے اس کے بعد سوال اٹھتا تھا کہ آپ نے یہ حکم کہاں سے نکالا ہے اس کی کیا سند ہے ان سوالات کو روکنے کے لئے انہوں نے تقلید وضع کی ہے تاکہ یہ بتائیں آپ نے نہیں سنا ہے یہ غور طلب ہے لہٰذا حوزات میں درس اصول فقہ کے اعلیٰ سطح کے درس دینے والے کرسی پر قدم مارتے ہیں آپ نہیں سمجھیں گے دس سال حوزہ میں علم میں مصروف انسان فرماتے ہیں آپ نہیں سمجھیں گے کیونکہ ہم نے سمجھ نہ آنے والے مسائل بنائے ہیں یعنی مطلب بنیاد سے غلط ہے لہٰذا اخوند خراسانی نے فرمایا قلم اینجا کہ رسید شکست لہٰذا علماء اساتید سے نصیحت طلب کرنے والوں کو کہتے ہیں کفایہ کو خوب پڑھیں لکھتے ہیں اصول فقہ کی بنیاد امام شافعی نے رکھی ہے وہ بھی چند صفحات پر مشتمل تھی جو کسی کتاب کی تمہید تھی آج اگر اس علم سے متعلق تصانیف کے اعداد و شمار دیکھیں گے تو ہو بہو عقائد معتزلہ کی مانند دیکھیں گے یہ مجتہد اپنی نبوغت دکھانے کے لئے لکھتے ہیں یہ شریعت کو آسان بنانے کے لئے نہیں لکھتے ہیں یہ آسان مطلب کیوں نہیں سمجھتے۔

اجماع کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف تصورات و خیالات ہیں یہاں سے نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں یہ سوچ دوسروں کے لئے معلومات کی حد تک ہے ان کے لیے حجت نہیں ہے لہٰذا مذہب کی تعداد کسی حدود میں محدود نہیں کر سکتے ہیں۔

کلمہ فقہ مصطلح متشرعہ میں احوال شخصیہ سیاسیات واقتصادیات سے متعلق قوانین کو کہتے ہیں کلمہ مسلمین کی قید یہاں اس لئے لگائی ہے کہ قوانین ادیان گزشتہ یا ادیان وضعیہ سے موازنہ ومقابلہ کریں بلکہ صرف مسلمانوں کے فقہ سے متعلق امور کی چھان بین کریں کہ کون سے مصادر فقہی مسلمین ہیں جن سے ان کی فقہ بنتی ہے۔

اب ہم آتے ہیں اپنے اصل مدعا کی طرف۔

برادر اسلامی برادر دانشمند برادر عاقل و ہوشمند اپنے اصل مطلب کو پیش کرنے سے پہلے آپ قارئین کرام کی خدمت میں اس حقیر کی کاوش ناقابل کے بارے میں ایک نظر کرم کی التماس کرتا ہوں امید قوی ہے اجابت سے نوازیں گے وہ التماس یہ ہے کہ یہ دین جس کا نام اسلام ہے بشر کی اختراع واختلاق نہیں بلکہ خالق کائنات علیم وقدیر وکلیم کا نازل کردہ دین ہے یہ کسی خاص قوم ونژاد وعلاقہ کے لئے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے بھیجا ہے وہ بھی ایک عرصہ کے لئے نہیں بلکہ رہتی دنیا کے انسانوں کے لئے ہے اس حوالے سے یہ دین آپ کا بھی دین ہے لہٰذا آپ مسودے کو ایک قد کوتاہ بدنام انسان کا مسودہ نہ سمجھیں۔ آپ انسان عاقل وہوشمند ہیں اس وقت دنیا بھر کے انسانوں کی ایک تقسیم پیش

کرتا ہوں:

۱۔عوام الناس ہیں جو اپنی روزمرہ زندگی کیلئے صبح وشام تگ ودو کرتے ہیں وہ اسی کو غرض خلقت سمجھتے ہیں بعض نماز روزہ کچھ حد تک فطرہ وزکوۃ کے علاوہ کسی چیز کو سوچتے ہی نہیں۔

۲۔علماء دانشمندان جنہوں نے اپنی جگہ ایک ہدف لے کر تعلیم حاصل کی ہے ان میں دانشوران نے پہلے مقصد عیش ونوش پڑھا ہے دین وملت ان کے اہداف میں نہیں تھے، سابق زمانے میں اگر کسی نے دین کیلئے پڑھا لیکن بعد میں کامیاب علماء کی عیش ونوش کو دیکھنے کے بعد وہ بھی اس کے حصول کے لئے سرگرم نظر آتے ہیں۔

۳۔ایک طبقہ اپنے ملک کی ترقی وتمدن کو ہدف زندگی بنائے ہوئے ہے۔

۴۔ایک اپنے مذہب کی سربلندی کے لئے سرگرم عمل ہے۔

۵۔بعض اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔

۶۔بعض نام دین سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی معیشت مستحکم کررہے ہیں۔

۷۔بعض اپنے دین کی سربلندی کے لئے مغموم ہیں اگر آپ کے اندر جذبہ اسلام ہے تو دین کو بنیاد سے اٹھائیں بنیاد سے سمجھنے کی کوشش کریں فرض کریں اگر آپ سے اختلاف عقیدہ نظر آتا ہے تو یہ کاوش آپ کی نظر میں آپ کے عقیدہ پر حملہ ہے تو یہاں غیرت مذہبی آپ پر فرض عائد کرتی ہے کہ اپنے مذہب سے دلائل کے ذریعے دفاع کریں اگر نہیں کریں گے تو آپ مذہبی غیرت سے عاری قرار پائیں گے لوگ یہ تصور کرنے میں حق بجانب ہونگے آپ اندر سے اس دین سے دلچسپی نہیں رکھتے آپ اور ہم دونوں میں جو چیز مشترک ہے دونوں کی متفقہ علیہ چیز ہے وہ دین ہے اس کو اٹھائیں سب اسی بات پر متفق ہیں دین اسلام کا مصدر قرآن ہے لیکن قرآن کے بعد والے مصدر کے بارے میں بعض کہتے ہیں اہلبیت وعترت ہیں، بعض کہتے ہیں سنت رسولؐ ہے۔سنت رسولؐ یا سنت اہلبیت حجت ہونا کس نے کہا ہے؟

۱۔قرآن وسنت کی جگہ اہل بیت کو اٹھائیں اور کہیں کہ اہل بیت ہی قرآن کو جانتے ہیں قرآن سے بتاتے ہیں لیکن اس کو قرآن وسنت اٹھانا نہیں کہتے ہیں۔

۲۔قرآن وسنت کی جگہ اصحاب کو اٹھانے کو بھی قرآن اور سنت اٹھانا نہیں کہتے ہیں۔

۳۔بعض کہتے ہیں عربی زبان پر عبور حاصل کرو اسی سے قرآن اور سنت اٹھ جائے گا۔

۴۔ایک کہتا ہے اصول فقہ کو اٹھاؤ اس سے قرآن اور سنت اٹھے گا۔

۵۔ایک کہتا ہے خود قرآن اور سنت کو اٹھانے میں کیا قباحت ومشکلہ ہے اگر اصل قرآن اور سنت ہے تو انہی دو کو اٹھایا جائے۔

ہم ان شا اللہ اس کتاب میں یہ ثابت کر کے بیٹھیں گے کہ مذہب اہل بیت، مذہب اصحاب اور علم اصول وفقہ، قرآن بلکہ قرآن اور سنت محمدؐ کو کنارے پر لگانے کی بڑی دیوار ہے اب دیوار اپنی اوج وانتہاء کو پہنچنے میں ہے اس کو گرانا آسان نہیں ہے لیکن جو لوگ کسی قیمت پر کفر والحاد کی طرف جانے کیلئے تیار نہیں ہیں انہیں مثل ہود ولوط وشعیب و یحییٰ وعیسیٰ شریعت الٰہی کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف ہاتھ پیر مارنے چاہییں۔

اگر فقہ کو ایک محکم اور پائیدار غیر متزلزل اور غیر متغیر اصول پر قائم نہیں کریں گے تو کسی بھی دن گرنے کا خطرہ موجود رہے گا ترقی یافتہ شہروں میں قائم عمارتوں کا جائزہ لیتے رہتے ہیں جہاں کہیں خطرہ محسوس کریں وہاں اس جگہ کو خالی کرنے اور چھوڑنے کا حکم دیتے ہیں مسلمانوں کا کہنا ہے دنیا بھر میں مدون قوانین تغییر پذیر ہیں صرف مسلمانوں کا قانون تغیر ناپذیر ہے کیونکہ یہ قانون ایک ذات لا یتغیر نے نازل کیا ہے جو تمام ادوار وزمان ومکان والوں میں ہر قسم کے تغیر وتبدیلی، آسیب اور نقص وعیب سے پاک قانون ہے اس کتاب کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کے لئے ایک اور اصول وضع کرنے کی ضرورت نہیں اس اصول پر مبنی عمارت کی علامت ہے کہ یہ جو قانون پیش ہونے والا ہے وہ بلاستون ہے مثلاً برطانیہ میں قانون تدوین نہیں ہے تاکہ کوئی اسے بگاڑ نہ سکے تاکہ حکومت کسی کو پکڑ نہ سکے۔

ایک مچھلی والے نے دوسرے مچھلی والے سے شکایت کی مچھلی نہیں بکتی ہے تو اس نے پوچھا کیوں نہیں بکتی ہے کہا لوگ کہتے ہیں باسی ہے اس نے کہا ہم تو باسی مچھلی کو تازی مچھلی بنا کر بیچتے ہیں اور لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ پوچھا کیسے تو کہا کہ ہم لب دریا میں جا کر فروخت کرتے ہیں تازہ تازہ مچھلی کا نعرہ لگاتے ہیں۔

جب سے فرقہ باطنیہ کی شاخوں نے اپنے بے بنیاد مذاہب کو ٹھونسنا شروع کیا تو انہوں نے از خود اصول وضع کئے ہیں چنانچہ ایک مرد مسلمان نے ان سے کشف نقاب کے لئے ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام رکھا ہے اصول بلا اصول موصوف نے اتنے صفحات پر مشتمل اصول بلا اصول کا نمونہ پیش کیا ہے کہ معلوم نہیں ان کے پاس معلومات کہاں سے آئی تھیں یا انہوں نے از روئے حدس کہا تھا۔

اگر ہم اس کتاب کے صفحات میں اضافہ کرنا چاہیں تو شاید اس کی دوسری جلد بھی آسکتی ہے کیونکہ بدقسمتی سے بالخصوص ہمارا ملک پاکستان اصول بلا اصول میں ہم تنہا خود کفیل نہیں بلکہ صادر کنندہ بھی ہیں اگر کوئی ملک درآمد کی خواہش کریں تو ہم بھی وافر مقدار میں اس کی یہ خواہش پوری کر سکتے ہیں ثابت کر سکتے ہیں جب تک اس ملک میں اصول بلا اصول کا راج ہوگا آپ جتنی بھی سختی کریں گے جرائم کا خاتمہ نہیں ہوگا اصول بلا اصول کی مثال پلاسٹک والی بندوق وراکٹ جیسی ہے ان کو روکنے کیلئے فوجی قانون نافذ کریں سیاسی وعسکری مشترکہ قانون نافذ کریں ملک میں زنا وفحشاء کو فروغ اور عروج دینے والوں کی بے غیرتیوں کی حوصلہ افزائی اور غیرت مندوں کی حوصلہ شکنی کا قانون بنائیں تو برائیوں اور جرائم کا خاتمہ نہیں ہوگا بلا اصول جرائم میں اضافہ ہوگا قانون پر کالم لکھتے ہیں قانون سنہری حروف سے

لکھنے اور قانون و مکتوب ملا کر کوشش کرنے سے مجرمین و جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ شکنی نہیں ہوگی بلکہ حروف فطرت سے لکھے گئے قانون مجرمین کے شر سے بچنے کے ہی ضامن ہیں۔

اگر ہم یہاں اس کتاب میں اصول بلا اصول میں اور اضافہ کریں تو اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں:

۱۔ اشعار اصول بلا اصول ہیں اصولیوں کی جگہ اشعار نے لی ہے ہر جگہ اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

۲۔ حفظ روایات اسلامی کے نام سے ہندوؤں مسیحیوں اور مشرکوں کے تہوار اصول ہیں۔

۳۔ اجتہاد اصول بلا اصول ہے۔

۴۔ اصول فقہ اصول بلا اصول ہے۔

فقہ غیر منصوص مناطق میں مجتہدین کے دیگر امارات وقرائن کی مدد سے احکام صادر کرنے کو کہتے ہیں اس کے لئے انہوں نے جو تمہید بنائی ہے اہل فکر و دانش خاص کر اہل دین و دیانت کو چاہیے ان کی تمہیدات پر غور کریں ان کی تمہیدات یہ ہیں:

۱۔ قرآن میں تمام احکام نہیں ہیں کیا یہ اپنی جگہ درست ہے۔

۲۔ قرآن کی دلالت اپنی جگہ ظنی و غیر یقینی ہے کیا یہ درست ہے

کیا نبی کریمؐ کے بعض فرمودات ظنی الدلالہ ہونا ممکن نہیں ہے۔

کتاب مذاہب فقہی کے مضامین بادی النظر میں بہت سے اشکالات و اعتراضات کے ساتھ ساتھ کم سے کم مبہم و مجمل و پیچیدہ پائیں گے لیکن یہ موضوع کے دیگر عناصر مقدمات تمہیدات کو دیکھنے کے بعد حل ہو جائیں گے اس بارے میں بطور تمہید لے لیں کتاب اجتہاد تقلید و تجدید کے آغاز و انجام پڑھنے کے بعد بہت سے اعترافات حل ہو جائیں گے اس کتاب کے محتویٰ مضامین کو بعض مذاہب کے تقدس کو نشانہ بنانے کے مترادف سمجھیں گے لیکن کتاب دراسات الفرق والمذاہب پڑھنے کے بعد بہت کچھ حرارت کی شدت میں کمی آجائے گی خاص کر کتاب تفسیر موضوعی احکام قرآنیہ پڑھنے کے بعد سے جذبات میں طیش آنے والے فشار خون کی عمر انتہاء کو پہنچے والے کی خدمت کرنا شروع ہو جائیں گے۔

اصطلاح میں فقہ ایک علم خاص ہے، قرآن کریم میں بھی یہ کلمہ معنی لغوی میں فہم کیلئے استعمال ہوا ہے قرآن کریم میں زیادہ تر یہ کلمہ دین کو گہرائی اور عمق سے سمجھنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ فقہ و علم فقہ مادہ ثلاثی کے بعد باب تفاعل میں تفقہ میں استعمال ہوا ہے۔

فقہائے مدینہ:

مدینہ سے فتویٰ دینے والوں کی تعداد بتائی گئی ہے لیکن کتاب فتاویٰ علی طنطاوی ج ۱ ص ۴۳ پر یہ تعداد ۳۰ ہے اور

زیادہ فتویٰ دینے والوں کی تعداد سات بتاتے ہیں:

۱۔عبداللہ بن عمر

۲۔علی بن ابی طالب

۳۔عبداللہ ابن مسعود

۴۔ام المومنین عائشہ

۵۔زید بن ثابت

۶۔عبداللہ بن عمر

۷۔عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت اہل عراق نے علی اور ابن مسعود سے لیا ہے ابن مسعود کے شاگردوں میں زیادہ قبیلہ نخعی سے تعلق والے تھے جو یمن سے تعلق رکھتے تھے ان میں علقمہ نخعی ان کے چاچا اسود نخعی ان کے شاگردوں میں شریح قاضی محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ ابراہیم نخعی ہے سب سے زیادہ مشہور ابراہیم نخعی ہے ان میں سے سعید بن جبیر شعبی شریک نخعی سفیان ثوری ابوحنیفہ ہے ان سب نے ابن مسعود سے نہیں سنا ہے اور اصحاب مدینہ کے فقہاء میں سے پہلی کتاب لکھنے والے امام مالک ہیں جنہوں نے موطا لکھی ہے موطا فقہ اور حدیث دونوں پر مشتمل ہے لیکن خالص فقہ پر لکھنے والے احمد بن حسن ہیں انہوں نے ۶ کتابیں لکھی ہیں مملکت اسلامی کے عواصم میں دوسری اور تیسری صدی کے درمیان فقہاء نکلے لیکن ان تین سے پانچ کے نام ابھی بھی ائمہ فقہ کے نام سے معروف ہیں ان میں امام صادق، ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور احمد بن حنبل ہیں' آیا ان علماء نے قرآن کریم کی آیات کریمہ کا ترجمہ کیا ہے نقل فرمان رسولؐ اور فعل رسولؐ بیان کیا ہے ان دونوں کو اپنے فہم حدس دیا ہے۔

فقہ عام محاورے میں:

کلمہ فقہ جس کی تعریف پہلے بیان کر چکے ہیں وہ عمق اور گہرائی سے کسی کلمہ کا معنی سمجھنے کو کہتے ہیں یہ لغت میں ہر چیز سمجھنے کیلئے استعمال ہوتا ہے چاہے قولی ہو یا فعلی سوال یہ ہے کہ کس بنیاد پر اسے دین کے اصول وفروع سمجھنے کے لئے استعمال کیا گیا دین کے دو حصّے ہیں ایک اساس و بنیاد ہے دوسرا اس کے اوپر تعمیر عمارت ہے جسے شریعت کہتے ہیں یہاں سے فقہ کو صرف شریعت کے لئے مخصوص کرنا ایمانیات کو سرے سے متروک کرنا تدلیس ہے اس تدلیس کو وسیع پیمانے پر اس طرح سے شروع کیا کہ پہلے مرحلے میں مصدر صرف حدیث کو گردانا ہے حدیث حفظ کرنے کے فضائل ومناقب پر احادیث بنائیں پھر حدیث کو چھوڑ کر فقہ کو اٹھایا ان کی تعریف کرتے ہیں وہ صرف حدیث پر عمل کرتے ہیں احادیث مخلوط ہونا اپنی جگہ خود ان کے اعترافات کے تحت یقینی ہے جہاں وہ مانتے ہیں کہ حدیث مرسل، حدیث ضعیف، عمل اہل مدینہ اور اجماع علماء کے شریعت الناس ہونے میں جائے شک وتردید نہیں رہی ابھی تو کہتے ہیں حنبلیوں کی فقہ حدیث بھی

پیچھے گئے۔ متقدمین سلفین کی تقلید میں رک جاتے ہیں اب ان سے آگے نہیں جاسکتے ہیں نہ ان کے بعد کسی سے رجوع کرسکتے ہیں اس تیس وتدلیس جس شریعت میں خیار فسخ نہیں ہے اس کی شکایت کسی بھی عدالت میں تحدی نہیں کرسکتے ہیں جیسا کہ الطاف حسین لندن میں بیٹھ کر پاکستان کے امن کو تباہ کرنے کی بات کرتا ہے مسلح افواج کے خلاف بدزبانی کرتا ہے، اسلام کے خلاف سازشیں کرتا ہے اور اسلام دشمنوں کے ماتحت ہمارے ملک کے خلاف سازباز کرتا ہے لیکن ہم اس کے خلاف کچھ نہیں کرسکتے۔

فقہ کی جو تعریف کتب فقہ میں کی گئی ہے اور مسلمانوں نے اس کو جتنا مقام ومرتبہ دیا ہے اسی طرح اگر قرآن اور سنت کی حاکمیت ہوتی تو دنیائے کفر وشرک کچھ نہیں کرسکتی تھی حق وباطل اور صحیح وغلط میں تمیز کرنے والوں کو اجازت ملتی کہ وہ اشکال واعتراض کرتے لیکن یہاں تو اصول بلا اصول پر مختلف گروہوں نے بنام فقہ اپنا اپنا الگ مذہب قائم کیا ہے جس کے خلاف کچھ بھی نہیں کرسکتے ہیں۔

اصول فقہ ہی ضامن بقاء شریعت اسلامی:

ارباب اجتہاد نے قرآن وسنت کی جگہ اصول فقہ جاگزین کیا ہے ان کا کہنا ہے: ا۔ قرآن اور سنت اپنی ظنی دلالت کی وجہ سے ان کے کسی بھی لفظ کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ مولا کی مراد یہی ہے۔

سنت اپنی جگہ ظنی السند ہونے کے علاوہ ظنی الدلالہ بھی ہوتی ہے کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق خالق کلام اللہ جب واضح بیان نہیں دے سکے تو نبیؐ جو اس کی دی ہوئی طاقت وقدرت سے کلام کرتے ہیں وہ کیسے واضح وروشن بیان دے سکیں گے۔

ا۔ یہ دعویٰ سرے سے باطل ہے کہ قرآن کریم کی آیات ظنی الدلالہ ہیں متشابہ المعنیٰ ہیں یہ قرآن کریم کی بعض آیات کے بارے میں آیا ہے نہ تمام آیات کے بارے میں۔

۲۔ قرآن کریم میں تمام احکام نہیں ہیں یہ بات بھی سرے سے باطل ہے کیونکہ قرآن نے تکرار سے فرمایا ہے قرآن ایک نظام کامل ودائم ہے۔

۳۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ دین اسلام ابدی وجاویدانی ہے لہٰذا جدید اختراعات واکتشافات ودگرگونی اور احکامات و ہدایات کے بارے میں ہم مجبور اور ناگزیر ہیں کہ ہم قرآن وسنت کے علاوہ بھی اور اصول وقواعد سے تمسک کریں جن اصول وقواعد سے ہم وقت وحالات کے تناظر میں حکم شرعی بیان کرسکتے ہیں وہ اصول اصول فقہ ہیں۔

مبتکران فقہ:

فقہ قرآن وسنت سے الگ نظام استخراج واستنباط احکام شرعیہ از ادلہ تفصیلہ کو کہتے ہیں لیکن یہ عمل کب سے شروع ہوا ہے کس نے شروع کیا اس سلسلہ میں عام طور پر چار کا ذکر کرتے ہیں لیکن چار ائمہ دوسری صدی کی ابتداء سے

شروع ہوئے ہیں ان کی فقہ کے مصدر کہاں سے ملتے ہیں اس کے بارے میں مؤرخین اجتہاد اور تاریخ فقہ لکھنے والوں نے اس طرح بیان کیا ہے۔

لوگوں کو اگر کسی مسئلہ کا حکم قرآن اور سنت میں نہیں ملا تو وہ اصحاب کی طرف رجوع کرتے تھے اصحاب اجتہاد کر کے مسئلہ کا جواب دیتے تھے یہ تحلیل اپنی جگہ تدلیس وتحریف پرمبنی ہے، حقیقت اور واقعیت اس کے برعکس ہے بلکہ اس کو مصادرہ بمطلوب کہا جاتا ہے سماعت اور فہم کے درمیان اغفال کیا ہے۔لوگوں کو اگر کسی مسئلہ کا حکم قرآن اور سنت میں نہ ملے تو اصحاب کی طرف رجوع کرتے تھے، کیا اہل مدینہ سب عارف تشریعات احکام وسنت تھے تو اس وجہ سے وہ اصحاب کی طرف رجوع کرتے تھے کیا تمام اصحاب عارف باحکامات قرآن وسنت رسولؐ تھے۔

ا۔فقہ نے حدیث کے دامن میں پرورش پائی ہے یہ کہاں تک درست ہے حدیث کو مصدر فقہ کس نے قرار دیا ہے جو چیز امت کیلئے حجت ہے وہ قرآن اور سنت رسولؐ ہیں سنت رسولؐ ہم تک تین طریقوں سے پہنچی ہے۔

۲۔طریقہ تواتر سے پہنچی ہے وہ سنت عملی رسولؐ اللہ ہے آپ ۲۳ سال تک امت میں رہے ہیں مہاجرین وانصار نے دس سال تک نفاذ احکام سفر وحضر میں آپ کی عبادات ومعاملات وسیاسیات واجتماعیات کو دیکھا ہے عقل کا تقاضا ہے کہ عمل رسولؐ اللہ ہم تک طریقہ تواتر سے پہنچے بطور مثال ۲۳ سال تک پیغمبرؐ نے نماز پڑھی ہے اس میں پیغمبرؐ نے نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی ہے یہ ایک دو خبر آحاد تک محدود ہے۔

۳۔دوسری سنت قولی رسولؐ ہے جس کے راوی متواتر سے نیچے ہوں ایک دو راویوں نے نقل کیا ہو تو پوری فقہ نے سنت کے دامن میں پرورش کیسے پائی ہے پورے دین کو حدیث کی طرف برگشت کرنا کس منطق کے تحت ہے خبر احاد کو اوپر لے جائیں گے یا نیچے لے جائیں گے اس کو پر وبال دیں گے زیادہ سے زیادہ وہ ظن آور ہے عنہ الاختلاف تشکیک ہوتا ہے چہ جائیکہ کہ حدیث قول رسولؐ اللہ نہیں ہے حدیث منسوب بر سولؐ اللہ ہے جو چیز رسولؐ اللہ سے ہونا ثابت نہ ہو فقہ اسلامی کا مصدر کیسے بنے گی فقہ اسلامی کی بنیادی اساس قرآن ہے۔

انہوں نے پہلے بطور تمہید سنت کی جگہ حدیث رکھا، سنت کو حدیث کہنا بھی اپنی جگہ خیانت ہے جس طرح قرآن کی تفسیر حدیث سے باندھنا ہے اسی طرح سنت تدلیس وتحریف ہے۔

قرآن کو یکسرہ نسیا منسیا قرار دے کر حدیث کو مصدر یگانہ گردانا پھر کچھ عرصہ گذرنے کے بعد فقہ رکھا پھر فقہ کی اساس حدیث کو گردانا، یہ تدلیس ہے جہاں صحابہ وتابعین اور آئمہ سے منقول کو کسی نے حجت گردانا ہے یہ بذات خود ایک مخدوش نسبت ہے قرآن کریم اپنی جگہ کلی طور پر تین قسم کے موضوعات ہیں ہر ایک اپنی جگہ اقسام رکھتے ہیں۔

ا۔قرآن نے عقائد کی بنیاد رکھی ہے عقائد پر احکام کی عمارت بنائی کیونکہ قرآن نے بتایا ہے ’’**امنو باللہ و برسولہ**‘‘، جن چیزوں پر ایمان لانا ہے قرآن نے ان کا ذکر کردیا ہے نبی کریم مخبر عن اللہ ہیں لہٰذا پیغمبرؐ عقائد جعل نہیں

کر سکتے لہٰذا وہ افراد جو بعض عقائد پیغمبرؐ سے منسوب کر کے کہتے ہیں کہ ان پر ایمان لانا بھی واجب ہے ان کی یہ بات کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتی وہ اپنی جگہ مخدوش و مردود ہے۔

۲۔ احکام اسلام کی اساس عقائد ہے یہی امتیاز شریعت اسلامی اور احکام وضعی میں ہے، احکام وضعی ہوا میں غبار جیسے ہیں جبکہ احکام اسلام عقائد کے پہاڑ پر کھڑے کیے گئے ہیں۔

۳۔ احکام اخلاق ہیں انسان کا اپنے خالق کے ساتھ کیسا تعلق ہے اور اپنے نفس کے ساتھ کیسا تعلق ہے، اسلام میں یہ دیکھا جاتا ہے۔

۴۔ دیگر انسانوں کے ساتھ سلوک کا ذکر ہے سلوک سے مراد سلوک اخلاق مسیحی نہیں بلکہ سلوک کے ابواب ہیں باب ولایت و باب برائت ہے اللہ کے نیک بندوں خبر گیری اور ان سے حُسن سلوک، برے بندوں کے ساتھ کراہت و نفرت و دوری، سلوک زوج و زوجہ اور اولاد و والدین یہ بھی بتا دیا ہے کہ کافرین و ملحدین و منافقین سے نفرت کرنی ہے۔

انھوں نے فقہ کو ان فقہاء سے اخذ کیا ہے:

۱۔ عبید اللہ بن مسعود متوفی ۹۳ھ آپ تابعین میں سے تھے۔

۲۔ عروہ بن زبیر بن عوام متوفی ۹۴ھ۔

۳۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر متوفی ۱۰۱ھ۔

۴۔ سعید بن مسیّب قریشی متوفی ۹۴ھ۔

۵۔ سلیمان بن یسار مولا میمونہ ام المومنین متوفی ۱۰۷ھ۔

۶۔ خارجہ بن زید بن ثابت انصاری متوفی ۹۹ھ۔

۷۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن ہشام بن مغیرہ قریشی متوفی ۹۴ھ۔

یہ حضرات محدثین میں سے تھے وہ احکام شرعیہ کو حدیث کی اسناد سے بتاتے ہوں اس کو فقہ کہنے کی دلیل نہیں بنتی ہے فقہ عبدالرحمٰن بن العلی، حماد بن ابی سلمان اور ابوحنیفہ سے شروع ہوئی استناد ادلہ تفصیلہ سے کرنے کو فقہ کہا ہے۔ ان سے فقہ لینے والی یہ ذوات ہیں۔

۱۔ سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ ان کا مذہب نہیں پھیلا۔

۲۔ سفیان بن عینہ متوفی ۱۹۸ھ ان کا مذہب بھی نہیں چلا ہے۔

۳۔ لیث بن سعد ۱۷۵ھ مصر کے محدث و فقیہ تھے امام شافعی کہتے ہیں کہ لیث امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے۔ انھوں نے امام مالک کے فتووں کا رد لکھا ہے۔

۴۔ عبدالرحمٰن اوزاعی امام اہل شام تھے سفیان ثوری نے ان کی توثیق کی ہے۔

۵۔امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ محدث وفقیہ ومجتہد ومبتکر علم اصول تھے،ابو حنیفہ کے شاگردوں سے لیا ہے۔

۶۔امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ ان کے مذہب کا مصدر حدیث ہے وہ پہلے مرحلے میں محدث ہیں۔فقہ کو امام شافعی سے لیا ہے۔

۷۔داؤد ظاہری متوفی ۲۷۰ھ وہ ظاہر نص پر عمل کرتے تھے قیاس جلی پر بھی عمل کرتے تھے۔

۸۔ابن حزم ظاہر متوفی ۴۵۶ھ انھوں نے قیاس کو مسترد کیا ہے۔

موطاء:

امام مالک نے کتاب موطا ابی جعفر منصور خلیفہ مقتدر عباسی کی تجویز پر لکھی ہے منصور دوانیقی امام مالک کے ہم جماعت تھے انہوں نے امام مالک سے کہا اے ابا عبداللہ اس وقت روئے زمین میں دین اللہ کو جاننے والے میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں لیکن میں امور مملکت میں پھنسا ہوا ہوں سیاست میں ہوں لیکن اللہ نے آپ کو سیاست سے عافیت دی ہے الگ رکھا ہے ایک ایسی کتاب لکھو جس پر امت عمل کر سکے اس میں شدت سے گریز و پرہیز کریں جو عبد اللہ ابن عمر کرتے تھے وہ صحیح ہے لیکن اتنی سہولت بھی نہ دیں جو ابن عباس دیتے تھے اور ابن مسعود کے نادرات بھی نہ لکھیں ان کے کہنے پر امام مالک نے موطا لکھی۔موطا لکھنے کے بعد امام مالک نے اس کتاب کو منصور دوانیقی کو پیش کیا منصور نے اس کو پوری مملکت میں نافذ کرنے کا ارادہ کیا تو امام مالک نے منع کیا ان کا کہنا تھا کہ شہروں میں اصحاب رسولؐ کے شاگرد ہیں ان کے آثار ونشانات ہیں شاید وہ ہم تک نہیں پہنچے ہوں لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو امام مالک نہیں چاہتے تھے کہ امت کو اپنی رائے پر عمل کروائیں لوگوں کا غیر معروف وغیر مانوس چیزوں پر عمل کرنا صحیح نہیں۔امام ثوری نے اجتہاد کے بارے میں اور شافعی نے فقہ کے بارے میں کہا کہ فقہ ایک ثقہ محدث کی طرف سے رعایت و سہولت ہے دین میں سختی سب پسند کرتے تھے۔

امام صادق:

امام صادق کو سب سے پہلے پیش کرنے کی وجہ آپ کی وفات ان سب سے پہلے ہوئی ہے تاریخ مذاہب اسلامیہ تالیف محمد ابوزھرہ کتاب الائمہ اثنا عشر تالیف ہاشم معروف میں آیا ہے امام جعفر صادق ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۴۸ھ میں ۶۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔

کتاب التہذیب التہذیب ص ۸۸ ج ۲ پر لکھا ہے کہ امام صادق کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق ان کی والدہ کی ماں عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی تھی لہٰذا آپ فرماتے تھے ولدنی ابوبکر مرتین آپ کی ایک بیٹی کا نام عائشہ تھا اس کے باوجود آج آپ کے پیروکار ہونے کے مدعیان کا کل مذہب سبّ ابی بکر بنا ہوا ہے جس طرح آپ کے چچا کے ان دو خلفاء کی تمجید وتحسین کرنے پر غلات نے آپ کو تنہا چھوڑا تھا آج ان کے پیروکار زیدیوں نے کل ایمان

سبّ خلفاء گردانا ہے۔

آپ امام سجاد کے ساتھ ۱۹ سال، امام باقر کے بعد ۳۴ سال رہے اس دور میں ہشام بن عبدالملک ولید بن یزید بن عبدالملک یزید بن ولید بن عبدالملک ابراہیم بن ولید مروان بن محمد عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس معروف سفاح اور منصور کے ساتھ دس سال گزارے۔

دراسات وابحاث مجموعہ مقالات سیمینار منعقدہ درراینزنی جمہوری اسلامی ایران دمشق کتاب سیرت رسول و اہل بیت ناشر مجمع جہانی اہل بیت امام صادق فرزند چہارم علی ابن ابی طالب امیر المومنین ہیں اپنے دور میں خاندان کے چشم و چراغ مرکز عام وخاص تھے علم وفضل وشرافت میں خاندان کے وارث تھے۔

محقق حلی نے کتاب معتبر میں لکھا ہے آپ کے برجستہ شاگردوں نے چارسو رسالے لکھے جو اصول اربعہ ماۃ کے نام سے معروف ہوگئے یہ اصول اربعہ ماۃ بعد میں کتب اربعہ کافی، من لایحضر فقیہ، استبصار وتہذیب کا مصادر بنے ہیں لیکن آیت اللہ خوئی نے کتاب اربعہ مئۃ کے وجود سے انکار کیا ہے آپ کے چارسو شاگرد خاص ہونے کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ یہ دعویٰ جھوٹ پر قائم ہے جہاں کہیں کسی چیز کی سند ومصدر نہیں ملتا ہے۔ یا عقلی طور پر بات نہیں بنتی ہے وہاں بقول ماہرین جھوٹ اتنا بولو یہاں تک کہ خود دروغ گو کو شک ہوجائے کہ کہیں یہ سچ تو نہیں تو اس کے لئے مصدر جعل کرتے ہیں یہ طریقہ دنیا میں اہل باطل اور کذابوں کے نزدیک قدیم زمان سے رائج وجاری رہا ہے بطور مثال جب انہوں نے دعویٰ کیا ائمہ علم غیب جانتے ہیں تو سوال پیش آیا آئمہ علم غیب کہاں سے جانتے ہیں؟
آئمہ پر وحی تو نہیں اترتی تھی، علم غیب مخصوص اللہ ہے غیر اللہ کو وحی سے پتہ چلتا ہے ان کو وحی نہیں ہوتی تھی۔

تو انہوں نے اسکے لئے مصدر بنایا آئمہ کے پاس علم جفر ہوتا تھا تحلیل نہیں کرسکے تو کہا جامعہ ہے جامعہ کیا ہے جواب نہیں بنا تو کہا مصحف فاطمہ ہے اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکے تو دو بڑے جید علماء نے اپنی بزرگی کی قربانی دی ایک آیت اللہ سبحانی اور ایک آیت اللہ محسن نجفی ہیں انھوں نے کہا کتاب امام علی ہے جس میں علوم اوّلین وآخرین ہیں اگر ایسا تھا تو مذہب کو تین پشت بعد کیوں امام صادق سے منسوب کیا امام صادق سے منسوب لکھے گئے احادیث کے مجامع اصول کافی میں ۱۶ ہزار من لایحضر الفقیہ استبصار وتہذیب میں پندرہ ہزار احادیث کہاں سے جمع کیں تو امام صادق کے لئے چار ہزار شاگرد بنائے چار ہزار سے چارسو رسالے نسبت دیئے آیت اللہ خوئی نے فرمایا ہمارے پاس یہ ثابت نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ وسوالیہ یہ ہے کہ کچھ حقائق واضح وروشن ہیں لیکن بعض صفحات معمہٰ ہیں، بطور مثال امام صادق کو ابوحنیفہ کے استاد بتاتے ہیں لیکن

ا۔ امام صادق مدینہ سے باہر نکلے نہیں جبکہ ابوحنیفہ کے مدینہ جانے کا ذکر نہیں ملتا ہے تو امام صادق ان کے استاد

کیسے بنے۔

۲۔ عالم اسلام میں فقہاء اربعہ متعارف ہوئے امام صادق کو شامل نہیں کیا گیا یہاں تک کہ امام شلتوت نے شامل کیا یہ لمحہ سوالیہ ہے کہ چاروں ائمہ فقہ کے اساتید معلوم ہیں انہوں نے فلاں فلاں سے علم حاصل کیا ہے جبکہ امام صادق کے بارے میں اس کا ذکر نہیں۔

۳۔ مصر میں تین سو سال کا عرصہ اسماعیلیوں نے حکومت کی اس مصر میں چار فقہاء کی فقہ نافذ ہے اسماعیل تابع فقہ شافعی ہے تو کیوں امام صادق کی فقہ نافذ نہیں ہوئی یہ بھی لمحہ فکریہ ہے۔

ابوزہرہ نے ابن خلکان سے نقل کیا ہے امام جعفر صادق علم کیمیا اور فلسفہ بھی جانتے تھے، بتائیں امام صادق نے علم کیمیا و فلسفہ کس سے حاصل کیا تھا کیا اس سلسلہ میں کتب میسر آئی تھیں یا کوئی استاد ملے تھے، کیا فلسفہ علوم وحی میں تو نہیں آتا تھا۔

ابوزھرہ لکھتے ہیں منصور دوانیقی نے ابوحنیفہ سے کہا لوگ جعفر صادق کے گرویدہ ہو رہے ہیں آپ ان کے لئے مسائل پیش کریں چنانچہ اس نے ۴۵ مسئلے پیش کئے امام جعفر صادق اور ابوحنیفہ کو حیرہ میں جمع کیا۔

۴۔ آپ نے بنی امیہ و بنی عباس کی اقتدار کی جنگ میں فرصت کا موقعہ ملنے پر علوم و معارف نشر کئے اس دعویٰ پر بھی ہر حوالے سے سوالات اٹھتے ہیں اس کے لئے دیگر لوازمات بھی ثابت کرتے ہیں اور اس کو تاریخی پس منظر سے ثابت کرنا ہوگا۔ اس حوالے سے تاریخ مدینہ مسجد کوفہ میں کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔

۵۔ آپ بہت سے علوم و فنون کے استاد اور بہت سی کتب کے مصنف تھے یہ بھی امام صادق پر تہمت ہے آپ ان میں سے کسی کے استاد ہوں یا کسی کی کتاب کو پڑھا ہو کسی مستند تاریخ میں نہیں آیا ہے یہ علوم وحی میں بھی نہیں آتا ہے تا کہ وارث اجداد قرار دیں فلسفہ کیمیاء منطق مستوردہ یونان ہے نہ امام نے کسی سے کیمیا پڑھا ہے نہ آپ اپنے لئے ایک دنیا بنانے کے چکر میں رہتے تھے نہ یہ علم آپ کو نبی کریمؐ سے ورثہ میں ملا ہے نہ ہی کوئی آیت اس پر دلالت کرتی ہے امام صادق خاندان رسالت کے سرپرست ہونے کے ناطے سے یہ آپ کی ذمہ داریوں میں سے تھا، نہ نعوذ باللہ دین میں انحراف پیدا کرنے کے علم کو سیکھنا سکھانا آپ اپنے لئے افتخار سمجھتے تھے یہ بات دو حال سے خالی نہیں ہے:

الف۔ یا تو امام صادق کو علم دین سے بے بہرہ علوم دنیوی کا استاد دکھانے کے لئے گھڑی ہے۔

ب۔ بعض گروہ اور جماعتیں لوگوں کو دین اسلام سے نکالنے اور اس سے توجہ ہٹانے کے لئے روم و یونان و ہندوستان سے لائے گئے علوم کو ترجمہ کر کے نشر کرتے تھے چونکہ یہ لوگوں کی نظر میں مشکوک و مخدوش تھے ہوسکتا ہے کہ انھوں نے کتاب کو فروغ دینے کے لئے خاندان اہل بیت کے کسی برجستہ شخصیت سے منسوب کیا ہو۔

جس طرح مسجد کوفہ میں ابوحنیفہ کے لئے حلقہ درس ہوتے تھے مسجد نبوی میں مالک بن انس کے لئے حلقہ درس

ہوتے تھے جبکہ تاریخ مسجد نبوی و مدینہ میں آپ کے لئے حلقہ درس ہوتے تھے یا مسجد کوفہ کی تاریخ میں اسکا ذکر نہیں آتا ہے جو کچھ اس سلسلہ میں ملتا ہے ابو نعیم اصفہانی کی حلیہ اولیاء کے مرسلات ہیں مرسلات سے فضائل ثابت نہیں کر سکتے ہیں۔

کتاب ائمہ اثناعشری میں لکھا ہے ۳۵ سال علوم اہل بیت کی تدریس کی جس میں سینکڑوں تعداد میں طالب علم اطراف عالم سے شرکت کرتے تھے تمام علوم کا درس دیتے تھے۔ امام جعفر صادق کے چار ہزار شاگرد چار سو کتاب کو درست گردانے کے لئے افتخار صاحب کتاب الاسام صادق والمذاہب الاربعہ نے ۱۲۰ روات صحیح کا نام لیا ہم نے ان ۱۲۰ کا نام کتاب جامع رواۃ میں تلاش کیا تو بعض کا نام ملا ہی نہیں بعض ضعیف اور غلاط نکلے اکثر رواۃ ضعفاء مجروحین و متروکین ہونے کی وجہ سے امام صادق سے منسوب راویوں میں چھے راویوں کو انتخاب کیا ہے' کتاب جامع روات میں ان رواۃ کو اساس و بنیاد مذہب آل محمد قرار دیا گیا اگر یہ چھ نہ ہوتے تو آثار نبوت مٹ جاتے دروغ گو یان کا حافظہ نہیں ہوتا ہے یہ خود نبیؐ کے اصحاب کو یا حضرت علی وحضرات حسنین کو کیوں نہ ملے کتاب رجال الحدیث محمد باقر شلجوقی ملاحظہ کریں خود یہ چھ بھی اس کتاب میں مخدوش و مشکوک قرار دیئے گئے ہیں۔

۶۔ امام مالک کی اپنی لکھی کتاب جو آج بھی موطاء کے نام سے مشہور ہے جو آپ کا رسالہ عملیہ سمجھا جاتا ہے امام شافعی کے بارے میں یہ معروف ہے کہ اصول فقہ کو آپ نے اختراع کیا ہے احمد بن حنبل کی مسند احمد حنبل ابھی بھی موجود ہے لیکن' امام جعفر صادق سے فقہ میں کوئی کتاب پیش کرنے کی بجائے فلسفہ و کیمیاء کو کس منطق کے تحت پیش کیا ہے جن کتابوں کو امام جعفر صادق سے منسوب کیا ہے وہ آپ سے ہونا نامناسب ہے مثلاً کتاب کیمیائی ہے جو کہ جابر بن حیان نے لکھی ہے یہ یحیٰی اور جعفر برمکی کے خاص آدمیوں میں سے ہیں یا کتاب اخوان صفا جو علیہ اسلام لکھی گئی ہے یا تصوف سے متعلق ہے جو کہ شان امام صادق سے دور ہے۔

۷۔ جن شاگردوں کو آپ کا خاص الخاص بتایا جاتا ہے ان میں جابر جعفی مفضل بن عمر و ہشام بن الحکم زرارہ بن اعین، محمد بن مسلم ابو حمزہ ثمالی سب علماء رجال شیعہ اور سنی دونوں کے نزدیک مشکوک و مخدوش شخصیات میں شمار کرتے تھے۔

۸۔ امام صادق اثناعشری و اسماعیلی دونوں کے امام ہیں جبکہ اسماعیلی مصریین تابع مذہب شافعی تھے۔ کوئی فقہ امام صادق فقہ حضرت امیر المومنین و امام حسن و امام حسین یا کسی صحابی کے نام سے نہیں ہوئی۔

آپ بنی امیہ کے زوال پذیر و سقوط کے دور میں تھے علویین ہاشمین اور دیگر بنی امیہ مخالف جماعتوں کا بنی امیہ کے خلاف قیام کا دور دیکھا قیام امام حسین کے خونین واقع کے بعد دوسرا افسوسناک واقعہ زید بن علی کے قیام ناکام کا دور دیکھا بنی عباس کی اقتدار کی تیاریاں آپ کی نظروں میں تھیں صاحب کتاب الائمہ اثناعشر نے آپ کی حیات کے بارے

میں لکھا ہے آپ اپنی مجلس میں ذکر خلافت کرنے سے منع کرتے تھے۔ بنی امیہ اور بنی عباس کے حکمرانوں کا آپ کو معترض نہ کرنے سے چند باتیں بے بنیاد ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ آپ نے مذہب اہل بیت کی بنیاد رکھی ہے آپ بانی مذہب اہل بیت تھے اللہ کے نزدیک دین ایک ہی ہے وہ اسلام ہے، دین اسلام کے مقابل میں ایک نیا مذہب ایک بدعت ہوگا امام صادق جیسی پاک ہستی سے اختراع مذہب کی نسبت دینا آپ کی شان میں جسارت واہانت وتہمت ہوگی۔ نئے مذہب کی بنیاد حکومت وقت کی نظر میں ایک جرم نا قابل بخشش تھا اگر ایسی بات تھی تو بنی امیہ نے آپ کو کیسے آزاد چھوڑا تھا۔ جبکہ بنی امیہ نے مختصر ومعمولی بدعت گزاروں کو بھی سزائے موت دی ہے۔

۲۔ مذہب دین سے خروج کا نام ہے آپ اپنے اجداد کی سیرت طیبہ پر قائم رہتے ہوئے محافظ اسلام تھے یہ بات ہر حوالے سے امام صادق پر ایک تہمت ہے کہ آپ نے مذہب اہل بیت کی بنیاد رکھی ہے کیونکہ اسلام سے ہٹ کر ایک مذہب بنام اہل بیت اپنی جگہ ایک بدعت اور باطل ہے امام صادق بنیان گزار باطل نہیں ہو سکتے، مذہب جو بھی ہو جس شکل وصورت میں ہو باطل ہے یہ ایک قسم کی پیغمبرؐ سے خیانت ہے۔

۴۔ حالت جنگ میں وہ انسان بچ سکتا ہے جو اندرون خانہ رہتا ہو جو بھی شخص باہر کوئی سرگرمی دکھائے اس پر نظر ہوتی ہے اس کو سالم نہیں چھوڑتے ہیں اسے وہ ایک طرف کے حامی یا معارض تصور کرتے ہیں۔

۵۔ بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد ابوالعباس سفاح منصور دوانیقی نے جس جس پر شک وشبہ کیا کہ وہ ان کے اقتدار کے لئے خطرہ ہے انھوں نے اس کو کنارے پر لگایا مار ڈالا جیل میں بھیجا، امام مالک کو ایک مسئلہ فقہی بتانے پر تازیانے مارے اسی طرح ابوحنیفہ کو تازیانے کے علاوہ زندان بھیجا امام صادق کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کیا ہو تاریخ بغداد تاریخ مدینہ یا تاریخ ابوالعباس سفاح میں ذکر نہیں آیا ہے سوائے ان کتابوں میں فرقے آپ کو اپنے مذموم فاسد عزائم کیلئے استعمال کرتے تھے۔

۶۔ عبداللہ محض نے امام صادق سے درخواست کی کہ وہ ان کے بیٹے کے حق میں بولیں، لوگوں کی نظریں آپ پر ہیں امام نے ان کو نصیحت کی اسلام کو اٹھائیں اقتدار کے لئے نہ اٹھیں جس پر عبداللہ محض نے آپ کو کہا آپ کو میرے بیٹے سے حسد ہے تو آپ نے فرمایا میں نے ایک نصیحت کی جو میرے اوپر فرض تھی باقی آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں کہیں۔

۷۔ ابوسلمہ خلال نے تحریک خلافت میں آپ کو امیر المومنین منتخب کرنے کی پیش کش کی آپ نے اس خط کو آگ میں جلادیا اس طرح آپ نے امیر المومنین کی خلافت کے بارے میں اس جملے کا معنی پیش کیا جہاں آپ نے فرمایا تھا کہ خلافت ایک کڑوا گندا پانی ہے امام صادق کے رگ وخون میں اقتدار کا خلیہ نہیں تھا کیونکہ بے موقع اور بغیر جواز عقلی و شرعی اقتدار طلب کرنے والوں کے لئے اللہ نے مذمت کی ہے ڈاکے، خون خرابہ، دھوکہ فریب اور جھوٹ کے پل سے

گزر کر اقتدار حاصل کرنا سیرت آل عباس و بویہ و فاطمی و صفوین و مغلین اور آج کے احزاب کا وطیرہ ہے۔

دین اسلام کو ابھی تک جو نقصان پہنچا ہے وہ لوگوں کا خون بہا کر جنازوں سے کھیلنے یا جنازے پر دھرنا لگا کر اقتدار پر جانے کی وجہ سے پہنچا ہے اسے امام جعفر صادق جائز نہیں سمجھتے تھے اس طرح یہ منطق بے ہودہ ہے کہ ائمہ نے انقلابی طریقہ سے اقتدار تک پہنچنے سے مایوس ہونے کے بعد علم کا پل بنانا شروع کیا یہ علم پرستوں کی گڑھی ہوئی بات ہے اسلام میں اقتدار پر جانے کا راستہ ایمان کے راستہ سے گزرتا ہے علم کے راستے سے نہیں گزرتا ہے دنیا میں اقتدار علم کے پل سے نہیں گزرا ہے اقتدار علم کی وجہ سے کم ملا ہے اقتدار پر طویل عرصہ اچھی حکمرانی چلانے والوں کی ایک بڑی تعداد ان پڑھ لوگوں کی گزری ہے۔ معتصم کو انپڑھ ہونے کی وجہ سے ولی عہد نہیں بنایا گیا لیکن بنی عباس کے اعلم مامون اپنے جاہل بھائی کو امیر المومنین بنا کر رخصت ہوئے معتصم عباسی ، ہلاکو، سلطان ٹیپو، شاہ عباس صفوی اور اکبر بادشاہ ان پڑھ تھے، اقتدار فکری صلاحیت سے ہوتا ہے قابل مشیروں سے ہوتا ہے لہٰذا تاریخ میں بہت سے جاہلوں نے لمبی حکومت کی ہے بڑے بڑے علماء ان کے مشیر و معاون ہوتے تھے امام صادق کو علوم و فنون دنیا کا استاد کہنے کی مثال آج کل کے مشنری اسکولوں کی ضرورت کے بارے میں علماء سے تائید و تقریر کرنے کی مانند ہے' علاقہ شگر میں قائم سکول کی تائید کے لئے چند جید علماء گئے تھے۔

<u>مسلمان خاص کر دین کے دردمند علماء جب مشنری اسکولوں کے برے عزائم ، بدنیات اور بدمنویات ملاحظہ کرنے کے بعد ان کو ضد اسلام قرار دینے کے بعد مسلمانوں کے بارے میں تشویش و تردد کا شکار ہوئے تو انھوں نے علماء سے منوایا کہ یہ اسکول ہماری ترقی کے لئے ضروری اور ناگزیر ہیں</u> جبکہ انہیں دردمند وطن پرست دانشوروں نے کبھی اجتماعات میں اور اپنی درسگاہوں میں یہ بات کہنے کی ہمت نہیں کی کہ ان سکولوں کو علم دین کی ضرورت ہے ہر فرد اور مسلمان بچے پر فرض ہے کہ وہ اپنے اصول ایمان و احکام ضروری کا علم حاصل کرے۔

مذہب جعفریہ کے نام سے پانچ مذہب کا ذکر کتب فرق میں آیا ہے ان میں سے ایک امام صادق کے پیروکار وں کا ہے باقی چار کس کے پیروکار ہیں اس کا علم نہیں لیکن یہ یقینی ہے کہ امام صادق کی قطعاً کوئی فقہ تھی نہ ان کے کردار و گفتار سے یہ ثابت ہوتا ہے بلکہ آپ کی بجائے یہ کسی اور کی فقہ ہے۔

ابوحنیفہ:

۱۔ ابوحنیفہ کا نام نعمان بن ثابت ہے آپ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

۲۔ ابوحنیفہ پیشے کے حوالے سے تاجر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے نیز خود بھی منسلک رہے اس کو چھوڑا بھی نہیں <u>حتیٰ تدریس و افتاء کے بعد بھی</u> تجارت سے منسلک رہے۔

۳۔ ابوحنیفہ طلب حدیث کے لئے عراق سے باہر کہیں نکلے ہوں نہیں ملتا ہے جس طرح دیگر تین امام نکلے

تھے۔

۴۔محل تعلیم وتربیت کے حوالے سے ابوحنیفہ نے مرکز ملل، متضاد فرق، متضاد اہل جدل کلام وفلسفہ کے محیط میں نشو ونما پائی لہذا علوم فنون روم وفارس ویونان کی شعاعیں ان پر پڑی ہیں یہاں تک کہ ان کی عقلیت نقلیت پر حاوی ہوگئی تھی۔ بحکم زیست ماحول عراق کوفہ وبصرہ جہاں رہنے والوں کی گرائش تشیع کی طرف تھی کیونکہ اہل فارس کے شکست خوردہ بقایا سلاطین یہاں احیاء نظام شہنشاہیت کے خواہاں تھے اس کیلئے اہل بیت کو استعمال کرتے تھے احزاب مختلف کے شہر میں ہونے کی وجہ سے سیاست میں وہ حامی خاندن اہل بیت زید بن علی ونفس زکیہ کی طرف مائل تھے اس حوالے سے عباسی حکومت کے خلیفہ منصور دوانقی آپ کو پسند نہیں کرتے تھے آپ بھی ان کو پسند نہیں کرتے تھے لہذا ان کی قضاوت کی پیشکش کو آپ نے سختی سے مسترد کیا ہے آخر میں انھوں نے زندان میں جان دی۔

۵۔ان کے بارے میں یہ بھی آیا ہے کہ اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان سے متاثر ہوکر عقیدہ مرجئہ رکھتے تھے۔

۶۔حدیث میں ان کے اساتید میں چند محدثین کا نام ہے اس کی اپنی جگہ توثیق نہیں ہوئی ہے بفرض یہ بات حقیقت رکھتی ہو تو بھی ان سے حاصل بہت کم کیا تھا ان کی حدیث کے استاد حماد بن ابی سلیمان ہیں انھیں کے ساتھ رہتے تھے۔

ابوحنیفہ، مالک بن انس، ادریس بن محمد شافعی اور احمد بن حنبل یہ چار ائمہ اپنے زمانے کے دیگر علماء کی مانند تھے انہوں نے کس سے علم دین سیکھا ہے اور کن کن نے ان سے سیکھا ہے یہ دیکھنا ہوگا لہذا ان کے افکار ونظریات وفتاویٰ کے بارے میں بھی یہ دیکھنا ہوگا کہ انہوں نے کن کن سے لئے ہیں وہ لوگ اپنے علم وتحقیق روایت اور درایت میں کیسے تھے بطور مثال ابوحنیفہ نے علم فقہ کو حماد بن ابی سلمان سے لیا ہے وہ عقائد میں مرجئہ تھے چنانچہ خود ابوحنفیہ کے بارے میں آیا ہے آپ بھی عقائد مرجئہ رکھتے تھے ان سے ان کو کلی طور پر بری گردانا خرط الالقتات مانند ہوگا۔

ابوحنیفہ کا علمی مقام:

ابوحنیفہ کے علم کی وسعت ان کے مصادر سے اخذ کر سکتے ہیں۔مصادر علم ابھی تک تین بتاتے ہیں:

۱۔مصادر نقلی یعنی علوم نقلی یعنی علم تفسیر قرآن، علم سنت، علم تاریخ ان تینوں میں کتنے سال صرف کئے ہیں سوائے علم حدیث کے دوسرے کا ذکر نہیں ملتا ہے۔

۲۔علوم عقلی، علم فلسفہ، کلام وطبیعیات وفلکیات وریاضیات کو کہتے ہیں یہ علوم ان علوم کے ماہرین کی شاگردی سے حاصل ہوتے ہیں یا ان سے متعلق کتب سے حاصل ہوتے ہیں یہ علم کن سے لیا اس کا بھی ذکر نہیں ملتا ہے البتہ ان کے حصہ کے ادلہ قیاس سے واضح ہے وہ علم فلسفہ ومنطق میں تسلط رکھتے تھے۔

۳۔علم مطالعات کتب سے آتا ہے آپ نے کن کن کتابوں سے استفادہ کیا اور اس سلسلہ میں آپ کے پاس

کس کی کتب تھیں۔

۲۔مصادر عقلی میں فلسفہ۔ منطق وعلم کلام آتے ہیں اس وقت کوفہ وبصرہ میں جوعلم چھائے ہوئے تھے لیکن کلام و فلسفہ میں آپ کے استاد کون تھے اس کا ذکر ہمیں نہیں ملا ہے وہ یہی علوم تھے ابوحنیفہ کی زیادہ تر توجہ فلسفہ وکلام پر تھی لہٰذا انہوں نے احادیث پر عقل کو زیادہ ترجیح دی بلکہ آپ عقل کو ہی زیادہ گردش میں رکھتے تھے لیکن آپ کی حاضر جوابی بدیہی الجوابی سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو فلسفہ وکلام ومنطق پر بہت عبور تھا چنانچہ آپ کے فتویٰ میں آگے ملاحظہ کرسکیں گے تین مصدر دیگر ان کے لکھے ہوئے ہیں آپ کے پاس کتنی کتابوں کے ذخائر تھے اس کا بھی ذکر نہیں ملتا ہے۔

مصادر نقلی جس میں قرآن واحادیث اور تاریخ گزشتگان آتے ہیں' آپ نے تفسیر قرآن کن سے لی ہے ذکر نہیں ملتا ہے۔علم حدیث میں آپ کے استاد حماد بن ابی سلمان تھے ابی سلیمان گرچہ حفظ حدیث ودرک احادیث میں ضعیف اور کمزور تھے جیسا کہ تہذیب التہذیب میں آیا ہے نیز عقائد میں مرجۂ کی تقلید کرتے تھے لہٰذا احادیث میں ابو حنیفہ کے مصدر وماخذ حماد بن ابی سلمان ہی ہیں۔

ابوحنیفہ کے استاد حماد بن ابی سلیمان متوفی ۱۲۰ھ نے کس سے علم لیا اس سلسلہ میں مؤرخین لکھتے ہیں:

ابراہیم بن نخعی اور عامر بن الشعبی ان دونوں نے قاضی شریح سے پڑھا ہے۔

۱۔شریح بن حارث کندی متوفی ۸۷ھ:۔

تاریخ استاد وشاگرد میں شاگرد اپنے اساتید سے بہت کم اتفاق کرتے ہیں خاص کروہ شخصیات جو اپنے دور کے نوابغ بنے ہیں اپنے استادوں سے بہت آگے نکلے ہیں ان کو ان کے اساتید سے انتساب اچھا نہیں لگتا ہے۔بطور مثال پاکستان کے چیف جسٹس جاوید اقبال کو اپنے باپ سے تعارف اچھا نہیں لگتا تھا۔

اگر مل بھی جائے یہ قطعی ہوسکتا ہے چنانچہ ابوحنیفہ کے استادوں کے اثرات ابوحنیفہ پر کم ذکر کرتے ہیں اس سے زود گزرتے ہیں کیونکہ ان کے استاد حماد کے مجموعہ احادیث استاد نخعی اور شعبی دونوں کے مجموعہ احادیث زیادہ تھے لیکن کثرت نقل حدیث کی وجہ سے علماء ان کی احادیث پر کم اعتماد کرتے تھے۔

شریح قاضی کے بارے میں کتاب وفیات اعیان ج ۲ ص ۴۶۰ رجال ص ۲۹۰ پر لکھتے ہیں ان کی ولادت دور جاہلیت میں ہوئی نبی کریمؐ کی وفات کے بعد مسلمان ہوگئے تھے لہٰذا وہ تابعین میں سے تھے۔۵۷ سال منصب قضاوت پر خلیفہ دوم سے لے کر عبدالملک بن مروان کے دور تک قاضی رہے اس کی تمام تر مہارت فصل خصومات میں تھی۔

حتیٰ خود ابوحنیفہ پر بھی علماء حدیث نے جرح کی ہے تہذیب التہذیب ملاحظہ کریں لیکن ابو یوسف جو کہ شاگرد ابوحنیفہ تھے ان کی تمام صحیح وغلط کو من وعن سب کے سب ابوحنیفہ کے فتاویٰ گرداننا قیاس مع الفارق ہے۔

یہاں سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابوحنیفہ نے اپنے استاد حماد بن ابی سلمہ سے اخذ کیا ہے اور باقی مطالعات و تفکرات اضافہ کیا ہے اس کا اندازہ ان کے فتاویٰ سے ہوتا ہے جو ان سے منسوب ہیں۔

۲۔ابوحنیفہ نے کوئی قابل قدر آثار قلمی نہیں چھوڑے ہیں جن پر علماء اعتماد کریں۔

اب انسان عاقل و دانشمند محقق و منصف کو چاہیے کہ ابوحنیفہ کی پوری حیات کے تمام زاویوں حصول علم، تجارت اور ان کے استاد حماد بن ابی سلمان کی علمی تحقیق نیز ان کے اساتید کے تحقیقاتی پہلو اور ان کے شاگردوں کی قابلیت ،لیاقت دیانت اور مقام و منصب سب کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ کیا ابوحنیفہ کو قیام قیامت تک مثل خاتم النبینؐ خاتم فقہا کے مقام پر فائز کر کے ان کی تقلید کرنی چاہیے۔

اعلام زرکلی ج ۸ ص ۳۶ پر لکھا ہے ابوحنیفہ فقیہ و مجتہد و محقق تھے کوفہ میں تجارت کا پیشہ رکھتے تھے بچپن سے ہی شغف علمی رکھتے تھے تدریس و فتویٰ بھی دیتے تھے عمر بن حبیب امیر کوفہ و بصرہ نے انھیں قضاوت کی پیش کش کی جسے آپ نے مسترد کیا منصور نے بھی پیشکش کی بعد میں دھمکی دی پھر بھی قبول نہیں کیا ابوحنیفہ دلائل محکم رکھتے تھے امام مالک نے ان کے استدلال کے طریقے کی تعریف کی زبان بھی تیز تھی لوگ ان کی فقہ کے خوشہ چین تھے۔

فتاویٰ ابوحنیفہ:

کتاب رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام ج ۱ ص ۱۸۵ پر آیا ہے ابی حنیفہ نے ۶۰ ہزار فتاویٰ دیئے ہیں بعض نے کہا ہے ۸۳ ہزار فتویٰ نقل ہیں، ان میں سے ۳۸ ہزار عبادات میں اور ۴۵ ہزار معاملات میں ہیں جبکہ شمس الائمہ کردی نے چھ لاکھ کہا ہے۔ اگر ابوحنیفہ کے دو شاگرد ابو یوسف اور شیبانی کے فتاویٰ کو جمع کریں گے تو کتنے بنیں گے حنفیوں کے مفتیان تک اختلافات کا شکار ہونے کے بعد وہ طبقات میں بٹ گئے حلقات میں بٹے حنفیوں کے فتاویٰ مسلمانوں کے اوپر بھی نظام کا مصدر بنے ہیں مفتیان حد سے زیادہ بڑھنے کے بعد وہ طبقات بن گئے اور طبقات والے فتویٰ دیتے رہے ان فتاویٰ کو ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا ہوگا مثلاً ابو یوسف نے اپنی قضاوت کے دوران کبھی نہیں کہا یہ ابی حنیفہ کا فتویٰ ہے انہوں نے از خود فتاویٰ دیا ہے۔

ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں ابوحنیفہ کے علم کو ابی یوسف متوفی ۱۸۲ھ نے اپنی ذہانت و فراست و قدرت سے نشر کیا ہے کیونکہ وہ قاضی قضاۃ امپراطور اسلامی تھے دوسرا محمد بن حسن متوفی ۱۸۹ھ کی تالیفات ہیں۔

دنیا میں کوئی شاگرد صرف اپنے استاد کی آراء و نظریات کا پرچار نہیں کرتے نہ انسان کا ایک ہی استاد ہوتا ہے وہ استادوں کے نظریات کے مجموعے سے اپنا نظریہ بناتے ہیں کبھی کسی استاد کی لکھی گئی کتاب کا کبھی خالص نظریہ پیش کرتے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ ابو یوسف نے صرف ابوحنیفہ کے فتاویٰ کو رواج دیا ہے اور خود کو ایک ناقل فتویٰ کی حیثیت سے رکھا ہے درست نہیں جس طرح خود ابی حنیفہ نے جو حماد سے لیا ہے اس کو نقل نہیں کیا ہے۔

ابوحنیفہ کی شہرت اعتباری ہے انھوں نے شریعت میں خلل وکمی کو عقلیات سے پر کیا ہے ان کو مجدد دین نہیں کہتے انہوں نے عقل کو شریعت میں شامل کیا ہے۔

۱۳۔ابوحنیفہ کی طرف سے کوئی کتاب نہیں آئی ان کی فکر کو اٹھانے والا ابو یوسف ہے۔دوسری صدی کے دوسرے نصف میں امام شافعی آئے پھر امام احمد بن حنبل بھی تیسری صدی میں ہیں بعض نے تیسرا مجدد مقتدر باللہ کو کہا ہے اس کے بعد میں انھوں نے معتز باللہ اور اسکے بعد ہلا کو مجدد قرار دیا ہے۔امام مالک بھی ایک مجدد ہیں مجدد امت کی ایک فہرست علامہ سید ابوالحسن ندوی نے اپنی کتاب رجال الفکر والدعوۃ میں ذکر کی ہے وہ عمر ابن عبدالعزیز سے شروع کرتے ہیں عمر ابن عبدالعزیز متوفی ۱۰۱ھ ہیں تو گویا ان کی مجددیت ۱۰۱ھ سے پہلے تھی دوسرے مجدد حسن بصری کا ذکر کرتے ہیں، حسن بصری کی سنہ ۲۱ ہجری میں ولادت ہوئی ۱۱۰ ہجری میں وفات ہوئی ہے تو ایک سو ایک ہجری میں دو مجدد ہوئے ایک عمر ابن عبدالعزیز اور دوسرا حسن بصری مجدد دینی میں ابوحنیفہ جنہوں نے ۱۵۰ ہجری میں وفات پائی امام مالک نے ۱۷۹ھ میں دونوں دوسری صدی میں تھے شافعی نے ۲۰۲ میں احمد بن حنبل نے ۲۴۱ میں وفات پائی تو یہ دونوں دوسری صدی کے مجددین میں ہوئے آپ کے مجددین میں سے ایک ابوالحسن اشعری ہیں ابوالحسن اشعری نے ۳۲۴ھ میں وفات پائی ہے مجددین میں سے ایک امام محمد بن محمد بن احمد طوسی اور ابواحمد غزالی ہیں آپ کے مجددین میں سے ایک جلال الدین رومی ہے یہ ۶۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۷۲ھ میں وفات پائی اس کے چھوڑے ہوئے دیوان کفر والحاد سے بھرے ہوئے ہیں۔

۷۔عراق اور مکہ مدینہ والے ابوحنیفہ کو ضد حدیث اور مخالف علماء حدیث سمجھتے تھے۔

۸۔ابوحنیفہ نے خود تکرار و اصرار سے کہا ہے اگر کسی مسئلے کے بارے میں قرآن اور سنت رسولؐ یا سنت صحابہ نہ ہو تو میں اپنی عقل استعمال کروں گا جس چیز کا قرآن وسنت میں حکم آیا ہو اس جیسا دوسرے موضوع میں نہیں آیا ہے اس حکم قرآن وسنت کو وہاں نافذ کروں گا جہاں نفاذ کا حکم آیا ہے اس سے الحاق کرنے کو قیاس کہتے ہیں ان کے فتویٰ کی زیادہ تر گرائش قیاس پر تھی۔

۹۔ابوحنیفہ حدیث پر عمل کرنے کے لئے سخت شرائط عائد کرتے تھے لہٰذا فتویٰ دینے میں مشکلات پیش آتی تھیں لہٰذا قیاس ہی کا سہارا لیتے تھے یعنی عقلیات وقیاسات پر مبنی فتویٰ دیتے تھے لہٰذا لوگ ابوحنیفہ کو دین مین قیاس شامل کرنے والوں میں گردانتے تھے۔

اصول مذاہب ابوحنیفہ:

تاریخ تشریع والفقہ الاسلامی تالیف ڈاکٹر احمد علیان ص ۲۲۵۔

۱۔قرآن کریم کے حوالے سے آیت کا مفہوم ہے کہ آپ کی اصل واوّل قرآن کریم ہے۔

۲۔اصل دوم سنت نبوی ہےلیکن سنت نبوی اس شرط کے ساتھ کہ جو روایات قابل قبول اور صحیح ثابت ہوں ابوحنیفہ صرف وہی لیتے تھے وہ اسی کوشش وتلاش میں رہتے تھے اور دیکھتے تھے کہ حدیث کا راوی کون اور کیسا ہے اور روایات صحیح ہیں یا غلط ان روایات پر فتوٰی دیتے تھے جن کی صحت صحیح ہو کبھی پیغمبرؐ سے مروی روایات پر بھی عمل نہیں کرتے تھے مگر وہ روایات ایک جماعت سے نقل ہوں یا شہر کے فقہاء اس پر عمل کرنے پر متفق ہوں اس طرح سے وہ حدیث مشہور پر عمل کرتے تھے ان دو شرائط کے تحت ابوحنیفہ کی حدیث کا دائرہ تنگ ومحدود ہے شافعی اپنی کتاب الام میں ابو یوسف سے نقل کرتے ہیں ابو یوسف نے کہا ہے وہ اور ان کے استاد کا اصول یہ ہے کہ آپ اس حدیث پر عمل کریں جسے عام لوگ جانتے ہوں اور جو لوگوں میں معروف ہوں اور اس حدیث سے پرہیز کریں جو لوگوں میں شاذ و نادر ہو،ابی کریمہ نے ابی جعفر سے نقل کیا ہے پیغمبرؐ نے یہودیوں کو دعوت دی اور ان سے گفتگو کی انھوں نے حضرت عیسیٰ پہ جھوٹ باندھا تو پیغمبرؐ ممبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں سے خطاب فرمایا کہ اگر تمہارے پاس مجھ سے منسوب حدیث پہنچے جو قرآن سے متابعت رکھتی ہو تو اسے لے لو اور اگر قرآن کے خلاف ہے تو قبول نہ کرو لو ابوحنیفہ اس حدیث کے تحت خبر احادنہیں لیتے تھے ابوحنیفہ حدیث پر عمل کرنے کے لئے شرائط رکھتے تھے زیادہ شرائط عائد کرتے تھے چنانچہ ابوحنیفہ کے مخالفین نے ان کو متہم کیا ہے کہ وہ حدیث میں امام نہیں ہیں نہ وہ علم حدیث میں مستقل ہیں یہی وجہ ہے اکثر کتب احادیث میں ابوحنیفہ کی حدیث نہیں ملتی یہاں تک کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری نے ان سے ایک بھی حدیث نقل نہیں کی علماء رجال نے سب سے زیادہ تنقید ابوحنیفہ پر کی ہے علماء رجال نے ابوحنیفہ کے بارے میں کہا ہے کہ وہ زیادہ رائے اور قیاس استعمال کرتے ہیں یہ ایک قسم کی اتباع ہوا ہے خواہشات کی پیروی ہے لہٰذا بہت سے علماء کے نزدیک مجروح ومقدوح قرار پائے ہیں یہاں تک کہ صحیح بخاری نے ان کو ضعفاء اور متروکین میں شمار کیا ہے ان سے ایک حدیث بھی بخاری اور مسلم میں درج نہیں ہے ان کے مقابل میں بعض علماء نے ابوحنیفہ سے دفاع کیا ہے ابوحنیفہ سنت کو رد کرنے والے نہیں تھے اس کی دلیل ابوحنیفہ کا یہ قول ہے کہ حدیث اگر صحابہ سے نقل ہوئی ہو تو ہماری مرضی ہے کہ اس پر عمل کریں یا نہ کریں اگر حدیث تابعین سے ہو تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔

۳۔ابوحنیفہ کے شاگرد کیا یہ نام ظفر صحیح ہے نے کہا ہے ابوحنیفہ کے مخالفین کی بات پر عمل مت کرو ابوحنیفہ اور ہمارے اصحاب نے کوئی مسئلہ بیان نہیں کیا ہے مگر وہ قرآن وسنت کے مطابق ہو انہوں نے کبھی قرآن وسنت کی مخالفت نہیں کی ہے ابو یوسف نے کہا ہے تفسیر حدیث وفہم حدیث میں، میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا ابوحنیفہ تشخیص حدیث میں ہم سے زیادہ صلاحیت رکھتے تھے اگر فتوٰی میں اصحاب اختلاف رکھتے تو اس فتوٰی کو لیتے تھے جو قرآن سے نزدیک ہو یا سنت نبیؐ سے نزدیک ہو سکری نے بھی حمزہ سے نقل کیا ہے کہ ابوحنیفہ نے کہا ہے میں مسائل کے حل کے لیے اللہ کی کتاب کو لیتا ہوں اور اللہ کی کتاب میں نہیں ملے تو سنت رسولؐ کو پکڑتا ہوں اور اگر قرآن وسنت رسولؐ میں

نہیں ہے تو اصحاب میں جس صحابی کا قول لے لوں جس صحابی کا چاہے چھوڑ دوں اصحاب کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کو نہیں لوں گا۔

۴۔اجماع اصل سوئم فقہ ابوحنیفہ اجماع امت ہے سرخصی نے لکھا ہے اس امت کا اجماع موجب علم ہے یہ امت کے لئے دین میں ایک کرامت ہے اللہ نے اجماع امت کو حجت شرعی قرار دیا ہے یہ مذاہب فقہاء و متکلمین ہے۔

۵۔قیاس ہے اصل چہارم فقہ ابوحنیفہ قیاس ہے ابوحنیفہ نے یہ اصول میں اپنی طرف سے توسیع کی ہے یہاں تک کہ بعض حنفیوں کا کہنا ہے کہ ابوحنیفہ نے قول صحابہ پر قیاس کو ترجیح دی ہے اسی طرح ابوحنیفہ مسئلہ پر اپنی رائے پر عمل کرتے تھے کوشش کرتے تھے حکم کو کسی صحابی اور تابعی سے نہ باندھیں جب تک قول صحابی یا تابعی قول پیغمبرؐ سے منقول ہونا ثابت نہ ہو جائے چنانچہ ابوحنیفہ نے نقل کیا ہے میں کتاب اللہ اٹھاؤں گا بشرطیکہ حکم اس میں ہو اصحاب سے غیر اصحاب کی طرف رجوع نہیں کروں گا اگر کسی مسئلہ میں ابراہیم نخعی شعبی حسن ابن سیر بن سعید بن میسّب کا فتویٰ ہے تو مجھے بھی حق ہے کہ جس طرح انھوں نے اجتہاد کیا ہے میں بھی اجتہاد کروں وہ قیاس کو قول صحابی پر مقدم نہیں رکھتے تھے سرخصی نے کہا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ ابوحنیفہ سنت پر عمل کرتے تھے وہ سنت میں حقیقی اور مشتبہ دونوں پر عمل کرتے تھے پھر سنت کے بعد اپنی رائے پر عمل کرتے تھے اس طرح سے انھوں ں ے فقہ کو مکمل کیا ہے عمل حدیث بغیر اضافہ رائے ممکن نہیں ہے عمل رائے بھی ممکن نہیں ہے جب تک حدیث کو شامل نہ کریں ہمارے اصحاب نے سنت ورائے دونوں پر عمل کیا ہے بعض نے سب کو اٹھایا ہے کیونکہ ان کے نزدیک وہ خود اہل حدیث ہیں اور اہل حدیث قرآن کی آیات کو سنت سے نسخ کرنے کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ حدیث کی اتنی طاقت ہے کہ وہ قرآن کو نسخ کر سکے انھوں نے خبر مجہول کو قیاس پر مقدم کیا قول صحابی کو قیاس پر مقدم کیا کیونکہ شبہ ہے کہ قول صحابی رسولؐ اللہ سے نقل ہوا ہے اس کے بعد انھوں نے قیاس صحیح پر عمل کیا ہے ابن حزم نے کہا ہے کہ تمام اصحاب ابی حنیفہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مذہب ابی حنیفہ ضعیف حدیث کو قیاس سے بہتر سمجھتا ہے۔

۵۔استحسان:۔استحسان کا مطلب ہے طلب احسن ہے ماموریت میں بہتر کی تلاش کریں ماموریت میں بہتر کی تلاش کی دو نوعیت ہیں:

ا۔اجتہاد کریں اور جو چیز شریعت میں آئی ہے اس کو رائے سے جوڑیں۔مثلاً انفاق اور عورت کا نان نفقہ ہر شخص اپنی حیثیت سے دے لیکن مشہور یہ ہے کہ معروف سے مراد یہ ہے کہ غالب آراء میں یہ بہتر ہو۔

استحسان کا دوسرا تصور وہ دلیل جو معارض قیاس ہے۔

اصول مذاہب ابوحنیفہ:

کتاب تاریخ تشریع والفقہ الاسلامی ص۲۲۴ پر لکھتے ہیں ابوحنیفہ فقہ میں قرآن وسنت نبوی پر اعتماد کرتے تھے

سنت نبوی کے بارے میں لکھتے ہیں سنت کو خاص شرائط کے تحت قبول کرتے تھے ابوحنیفہ علمار جال کی طرف رجوع کرتے تھے کبھی پیغمبر سے مروی احادیث بھی نہیں لیتے تھے جب تک فقہانے ان پر عمل نہ کیا ہو روایت میں سختی کی وجہ سے ان کا حدیث پر عمل کا دائرہ بہت محدود تھا امام شافعی اپنی کتاب ام میں ابی یوسف سے نقل کرتے ہیں ابویوسف نے کہا آپ اس حدیث کو لے لیں جو عامۃ الناس جانتے ہیں احادیث شاذ پر عمل نہ کریں ابن کریم نے امام محمد باقر سے نقل کیا ہے کہ پیغمبرؐ نے ممبر پر جا کر فرمایا جلد ہی حدیث میرے سے نسبت دیں گے جو قرآن سے موافق ہو وہ میں نے کہا ہے (اسے لےلو) جو قرآن کے مخالف ہے سمجھ لو کہ وہ میں نے نہیں کہا ہے متن حدیث:

فقال:

”ان الحدیث سیغشو علی فما اتاکم عنی یوافق القرآن فھو منی وما آتاکم عنی یخالف القرآن فلیس منی“

ابوحنیفہ خبر آحاد پر توقف کرتے تھے اخبار کے بارے میں بہت شرائط رکھتے تھے لہٰذا وہ متہم ہوئے کہ علم سنت نہیں رکھتے تھے وہ بہت سی ایسی احادیث صحیحہ کو بھی رد کرتے تھے جو ان کے اصول کے خلاف تھیں ابوحنیفہ کے مخالفین نے ان کو متہم کیا کہ وہ حدیث میں امام بننے کے اہل نہیں ان کی اکثر کتابوں میں حدیث کا ذکر نہیں آتا ہے یہاں تک کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ان سے کوئی حدیث نقل نہیں ہوئی علمار جال ابوحنیفہ پر بہت تنقید کرتے تھے علماء رجال نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ وہ زیادہ رائے میں قیاس استعمال کرتے تھے جو کہ ایک قسم کی اتباع ہوا ہے لہٰذا بہت سے علماء نے ان کو مجروح قرار دیا ہے اس حوالے سے ان کو نقد کا نشانہ بنانے والوں میں صاحب بخاری ہیں انہوں نے ان کو ضعیف اور متروکین حدیث قرار دیا ہے ان سے کوئی حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نقل نہیں ہوئی ہے۔

اصول فقہی ابوحنیفہ:

مذہب ابی حنیفہ کن ستونوں پر استوار تھا کتاب الائمہ اربعہ تالیف دکتور احمد شرباصی استاد جامعہ الازھر ص ۲۹ پر لکھتے ہیں ابوحنیفہ عبادات ومعاملات میں آسانی کے قائل تھے اگر جسم ولباس کو کوئی نجاست لگ جائے تو کہتے تھے کہ ہر مائع چیز سے وہ پاک ہوسکتا ہے ضروری نہیں کہ اسے پانی سے پاک کریں اگر انسان کیلئے تاریکی میں نماز پڑھتے وقت قبلہ تعین کرنا ممکن نہ ہو تو غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے اگر بعد میں غلط ثابت ہو تو یہ اجتہاد میں خطا ہوگی۔

۲۔ وہ زکوٰۃ میں اصل کی بجائے قیمت دینا جائز سمجھتے تھے وہ معاملات میں پھل پکنے سے پہلے خریدنے کو جائز سمجھتے تھے گویا ان کی فقہ کی بنیاد تیسیر انسانی پر مبنی تھی۔

۳۔ وہ فقہ میں فقیر اور ضعیف کے حامی تھے وہ عورتوں کی زینتی زیورات پر بھی زکوٰۃ واجب سمجھتے تھے وہ مقروض

انسانوں پر زکوٰۃ کے قائل نہیں تھے اسی سلسلہ میں مدیون انسان کے ساتھ رفق برتتے تھے۔

۴۔ابو حنیفہ تصرفات کی سرگرمیوں کو جتنا ممکن ہو سکے صحیح گردانتے تھے وہ وصی کے لئے مال یتیم میں تجارت کو جائز سمجھتے تھے۔

۵۔ابو حنیفہ انسان کی حرمت کا زیادہ خیال رکھتے تھے لہٰذا وہ بالغ اور رشید لڑکیوں کے بغیر اجازت ولی خود بھی صیغہ جاری کرنے کو جائز سمجھتے ہیں وہ حکومت کی سیادت و آقایت کے قائل تھے حکومت کے مسلمانوں کو ملنے والے غنائم میں تصرفات کے قائل تھے۔

ابو حنیفہ کی فقہ کا بوجھ نقلیات سے زیادہ عقلیات پر قائم تھا اس کی بنیادی وجہ ابو حنیفہ کی نژادی کسب پیشہ ماحول زیست ہم نشینی محیط علمی تمدن عراق سرزمین کوفہ وبصرہ مہد شرق وغرب مرکز علوم علماء مدرسہ معتزلہ میں پرورش پانا ہے ان کی زندگی آرائش و آسائش میں نشو ونما ہوئی ماحول اختلاطی مذاہب تھے اس حوالے سے اگر ہم ابو حنیفہ کو سمجھنے کیلئے عصر حاضر سے تشبیہ دیں گے تو نجف یا قم سے نکلنے والے فقہاء اور مجتہدین کا لبنان سے نکلنے والے علماء و مجتہدین سے موازنہ کر سکتے ہیں ان میں مرحوم آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ اور مہدی شمس الدین کے نام لے سکتے ہیں۔دونوں عالم اسلام کے ایک متمدن ترقی یافتہ غیر مسلمین سے اختلاط والے شہر مرکز آزادی وثقافت غرب وشرق، دونوں مراکز نشر کتب اسلامی میں زندگی کرتے تھے۔

فقہ حنفی میں حیلہ شرعی:

فقہ حنفی میں حیلہ شرعی بطور وافر ملتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حیلہ، شرعی حق کو باطل کرنے کی حد تک ہے یا ناجائز مال یتیم کھانے کی طرح ہے بلکہ بغیر کسی تجاوز کے مشکلات سے نکلنے کا راستہ ہے ابن قیم نے اپنی کتاب اعلام الموقعین میں حیلہ شرعی کو توسیع دینے والوں پر سخت تنقید کی ہے انھوں نے کہا ہے کہ متاخرین علماء نے حیلہ شرعی کو بہت بڑھایا ہے جن کی نسبت آئمہ سے دینا ہے ان کی یہ نسبت ان سے دینا صحیح نہیں ہے جتنے مخفی طور طریقے ایسے ہیں کہ جن سے محرمات حلال ہو جائیں واجبات گر جائیں اور ہر وہ حیلہ جس سے اللہ کا حق یا اللہ کے بندوں کا حق ضائع ہو وہ حیلہ مردود ہے حیلہ شرعی فقہائے حنفی کے نزدیک مشکلات سے نکلنے کا ذریعہ ہے۔

حیلہ شرعی ابو حنیفہ:

حیلہ تیز ذہن پختہ نظر کو کہتے ہیں یہاں شرعی سے مراد وہ شخص جو کسی مسئلہ میں مبتلا ہوا ہے اس سے نکلنے کا اسے کوئی راستہ نظر نہیں آتا ہے اس کو حیلہ شرعی کہتے ہیں ابو حنیفہ حیلہ شرعی میں انتہائی مہارت رکھتے تھے اس سلسلہ میں تاریخ تشریع اور فقہ اسلامی تالیف ڈاکٹر احمد علیان ص ۲۲۸ پر لکھتے ہیں ابو حنیفہ سے پوچھا گیا کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا جو کسی سیڑھی پر بیٹھی تھی کہ اگر سیڑھی سے اوپر گئی تو بھی طلاق ہو گی اور اگر نیچے چلی جائے تو بھی طلاق ہو گی تو ابو حنیفہ نے کہا کہ یا تو

سیڑھی کو اٹھائیں اور زمین پر رکھ دیں یا خود کو اٹھا کر زمین پر رکھو دوسرا سوال ایک عورت کے ہاتھ پانی سے بھرا گلاس ہے شوہر نے کہا اگر تم نے پی لیا تو بھی طلاق ہوگی اگر زمین پر گرا دیں تو بھی طلاق ہوگی اگر کسی اور کو دے دیں تب بھی طلاق ہوگی ابوحنیفہ نے کہا کوئی کپڑا اس پانی میں رکھو پانی کپڑا جذب کر لے گا۔

۳۔اعمش سے نقل ہے وہ بداخلاق تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا اگر تم نے کہا کہ آٹا ختم ہو گیا تو تمہیں طلاق ہوگی یا لکھ کر دیا کہ آٹا ختم ہے یا پھینک دیا تب بھی طلاق ہے اگر کسی اور نے بتایا تو بھی طلاق ہے عورت پریشان ہوگئی ابوحنیفہ سے پوچھا تو ابوحنیفہ نے کہا کہ نیند کی حالت میں تھیلی کو شوہر کے کپڑے کے ساتھ باندھ کے رکھو عورت نے ایسا کیا صبح اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آٹے کی خالی تھیلی بندھی ہوئی ہے اس کو پتہ چلا کہ آٹا ختم ہو گیا ہے اس نے کہا یہ ابوحنیفہ کا حیلہ ہے وہ ہمیں اپنی بیویوں سے شرمندہ کراتے ہیں ان سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جائے۔

اب ہمیں دیکھنا ہے پانچ فقہاء میں سے ابوحنیفہ کو ماننے والے دنیا میں سب سے زیادہ ہیں اس لئے ان کو امام اعظم کے نام سے پکارا جاتا ہے ابوحنیفہ کے امام اعظم ہونے کی وجہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ کسی بھی جواب میں رکتے نہیں تھے پھنستے نہیں تھے سوچتے نہیں تھے وہ بروقت فوراً فوراً محیر العقول مسائل ومشکلات مفصلات کا جواب دیتے تھے ایسا کسی اور کے بارے میں نہیں سنا ہے یہاں سے سوال ہوتا ہے کہ ہمیں حاضر جواب کی تقلید کرنی چاہیے یا شریعت کی پیروی کرنی چاہیے اگر دین وشریعت کی پیروی کرنی ہے اور اس بارے میں پوچھے گئے سوال پر اگر عالم دین یہ کہے کہ میں سوچوں گا میں دیکھوں گا غور کروں گا تو اس میں کیا قباحت ہے اور جو فوراً بتاتے ہیں اس میں کیا خوبی ہے۔

۲۔اگر فی الفور بدیہی ہے بروقت برجستہ جواب دینے والا ہی امام اعظم ہوتا ہے تو دنیا میں ابوحنیفہ سے پہلے اور ابوحنیفہ کے بعد بہت سے مفکرین آئے جو برجستہ جواب دیتے تھے سقراط، افلاطون اور ارسطو کے جوابات برجستہ فی الفور ملیں گے ابوحنیفہ کے بعد ابراہیم بن یسار نظام معتزلی آیا وہ بھی حاضر جواب تھے ۱۶ سال کی عمر میں خلیل احمد نے نظام سے امتحان لینا چاہا کہ اس میں سوچنے سمجھنے کی کتنی صلاحیت ہے خلیل نے نظام سے کہا ہے کہ اس شیشے کی تعریف کرو اس نے شیشے کی چندین تعریف کی پھر اس نے کہا کہ اس شیشے کی مذمت کرو تو اس نے چندین مذمت کی تو پھر خلیل نے نظام سے کہا کہ تمہارا علم ہمارے علم سے زیادہ ہے ہم تمہیں کیا سکھائیں گے۔

مامون رشید نے کہا نظام جیسا دنیا میں کوئی نہیں ہے شریعت الٰہی کے بیان کرنے والے میں ایک شرط بداہت فی الفور سرعت جواب اگر شرط ہے تو ابوحنیفہ کو نعوذ باللہ نبیوں کا استاد ہونا چاہیے کیونکہ مشرکین نے یہود کے کہنے پر نبی کریمؐ سے چند سوالات کئے حضرت محمدؐ کو جواب سمجھ میں نہیں آیا فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا پیغمبرؐ کے ذہن مبارک میں کوئی جواب نہیں آیا الٹا نزول وحی کا سلسلہ بند ہو گیا بعض نے کہا پندرہ دن بند رہا ہے بعض نے اس سے زیادہ کہا بادشاہ ایران نے یمن کے بادشاہ کو خط لکھا سنا ہے حجاز میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو پوری دنیا کو اپنی طرف دعوت دے رہا ہے جاؤ اس کو پکڑ

کے میرے پاس لاؤ بادشاہ نے ایک دستہ فوج مدینہ بھیجا پیغمبرؐ سے کہا ہمارے بادشاہ کو بادشاہ فارس نے لکھا ہے کہ ایک ایسا شخص حجاز میں پیدا ہوا ہے جو دعویٰ نبوت کرتے ہیں یا وہ اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو جائے یا اس کو پکڑ کر ہمارے پاس حاضر کریں پیغمبرؐ حیران ہوئے فرمایا کہ کل آجاؤ میں جواب دوں گا، مہلت طلب کی، اشکالات وسوالات کا بروقت جواب نہ آنا عیب نہیں ہے فرمایا سوچ کے بتاتا ہوں غور و فکر کرنا انسان کی صفت ہے کیونکہ انسان کے پاس تمام علوم نہیں ہوتے ہیں خاص کر علم شریعت جو کہ خالص اللہ کی طرف سے ہے دین و شریعت اللہ کی ہے بشر کی اختراع نہیں ہے یہ اللہ کی ہے متوقف نص ہے یا نزول وحی ہے یا رجوع بوحی ہے لہٰذا یہ کسی کے امام اعظم بننے کا سبب نہیں بن سکتی نہ کسی کو ہمیشہ رہتی دنیا تک مرجع تقلید بناتی ہے۔

ابو حنیفہ حیلہ شرعی کے بھی قائل تھے:

حیلہ کتاب موسوعہ فقہیہ کویتی ج ۱۸ ص ۳۲۸ پر آیا ہے یہ مادہ حول سے بنا ہے جو کہ ایک مال کے دوسرے مال میں ایک خاص تدبیر و تفکر و فراست و ذہانت سے منتقل ہونے کو کہا جاتا ہے اسکے قریب المعنیٰ کلمات میں خدعہ تدبیر مکر تو ریہ ذریعہ آیا ہے اصطلاح فقہاء میں ایک عمل مخصوص کو نوع مخصوص سے انجام دینے کا طریقہ کار اپنانے کو کہا ہے۔ حیلہ کی اپنی جگہ انواع واقسام ہیں بعض جائز ہیں کتاب قصص العرب ابراہیم ہاشم ج ۴ ص ۲۳۲ پر کتاب مستطرف سے نقل کرتے ہیں حضرت ایوب کا حیلہ شرعی ص ۴۴ اس کتاب کے مذکورہ جلد ۵ ص پر آیا ہے عرب میں حیلہ گران بہت نکلے ہیں زیادہ تر شہر طائف سے نکلے ہیں اس میں مغیرہ بن شعبہ عمرو بن عاص مختار ثقفی کا نام لیتے ہیں۔ مغیرہ بن شعبہ اور ایک خوبصورت جوان دونوں ایک عورت کے پاس منگنی کے لئے آئے مغیرہ پریشان ہو گئے یقیناً یہ عورت اس خوبصورت جوان کو ترجیح دیں گی اس کے لئے اس نے سوچا پھر مغیرہ نے جوان سے کہا ماشاءاللہ آپ شکل وصورت میں بے نظیر و بے مثال ہیں کیا اس کے علاوہ بھی کوئی خوبی ہے اس نے اپنی خوبیاں گننا شروع کیں مغیرہ نے پوچھا اچھی صفات ہیں اپنے گھر والوں کے ساتھ کیا سلوک رکھتے ہیں میرے سے کوئی چیز چھپانے کے لئے نہیں رکھ سکتے ہر چیز کا حساب لیتا ہوں خردل برابر حساب لیتا ہوں تو مغیرہ نے کہا لیکن میں تھیلے ان کے پاس چھوڑتا ہوں پتہ نہیں چلتا ہے کہاں خرچ کیا ہے جب کہتی ہے ختم ہوا تو میں دوسرا دیتا ہوں تو عورت نے مغیرہ کو ترجیح دی امام عمرو بن عاص تو ایک قصہ نہیں قصص ہے ان میں سرفہرست یہ ہے کہ والی قدس کے ساتھ کیا ہے والی قدس نے لشکر اسلام سے ایک بااختیار نمائندہ مانگا تو عمرو عاص خود گیا والی نے پوچھا آپ جیسے اور کتنے ہیں کہا بہت ہیں تحفہ وتحائف دیئے لیکن دروازے میں موکل نے دربان سے کہا جونہی نکلے اس کو ماردو اس پر عمرو بن عاص کو احساس ہوا واپس آکر والی سے کہا آپ بہت اچھے انسان شناس ہیں میں چاہتا ہوں کہ اگر آپ اجازت دیں تو اپنے بعض افسران کو بھی آپ سے ملنے کے لئے لاؤں والی نے کہا اچھی بات ہے آپ ضرور لائیں، والی نے دربان سے کہا ان کو نہیں مارنا ہے وہ دوبارہ آئیں گے۔

فقہاء نے حیلہ کی چند اقسام بتائی ہیں۔

۱۔حیلہ مشروع

۲۔حیلہ محرم

۳۔حیلہ مباح

حیلہ مشروع سے مراد وہ شخص جو کسی مسئلہ میں مبتلا ہوا ہے اس سے نکلنے کا راستہ ہے اس کو حیلہ شرعی کہتے ہیں۔ فقہ میں حیلہ شرعی بطور وافر بہت ملتا ہے۔

۱۔مطلقہ ثلاثہ کو حلال کرنے کے لئے رسمی نکاح پڑھ کر طلاق دینا یہ حیلہ جائز نہیں حرام ہے۔

۲۔نکاح سری سیار متعہ حیلہ شرعی ہے۔

۳۔سود کھانے والے کا ایک رقم کے ساتھ ایک معمولی چیز اضافہ کرنے والی رقم میں اضافہ کریں۔

۴۔حرام گوشت کو حرام کھانے والوں کو فروغ کر کے قیمت کھانا واضح مثال ہے۔

ابن قیم نے اپنی کتاب اعلام الموقعین میں حیلہ شرعی کو توسیع دینے والوں پر سخت تنقید کی ہے انھوں نے کہا ہے کہ متاخرین علماء نے حیلہ شرعی کو بہت بڑھایا ہے جن کی نسبت آئمہ سے دی ہے ان کی یہ نسبت ان سے دینا صحیح نہیں ہے جتنے طور طریقے جن سے محرمات حلال ہو جائیں واجبات ساقط ہو جائیں اور ہر وہ حیلہ جو اللہ اور بندوں کا حق ساقط کریں حلال نہیں ہے۔

فقہاء نے حیلہ شرعی میں بہت مہارت دکھائی ہے اس سلسلہ میں تاریخ تشریع اور فقہ اسلامی تالیف ڈاکٹر احمد علیان ص ۲۲۸ پر لکھتے ہیں ابوحنیفہ سے پوچھا گیا کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا جو کسی سیڑھی پر بیٹھی تھی اگر سیڑھی سے اوپر گئی تو تمہیں طلاق ہو جائے گی اور اگر نیچے اترے تو بھی طلاق ہو گی اس سلسلہ میں ابوحنیفہ سے پوچھا تو ابوحنیفہ نے کہا یا تو سیڑھی کو اٹھائیں اور زمین پر رکھ دیں یا خود کو اٹھا کر زمین پر رکھو۔

۲۔سوال ایک عورت کے ہاتھ میں پانی سے بھرا گلاس تھا شوہر نے کہا اگر تم نے پی لیا تو تمہاری طلاق ہو گی اگر زمین پر گرا دیں تو بھی طلاق ہو گی اگر کسی اور کو دے دیں تب بھی طلاق ہو گی ابوحنیفہ نے کہا کوئی کپڑا اس پانی میں رکھو پانی کپڑے میں جذب ہو جائے گا۔

کتاب قصص العرب ابراہیم شمس الدین ج ۲ ص ۵۱۹ ایک مرد کسی عورت کا عاشق ہوا وہ اپنی جگہ فقیر تھا لیکن عورت والے اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے یہ مرد ابوحنیفہ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے فلاں عورت سے عشق ہوا ہے لیکن وہ ہم کو فقیر سمجھ کر نہیں دیں گے اس کے لئے کیا کرنا چاہیے ابوحنیفہ نے کہا تم اپنی زوجہ کو بارہ ہزار درہم میں فروخت کرو گے اس نے کہا نہیں تو ابوحنیفہ نے کہا جاؤ منگنی کروا گر وہ کہیں کہ شہر میں تمہیں کوئی جانتا ہے تو کہو ابوحنیفہ جانتے ہیں

وہ لوگ ابوحنیفہ کے پاس آگئے اس کے بارے میں پوچھا کہا پتہ نہیں اس دن یہاں آیا تھا ان کے پاس کوئی بال تھا ہم بارہ ہزار درہم دینے کے لئے تیار تھے وہ راضی نہیں ہوئے اس کو حیلہ شرعی کہیں گے یا کسی کے حق میں کسی سے خیانت کہیں گے۔

جواب فوراً بروقت دینا:

یہ سوال اپنی جگہ دو نوعیت کا ہوتا ہے ایک دفعہ اس کے فن سے متعلق ہوتا ہے جس فن میں وہ مہارت رکھتے ہیں پڑھا ہے سوچا ہے سوچتے رہتے ہیں ایسا انسان کم پھنستا ہے جیسے ماہرین امراض آنکھ، امراض پیٹ، امراض دل مختصر سوال پر فوراً جواب دیتے ہیں رکتے نہیں ہیں یا کسی کارخانے میں جتنی مشینری ہے خرابی پر ان کے ماہرین واستاد دیکھتے ہی کہتے ہیں کہ خرابی کہاں ہے۔

۲۔ غیر متعلقہ وغیر مربوط سوالات جیسے پیغمبرؐ سے پوچھا کہ آسمان میں کتنے ستارے ہیں یا سورج ہماری زمین سے کتنے فاصلہ پر ہے یا خون کے ایک قطرے میں کتنے خلیات ہوتے ہیں۔

جو علم انسان کا موضوع نہیں اس کا جواب آنا ضروری نہیں ہے بلکہ جواب نہ دینا بہتر ہے ہم ان جوابات کو سامنے رکھنے کے بعد ابوحنیفہ کو لیتے ہیں کہ ابوحنیفہ کے مصادر فقہی کتنے ہیں ابوحنیفہ کے کے مصادر فقہی میں ایک قرآن ہے لیکن ان کے فتاویٰ میں قرآن سے استناد نظر نہیں آتا ہے یا بہت ہی کم نظر آتا ہے۔

۲۔ انھوں نے کہا کہ دوسرا مصدر سنت رسولؐ ہے اس بارے میں بھی ابی حنیفہ نے کہا ہے کہ سنت جب تک رسول کریمؐ سے ہونا ثابت نہیں ہوگی ہم اس پر فتویٰ نہیں دیں گے اصحاب سے نقل پر بھی فتویٰ نہیں دیں گے تابعین کی نقل پر بھی فتویٰ دیں گے اخبار احاد پر بھی فتویٰ نہیں دیں گے

۴۔ اس طرح ابی حنیفہ کے نزدیک حدیث کا دائرہ ضیق ومحدود ہے اجماع اور قیاس ہے ان کے نزدیک اجماع امت شرط ہے اجماع کا دعویٰ کرنے کے لئے کوئی عالم نہیں چاہیے جو یہ کہہ دے کہ یہ اجماع ہے۔

چنانچہ شیعوں نے بغیر کسی معیار کے حضرت علی کی خلافت کی دلیل حضرت علی کا مولود کعبہ ہونا قرار دیا ہے پھر اس کو ثابت کرنے کے لئے اجماع امت قرار دیا ہے پھر اجماع کے منکر وہابی سعودی کہہ کر خاموش کرتے ہیں مثلاً حضرت علی کا کعبہ میں پیدا ہونا ایک قیل ہے جبکہ شیعہ کہتے ہیں کہ یہ اجماع امت اسلامیہ ہے' اگر کوئی کہے اس میں کوئی اجماع نہیں آیا تو کہتے ہیں آپ سنی یا وہابی ہونگے یا کہیں گے آپ سے بحث نہیں کریں گے تو ان سے کیسے لڑیں جب کوئی من گھڑت گوئی کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس کو جواب دینا بے وقوفی ہے حنفیوں کے اجماع کا اگر حشر دیکھنا ہے تو فقہ مقارن پر لکھی کتابوں میں دیکھیں کتابوں میں جگہ جگہ لحہ لحہ اختلاف ہے جس دے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اجماع کا دعویٰ کتنا شرمناک ہے۔

البتہ مہدی شمس الدین فتواء نہیں دیتے تھے لیکن اجتہادات فقہاء اوران کے فتاویٰ حتیٰ اصطلاحات پر نکتہ چینی کرتے تھے لیکن فضل اللہ نے مرجع ومفتی بننے سے پہلے ان کے بہت سے پول کھولے تھے لیکن مرجع بننے کے بعد ان کو واپس لیا گویا ان کے بغیر رجعت نہیں چلتی ہے۔اس منصب پر فائز ہوئے وہ تاریخ مرجعیت میں واحد شخصیت ہیں جو آج کی اصطلاح کے تحت کھلی کچہری لگاتے تھے کہ ہر طرف سے جس طرح سے سوال کرنا چاہیں کرسکتے ہیں قرآن و حدیث کے بارے میں فقہ کے بارے میں تاریخ کے بارے میں دنیا میں چلتی سیاسیات میں کوئی بھی کسی بھی قسم کے سوال کو رد نہیں کرتے تھے ٹرخاتے نہیں تھے ڈانٹتے نہیں تھے چنانچہ ان کے سوال وجواب کے مجموعہ کی ندوہ کے نام سے سولہ ضخیم جلد نکالی گئی ہیں یہاں تک کہ مغرب والوں نے ان کے بارے میں یہ اظہار کیا ہے کہ وہ ایک ایسی شخصیت ہیں کہ جنہیں کسی بھی سوال میں پھنسا نہیں سکتے ہیں ابوحنیفہ اپنے دور میں ان جیسی شخصیات میں سے تھے جس کسی نے پھنسانے کی کوشش کی وہ اس کو قانع کرتے تھے لہٰذا وہ امام اعظم وامام اکبر بنے کتاب موسوہ مفتاح سعادہ ومصباح السیادہ تحقیق علی دحرج ص ۵۹۶ پر ان کے جوابات مسکنہ کے کچھ نمونے بیان کرتے ہیں وہ ملاحظہ کریں جواب مسکنہ کی مثال ہم کسی اور سے دیتے ہیں تاکہ آپ کے ذہن ان کو سمجھنے کیلئے آمادہ ہوجائیں کتاب قصص العرب ج ۴ ص ۶۲ پر آیا ہے اندلس کے شہر صیقلہ میں ایک نامور خطیب غراب کے نام سے تھا یورپ کے گوشہ وکنار سے طلبہ ان سے خطاب سیکھنے کیلئے آتے تھے ان میں سے ایک یونان سے آئے تھے ان کا نام تھا تی سیائسی تھا ان کو شوق تھا خطاب سیکھیں جب اس نے خطاب کا نصاب ختم کیا تو ان کو معاوضے میں کچھ رقم دینا تھی۔

تو وہ یہ رقم دیئے بغیر واپس جانا چاہتے تھے شاگرد نے استاد سے کہا میرے معلم خطاب کی تعریف کیا ہے خطاب کسے کہتے ہیں تو معلم نے کہا خطابیہ اسے کہتے ہیں جسے قانع کرنا آتا ہو یعنی جواب مسکت دینا آتا ہو یعنی وہ جواب میں رکتا نہیں ہے حاضر جواب ہوتا ہے تو شاگرد نے استاد سے کہا ٹھیک ہے میں آپ سے طے شدہ اجرت کے بارے میں مناظرہ کرنا چاہتا ہوں، اگر میں آپ کو قانع نہیں کرسکا تو میں آپ کو پیسہ نہیں دوں گا کیونکہ میں آپ کو قانع نہیں کرسکا اگر میں نے آپ کو قانع نہیں کرسکا تب بھی میں آپ کو کچھ نہیں دونگا کیونکہ میں نے آپ سے کچھ سیکھا نہیں ہے سیکھنے کی بنیاد پر دینا تھا تو معلم نے جواب دیا ہم بھی تم سے مناظرہ کرتے ہیں اگر میں نے تمکو منوایا تو تم کو دینا پڑے گا میں نے تم کو قانع کیا تو بھی تم کو دینا پڑے گا اگر قانع نہ کرسکا تو بھی تم کو دینا پڑے گا کیونکہ تم بہتر شاگرد ہو تم استاد سے آگ بڑھ گئے ہو لہٰذا تم کو دینا پڑے گا۔ابوحنیفہ قاضی کے عہدے پر نہیں تھے ان سے بازار میں مسجد میں ہر شخص جو دل میں آیا سوال کرتا تھا وہ لوگوں کو خاموش کراتے تھے تو لوگوں نے ان کے جوابات کو فقہ کہا ہے اب ابوحنیفہ جیسا کوئی شخص نکلے تب پتہ چلے گا کہ انھوں نے کہاں ڈنڈا مارا ہے اس بارے میں کسی نے سوچا ہے یا نہیں، معلوم نہیں ہے ان کے مقابل میں کھڑے لوگ قرآنی آیات پیش کرتے تھے ان کے پاس پیغمبرؐ کی قطعی سنت تھی ان کے پاس جو جمع تھا

اصحاب وتابعین کے قیل وقال کے جوابات تھے تو ان کے ہاں عقل کا مقابلہ عقل سے تھا تو کمزور عقل والوں پر قوی عقل والے غالب تھے اگر حاضر جواب ہونا جیسا کے سوال کا کسی کو جواب نہ آتا ہو اس کو بڑا عالم کہنا درست ہے لیکن جو اس نے کہا ہے وہ حکم اللہ بھی ہے کیونکہ ابراہیم بن سیار نظام بھی حاضر جواب تھے یحیٰ بن اکثم بھی حاضر جواب تھے معاویہ اور ابو منصور بھی حاضر جواب تھے۔

کتاب وفیات الاعیان ج ۶ ص ۳۷۸ رجال ۸۲۴ ابی لیلیٰ ابو حنیفہ جیسے اصحاب رائے تھے وہ کوفہ میں ۳۳ سال تک بنی امیہ کی طرف سے قاضی رہے اس کے بعد بنی عباس کے دور میں بھی قاضی اور مفتی بھی رہے سفیان ثوری نے کہا ہے ہمارے فقہاء ابن ابی لیلیٰ ابن شرباسی ہیں جنہوں نے ۱۴۸ھ میں وفات پائی ہے فقہاء میں اہل رائے اور اہل حدیث کے درمیان جھگڑا چلتا تھا سی طرح ابی لیلیٰ اور ابو حنیفہ کے درمیان بھی جھگڑا تھا دونوں کے درمیان جھگڑا چلتا تھا لیکن ابو حنیفہ ابی لیلی کے فیصلوں کے خلاف فتویٰ دیتے تھے یہاں تک کہ قاضی نے امیر کوفہ سے شکایت کی اور امیر نے ابو حنیفہ کو فتویٰ دینے سے روکا ان دونوں میں تصادم تھا ابو یوسف دو اصحاب رائے کے شاگرد تھے مثل ابو حنیفہ ابو یوسف بدیہی الجواب جواب بروقت فوراً دیتے تھے قانع کنندہ بھی تھے ابو حنیفہ اور ابو یوسف کی شناخت ان کا بروقت جواب تھا یہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے واقعیت رکھتے ہیں ایسے افراد تاریخ میں ندرت سے پیدا ہوتے ہیں لیکن ندرت کے باوجود بہت زیادہ بھی گزرے ہیں یہ تنہا کثرت وصلاحیت ذہنی نہیں بلکہ ایک موضوع میں محو ومستغرق ہونے سے ہوتا ہے جیسا کہ بنیادی طبی مسائل سے تمام ڈاکٹر واقف ہوتے ہیں جبکہ بروقت جواب اس کے متخصص ڈاکٹر ہی دے سکتے ہیں ابو حنیفہ اور ابو یوسف نے دیگر علوم میں مہارت وقابلیت نہیں دکھائی ہے ان کی تمام تر ہنر ومہارت مسائل قضاوت میں تھی ابو یوسف کے لئے اس ضمن میں دو اساتذہ ابی لیلیٰ وابی حنیفہ کے علاوہ خود سالہا ئے سال کا تجربہ بھی کارآمد تھا۔

کتاب ابوزھرہ ص ۳۷۹ھ پر لکھا ہے ابو حنیفہ نے کوئی کتاب نہیں چھوڑی ہے مگر چھوٹے چھوٹے کتابچے لکھے ہیں:

۱۔ فقہ اکبر رسالہ عالم ومتعلم رسالہ عثمانی متوفی ۱۳۲ھ ایک رسالہ قدریہ کی رد میں لکھا تھا۔ یہ سارے رسالے علم کلام اور مواعظ کے بارے میں تھے۔ فقہ کے بارے میں ان کی کوئی کتاب نہیں ان کے شاگردوں نے ان کے علم کو پھیلایا ہے۔ دوسری کتاب ابو حنیفہ اور قاضی ابن ابی لیلی کے درمیان مناظرات پر مشتمل ہے، تیسری کتاب اوزاعی کی رد میں ہے اور چوتھی کتاب خراج ہے۔ ان کے دوسرے شاگرد محمد بن شیبانی ہیں متولد ۱۳۴ متوفی ۱۸۹ھ لیکن وہ زیادہ دیر ابی حنیفہ کے ساتھ نہیں رہے ہیں۔ شیبانی ابی یوسف کے ساتھ زیادہ رہے اور ان سے زیادہ علم حاصل کیا ہے انھوں نے فقہ پر جامع اشتات کے نام سے کتاب لکھی ابو یوسف نے کتاب مبسوط، کتاب زیادت، کتاب جامع صغیر، کتاب جامع کبیر لکھی۔

ان کی احادیث اور فتویٰ کو ابو یوسف نے جمع کیا اور فقہ اکبر بھی لکھی ہے لیکن یہ نسبت ان سے صحیح نہیں ہے ابن عقدہ نے ایک کتاب فقہ ابی حنیفہ کے نام سے لکھی ہے۔

ان دونوں نے بغیر کسی کمی بیشی فتاویٰ ابو حنیفہ جمع کیئے ان میں اور کسی کا فتویٰ نہیں تھا یا کسی اور سے بھی انہوں نے لیا ہے جبکہ ابو یوسف نے جو ابو حنیفہ سے پہلے ابی لیلیٰ کے ساتھ رہے ہیں انہوں نے فتاویٰ خالص ابو حنیفہ سے نہیں لئے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا درست ہے کہ ان میں خود ان کے ۳۵ سال کے تجربات وتحقیقات بھی شامل ہیں جو ابو حنیفہ سے مختلف ہو سکتے ہیں کیونکہ ابو حنیفہ تجربہ سے نہیں گزرے تھے ان کے صرف نظریات تھے لیکن ابو یوسف تجربات سے بھی گزرے۔

مذہب حنفی کو فروغ ابو یوسف کی وجہ سے ملا ہے جہاں ان کی سلطنت تھی وہاں ان کا مذہب مروج ہوا لیکن مصر میں مالکی وشافعی فقہ بھی چلتی تھی ایک دوسرے سے جھگڑا بھی چلتا تھا جب فاطمی آئے تو شیعہ فقہ چلی صلاح الدین ایوبی آئے تو شافعی فقہ چلی نور الدین زنگی آیا تو حنفی فقہ چلائی جب حکومت مما لک آئی تو فقہ مذاہب اربعہ چلی۔

۳۔ابو حنیفہ کے شاگرد نے کہا ہے ابو حنیفہ کے مخالفین کی بات پر عمل مت کرو ابو حنیفہ اور ہمارے اصحاب نے کوئی مسئلہ بیان نہیں کیا ہے مگر وہ قرآن وسنت کے مطابق ہو کوئی فتویٰ قرآن وسنت کے مخالف نہیں ہے ابو یوسف نے کہا ہے تفسیر حدیث وفہم حدیث میں ابو حنیفہ سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا ابو حنیفہ تشخیص حدیث میں ہم سے زیادہ صلاحیت رکھتے تھے اگر فتویٰ میں اصحاب اختلاف رکھتے ہیں تو اس فتویٰ کو لیتے تھے جو قرآن سے نزدیک ہو یا سنت نبی سے نزدیک ہو سکری نے بھی حمزہ سے نقل کیا ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا ہے میں اللہ کی کتاب کو لیتا ہوں اور اللہ کی کتاب میں نہیں ملے تو سنت رسولؐ کو پکڑتا ہوں اور اگر قرآن وسنت رسولؐ میں نہیں ہے تو اصحاب میں چاہے جس صحابی کا قول لے لوں چاہے جس صحابی کا قول چھوڑ دوں اصحاب کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کو نہیں لوں گا۔

۴۔اجماع اصل سوئم فقہ ابو حنیفہ ہے اجماع امت ہے سرخصی نے لکھا ہے اس امت کا اجماع موجب علم ہے یہ امت کے لئے ایک کرامت ہے دین پر اللہ نے اجماع امت کو حجت شرعی قرار دیا ہے اور ان کے لئے دین میں ایک کرامت ہے یہ مذاہب فقہاء ومتکلمین ہے۔

حاضر جواب والوں کا تاریخ میں کوئی مقام نہیں:

۱۔اللہ نے ابلیس سے خطاب میں فرمایا تمہیں کس چیز نے میرے امر کی ممانعت پر اکسایا ہے جواب خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔

۲۔معاویہ نے کسی یمنی سے کہا تم کتنے برے لوگ ہو یمنی نے کہا تم قریشی کتنے برے لوگ ہو اگر یہ حق ہے تو اللہ آسمان سے ہمارے اوپر پتھر برسائے۔

تاریخ قصص عرب ابراہیم شمس الدین ج ۴ص ۳۸ پر آیا ہے بنی تمیم میں ایک شخص حاضر جواب تھا اس کا نام حنصلہ تھا اس قوم کی ایک عورت کو عقد میں لایا اس سے چند اولاد پیدا ہوئے ان میں سے ایک بچے کا نام مرہ تھا باپ نے کہا تم خبیث ہو جس طرح تمہارا نام خبیث ہے اس نے جواب میں کہا ہم سے زیادہ وہ خبیث ہے جس نے میرا نام خبیث رکھا ہے تم برے ہو یا کواڑا اپنے مرد بیٹے نے کہا مجھے تعجب ہے آپ یک مشرکین پر یا حنصلہ کورا ہوتا ہے باپ نے کہا تم انسان نہیں ہو کہا باپ جیسا ہوں باپ نے کہا تم کہیں کامیاب نہیں ہوگے تو اس نے کہا کیسے کامیاب ہونگا جس کے باپ تم ہوگے۔

فقہ میں حاضر جوابی کوئی ترجیحی بات نہیں جس طرح ایک عرصے سے مجتہد اور مقلدین میں ہم زبان ہونا ہم علاقہ ہونا جیسے فرسودہ وبیہودہ بلکہ غیر عقلی امتیازات ہیں۔

منصب قضاوت قرآن وسنت میں:

کتاب موسوعہ فقہیہ کویتۃ ج ۳۳ص ۲۸۲ پر آیا ہے قضاء لغت میں قطع وفصل کو کہتے ہیں قضاء یقضی اذا حکم وفصل اصطلاح فقہاء میں فصل خصومات وقطع نزاعات کو کہا ہے قضاوت فصل خصومات وقطع نزاعات وہی کرسکتا ہے جس کے ہاتھ میں طاقت وقدرت ہو، رعایا اس کو ماننے پر مجبور ہو اس کے فیصلے کو تسلیم کرنا پڑے چاہے پوری ملت کی سطح پر ہو جیسے ملکوں میں قائم حکومتی عدالتیں یا علاقوں میں جاری پنچایت وغیرہ یا خاص گروہوں وغیرہ کو لانے والوں کی سطح پر ہو تاریخ اسلام میں یہ منصب مخصوص رسول اللہ تھا مدینہ میں آپ خود قضاوت فرماتے تھے دور دراز علاقوں میں اپنا نمائندہ بھیجتے تھے آپ کے بعد خلفاء قضاوت کرتے تھے یا امت میں بہتر ولائق شخص کو متعین فرماتے تھے اس طرح دوسرے علاقوں میں خود والی کرتے تھے یا والی کسی کو نصب کرتے تھے یہ سلسلہ خلفاء بنی امیہ اور ان کے بعد بنی عباس میں رہا بنی عباس کے ابتدائی دور میں منصور دوانیقی نے ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ منصب قضاوت قبول کریں گے لیکن انہوں نے سختی سے مسترد کیا۔

ابوحنیفہ خلیفہ یا والی کی طرف سے منصوب قاضی نہیں تھے بنی امیہ کے دور میں ابی لیلیٰ تھے ابوحنیفہ ابولیلیٰ کے فیصلوں کے خلاف فتویٰ دیتے تھے اگر آج کل کے محاورے کے تحت تعبیر کریں وہ مشاور مقدمات تھے لوگ ان سے مشورے مانگتے تھے لہذا وہ قاضی نہیں آزاد مفتی تھے بلکہ وہ مخمصوں سے نکلنے کی تجاویز دیتے تھے۔ حنفیوں سے یہ سوال ہے کہ کیا ابن عباس یا عثمانی یا آج کل کے مسلمان ملکوں کی عدالتوں میں قاضی بننا جائز ہے تو ابوحنیفہ نے کیوں مسترد کیا ہے آپ ان کی کیوں تعریف کرتے ہیں انہوں نے اس کو ٹھکرایا اگر نا جائز تھا تو ابو یوسف نے کیوں قبول کیا۔

یہی سلسلہ الیٰ یومنا ھذا جاری رہا واضح نہیں ہوا ایک گروہ اس کو قبول کرتا ہے دوسرا اس کو رد کرتا ہے لیکن ہمارے بلتستان میں یہ منصب بے پدر و مادر قرآن وسنت رسول اللہ سے عاری بلکہ ضد قرآن ورسول از خود دعویٰ قاضی

کر کے چلاتے ہیں جہاں الٹا جاہلوں نے بھی دعویٰ کر کے حقوق وراثت کو تہہ و بالا کیا ہے فرق اتنا ہے کہ حکومت کی طرف سے منصوب قاضی حکومت سے وظیفہ لیتے تھے جب کہ انہوں نے ہدیہ کے نام سے رشوت ستائی کر کے حقوق ملنا مشکل بنایا ہے اس کی لمبی فہرست کو پیش کریں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی لیکن میں اور میرے بھائیوں کو اپنے حق سے محروم رکھنے والی چند جاہل قاضی مولانا محمد صادق ضامن علی مظاہر عباس طہ نے ہمیں محروم کر کے رکھا ہے اس منصب کے حوالے سے یہاں بحث امام اعظم ابوحنیفہ کی ہو رہی ہے ابوحنیفہ کی آراء وفتویٰ کو آج تک اسلامی ملکوں میں سرکاری سطح پر ترویج ملنے کی وجہ ابوحنیفہ کے شاگرد ابو یعقوب بن ابراہیم کنیت ابو یوسف سے ملی ہے جہاں آپ ہارون رشید کی طرف سے قاضی قضات تھے ہارون رشید نے ابو یوسف شاگرد ابوحنیفہ کو قاضی بنایا دوسروں سے ہدیہ لیتے تھے یہاں نہیں اس سے باہر ہے کوئی علم نہیں لیکن جو ہدیہ انہوں نے ہارون سے لیا ہے وہ بہت ہے ان کی تنخواہوں سے زیادہ تھا بلکہ انعامات تھے۔

ابوحنیفہ اور ابو یوسف کی قضاوت کو جمع کرنے کے بعد جائزہ لینا ہوگا کہ یہ ایک لیاقت وصلاحیت نبوغت فکری کے تحت قضاوت کرتے تھے یا آیات قرآن اور سنت رسولؐ سے استناد کر کے کرتے تھے اس سلسلہ میں بہت سی شخصیات تاریخ میں گزری ہیں چاہے اہل دین ہوں یا اہل دنیا و اہل سیاست یا اہل فلسفہ ہوں کہتے ہیں سقراط اس میدان میں بہت آگے تھے کسی کو موقعہ نہیں دیتے تھے مسائل ومشکلات حل کرنے والے ماہرین میں شمار ہوتے تھے ہم آگے ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے بعض فتاویٰ قضاوتیں پیش کریں گے ابھی ابی یوسف کے قاضی بننے کی کہانی بیان کرتے ہیں کتاب وفیات الاعیان ابن خلکان ج ٦ ص ۳۸۱ پر آیا ہے ابو یوسف کا رشید کے ساتھ رابطہ کیسے ہوا کہتے ہیں ابو یوسف نے ابو حنیفہ کی وفات کے بعد بغداد میں سکونت اختیار کی ہارون رشید کے کسی قائد لشکر نے قسم کھائی وہ اس قسم سے نکلنا چاہتے تھے کوئی فقیہ تلاش کر رہے تھے کہ اس سے سوال کرے کوئی ابو یوسف کو لایا انھوں نے ان سے سوال کیا ابو یوسف نے کہا اگر آپ یہ کریں گے تو آپ نے قسم نہیں توڑی ہے وہ خوش ہو گئے چند دینار دیئے اور اپنے گھر کے قریب گھر خرید کر دیا یہ قائد لشکر ہارون رشید کے دربار میں پہنچا ہارون رشید کو غمگین پایا ہارون نے کہا کہ مجھے ایک شرعی مسئلہ پیش آیا ہے اس کے لئے ایک فقیہ کی ضرورت ہے تو اس نے ابو یوسف کو بلایا جب وہ دربار میں آیا تو ایک جوان کو پایا کہ وہ کمرے میں حبس ہے ہارون نے پوچھا آپ کون کہا میرا نام یعقوب ہے تو ہارون نے پوچھا ایک امام نے ایک مرد کو زنا کرتے دیکھا ہے آیا اس پر حد چلے گی یوسف نے کہا حد نہیں چلے گی ہارون نے فوراً سجدہ کیا ہارون نے پوچھا اس کی کوئی دلیل ہے آپ نے کہا پیغمبرؐ نے فرمایا ہے حد شبہ سے ساقط ہوتی ہے شبہ کیسے ہوا آنکھ سے دیکھا ہے دیکھنے سے حد نہیں لگتی ہے۔

یہ حدود علم سے نہیں چلتی ہیں اپنے علم کی بنیاد پر قضاوت نہیں کر سکتا تو وہ پھر سجدے میں گر گئے اور مجھے بہت ہدیہ دیا اور مجھے اپنے پڑوس میں رہنے کا حکم دیا اس کے بعد اور بھی بہت تحائف دیے۔

ابو یوسف قاضی قضاوت بغداد:۔ابو یوسف کو چند زاویے سے سمجھنے کی ضرورت ہے:

ا۔ابو یوسف میں موجود علم وذہانت وفراست اور لیاقت وصلاحیت میں تین ہستیاں شریک ہیں۔ایک ابی لیلیٰ قاضی کوفہ کی ہے ابو یوسف نے طویل عرصہ ان کے ساتھ گزارا ہے۔دوسری ہستی ابوحنیفہ ہے ان کے ساتھ بھی طویل عرصہ رہے ہیں تیسری شخصیت خود ابو یوسف ہے ابو یوسف خود اپنی جگہ دو مفتیوں کے شاگرد رہے اس کے علاوہ طویل عرصہ سب سے بڑی امپراطور عباسی کے قاضی رہے ہیں لیلیٰ کا تجربہ ابوحنیفہ کا تجربہ اپنا تجربہ سب ملا کر قضاوت کی ہے ابو یوسف نے ہارون کے دباؤ سے آزاد ہو کر فتاویٰ دیئے ہیں یا دباؤ میں آکر آئیں دیکھتے ہیں۔

صاحب وفیات الاعیان ص۳۸۴ پر لکھتے ہیں بشر بن ولید کنندی نے کہا ہے کہ انھوں نے ابی یوسف سے سنا ہے کہ میں رات کو سونے کے لئے بستر پر تھا اتنے میں دق الباب ہوا دیکھا کہ وہ ہرثمہ بن اعین تھے کہا امیر نے تم کو بلایا ہے خلاصہ میں ان کے دربار میں پہنچا تو وہاں عیسیٰ بن جعفر بیٹھے ہوئے تھے میں نے ہارون کو سلام کیا اس نے جواب دیا مجھے بٹھایا ہارون نے عیسیٰ بن جعفر کی طرف اشارہ کر کے کہا اس کے پاس ایک کنیز ہے میں نے ان سے کہا کہ یہ کنیز مجھے دے دو تو وہ مجھے نہیں دے رہا ہے میں نے ان سے کہا کہ وہ مجھے فروخت کر و وہ بھی نہیں کر رہا ہے اللہ کی قسم اگر وہ مجھے نہیں دیں گے تو میں اسے ماردوں گا،ابو یوسف نے عیسیٰ ابن جعفر سے پوچھا آپ کی کیا قیمت ہے امیر المومنین کو نہیں دے رہے ہو تو عیسیٰ نے کہا آپ نے جلدی بات کی مجھ سے پوچھا نہیں میں نے کہا ہاں کیا بات ہے عیسیٰ نے کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ یہ کنیز نہ کسی کو دونگا اور نہ فروخت کروں گا اگر فروخت کروں تو میری بیوی کو طلاق ہوگی میری جائداد صدقہ ہو جائے گی تو میں اس کو کیسے دے دوں ہارون رشید نے ابو یوسف سے پوچھا اس سے نکلنے کا کوئی چارہ ہے کہا ہاں ہے کیا ہے؟ تو کہا یہ آدھا حصّہ آپ کو ھبہ کرے اور آدھہ حصہ فروخت کرے تو اس طرح سے نہ پورا ھبہ کیا نہ پورا فروخت کیا ہے تو اس نے کہا کہ میں نے آدھا امیر المومنین کو ھبہ کیا ہے پھر کہا آدھا حصہ اس نے ایک لاکھ دینار میں فروخت کیا ہارون نے دونوں قبول کیا اور جاریہ دے دیا۔

ہارون نے پھر پوچھا ایک مسئلہ اور ہے یہ کنیز ہے اس کے لئے استبراء چاہیے مجھے وہ برداشت نہیں ہے مجھے ابھی چاہیے مجھے رات گزارنا برداشت نہیں ابو یوسف نے کہا اس کو آزاد کریں اور ازدواج کریں اس نے کہا اگر میں اس کو آزاد کروں تو کون یہ میرے عقد میں دے گا کہا ہم کرتے ہیں مسرور اور حسین کو بلایا ان دونوں سے کہا کہ بیس ہزار دنیار میں اس کو میرے عقد میں دے دو بیس ہزار دینار دیا پھر ہارون نے مسرور سے کہا یہ دو لاکھ درھم اور بیس صندوق لباس ابو یوسف کو پہنچا دے' بتائیں ہدیہ اور رشوت میں قاضیوں کے لئے فرق کیا ہے کیا حکومت جو ہدیہ دیتی ہے قاضی کو لینا چاہیے۔ہارون نے ایک اور رات کے بے وقت ابو یوسف کو بلایا ابو یوسف نے پوچھا کیوں بلایا ہے سامنے ایک کنیز تھی کہا میں چاہتا ہوں اس سے ہمبستر ہو جاؤں یہ نہیں مانتی کیا کہتی ہے ہم تمہارے لئے جائز نہیں کیونکہ مجھے تمہارے

باپ نے پہلے استعمال کیا تھا اس کا کیا حل ہے ابو یوسف نے کہا امیر المومنین آپ کریں عورت کی بات پر کیا اعتبار ہے یہ مسئلہ باہر کسی اور فقیہ سے پوچھا کہ ابو یوسف نے ایسا فتویٰ دیا ہے تو اس فقیہ نے کہا کہ ہارون اور کنیز کی ایمان داری اپنی جگہ، خود قاضی کا ایمان محل سوال ہے۔

ہارون نے کہا میں اس کے لئے آپ کو الگ آدمی دیتا ہوں چنانچہ تاریخ میں ایمانداری علم قرآن اور سنت سے واقف وآشنا والے کم ملیں گے بلکہ رشوت ستائی حکومتوں کے زیر اثر ہوتے ہیں یہ ان کے معمولیات میں سے تھے ابو یوسف کی ہارون کو راہ حل دکھانے کی قصہ کہانیاں بہت ہیں ابو یوسف کیسے ابو حنیفہ کے نائب بن سکتے ہیں جو منصور کی قضاوت کو مسترد کر کے جیل گئے ابو یوسف نے اس قضاوت کو سینے سے لگایا آپ ابو حنیفہ کی تقلید میں نہیں اگر تقلید جائز ہے تو حنفی ابو یوسف کے مقلد ہیں۔

تاریخ قضات میں آیا ہے کہ عہدہ قاضی فی زمانہ حل تنازعات اور فصل مخاصمات وخصومات کی صلاحیت رکھنے والوں کو دیا جاتا ہے ان کی دیانت یا علمی درجات ملحوظ خاطر نہیں رکھتے تھے چانچہ قاضی شریح خلیفہ دوم کے دور سے لے کر یزید بن معاویہ اور اس کے بعد بھی قاضی کوفہ رہا ہے اس کا علمی مقام یا دیانتداری چندان معروف نہیں تھی چنانچہ خود ہارون نے ایک شخص کو بلا کر کسی کی جگہ قاضی بن کر جانے کے لئے کہا تو اس نے انکار کیا، کہا میں مسائل شرعی سے چندان واقف نہیں ہوں۔

کتاب قصص العرب ج (جلد کا نمبر) ص ۴۶۶ ایک شخص حج کو جاتے وقت اپنے اموال ودرہم کسی کے پاس چھوڑ کر گئے واپسی پر اس سے مال طلب کیا تو اسنے انکار کر دیا تو یہ شخص قاضی سے متوسل ہوئے قاضی ایاس نے کہا دو تین دن مہلت دیں قاضی نے اس شخص کو طلب کیا اس سے کہا میں کسی سفر پر جا رہا ہوں سنا ہے کہ آپ شہر میں معتمد مومن انسان ہیں لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھیں یہیں ان اموال کے رکھنے کی جگہ بنائیں پھر ان کو اٹھانے کے لئے چند مزدور اپنے ساتھ لائے وہ شخص چلا گیا اس کے بعد شخص حاجی آیا تو ایاس نے کہا جاؤ اپنا مال طلب کرو اس نے جا کر مال طلب کیا تو اس نے معذرت کے ساتھ مال اس کو دیا اور خود قاضی کے پاس مزدور لے کر گیا تو قاضی نے کہا میرا سفر جانے کا ارادہ بدل گیا اللہ تم جیسے لوگوں کو پیدا نہ کرے۔

امام مالک بن انس:

ا۔ مالک بن انس بن مالک الاصبحی ان کی اصل یمن سے تھی ان کے اجداد نے مدینہ میں سکونت کی تھی ان میں سے ابو عامر پیغمبرؐ کے اصحاب میں سے تھے بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے، مالک کے جد مالک تابعین میں سے تھے کہتے ہیں امام مالک کے جد مالک ان چار افراد میں سے تھے جنہوں نے حضرت عثمان کو رات میں دفنایا تھا امام مالک جیسا کہ وفیات الاعیان ج ا ص ۱۳۵ رجال ۵۵۰ اور کتاب ضحیٰ الاسلام ج ۲ ص ۱۵۹ پر آیا ہے ۹۵ھ میں پیدا ہوئے

۱۷۹ میں ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۲۔علم کا آغاز عبدالرحمٰن بن حرمز سے کیا طویل عرصہ ان کی شاگردی میں رہے' کتاب تاریخ نحو ۹۲ پر آیا ہے ابن خلکان عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج علم نحو وانساب عرب میں عالم تھے لیکن وہ ابوالاسود دوئلی کے شاگرد نہیں تھے امام مالک ان سے تیرہ سال پڑھے ہیں لیکن امام مالک نے کبھی کسی بھی مسئلہ کا ان سے استناد نہیں کیا ہے بعض تاریخ میں آیا ہے وہ علوم مناظرہ ومجادلہ سے مربوط تھے کتاب تاریخ تشریع وتاریخ الفقہ اسلامی ص ۲۳۶ میں لکھا ہے وہ شیوخ امام مالک میں سے تھے امام مالک نے فرمایا جالست ابن ہرمز ثلاث عشرہ نبوغت فی العلم لم ابثہ لما حد من الناس ربیعہ فقہ میں مدینہ میں علماء رائے تھے اس کا معنی ہے کہ وہ ابتداء علم فقہ میں اصحاب رائے تھے سترہ سال کی عمر میں فتویٰ دینا شروع کیا تھا جب ستر علماء نے ان کی تائید وتوثیق کی ان کے علاوہ نافع مولا عبداللہ بن عمر شہاب زہری ربیعہ بن عبدالرحمٰن سے بھی علم حاصل کیا۔

شیوخ مالک بن انس:

امام مالک نے جن علماء سے علم حدیث سیکھا ہے ان کو اصطلاح محدثین میں شیوخ کہتے ہیں کتاب الائمۃ اربعہ تالیف دکتور احمد شرباصی ص ۳۷ پر مالک بن انس کے شیوخ کے بارے میں کتاب تہذیب الاسماء والغات سے نقل کیا ہے مالک نے نوسو شیوخ سے علم حاصل کیا ان میں سے تین سو تابعین چھ سو تبع تابعین تھے مالک زیادہ تر عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج سے پڑھے ہیں اتنا وقت کسی اور سے نہیں پڑھا ہے ان کے اساتذہ میں سے ایک عبدالرحمٰن فروخ ہیں ان کے پاس بچپنے میں پڑھا ہے شیوخ مالک میں سے ایک نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر ہے ان کے شیوخ میں سے ایک محمد باقر ہے محمد بن مسلم زہری عبدالرحمٰن بن زکوان یحییٰ بن سعید انصاری ابوحازم سلمی بن دینار محمد بن منکدر رعبداللہ بن دینار رہشام بن عروۃ بن زبیر ہیں۔

کتب تاریخ پڑھنے والوں کی ایک غلطی کہیں کہ لکھنے والے تاریخ میں حلقات مفقودہ کا خیال نہیں رکھتے ہیں اس سے جو بنیاد مقطع تاریخ سے متعلق قائم کرتے ہیں وہ تشویشناک ومشکوک ہوتی ہے یہ تشکیک کسی طرح سے بھی حل ہونا چاہیے امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے امام صادق ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اس حوالے سے امام صادق امام مالک سے پندرہ سال بڑے ہیں۔

۲۔امام مالک اور امام صادق دونوں اس مدینہ میں رہتے تھے جہاں امام مالک رسول ؐاللہ کے احترام میں گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے تھے کیونکہ یہاں جسد پاک رسول ؐاللہ مدفون ہے امام صادق اس رسول اللہ کے نواسے تھے۔

۳۔علماء رجال نے امام صادق کو اپنے دور کے بڑے پائے کے علماء میں قرار دیا ہے' جبکہ غالیوں نے اور بھی چیزیں اضافہ کی ہیں۔

۴۔امام مالک نے عبدالرحمٰن ہرمز مجہول الحال سے تیرہ سال پڑھا ہے اور ستر شیوخ سے بھی پڑھا ہے تو کیوں امام صادق سے استفادہ نہیں کیا حدیث نہیں لی ہے یہاں چند سوال آتے ہیں امام صادق کے بارے میں جو لکھا ہے آپ بہت بڑے عالم تھے کیا یہ درست ہے۔

۲۔امام مالک کے بارے میں جو لکھا ہے وہ درست ہے۔

۳۔امام مالک خاندان اہل بیت سے یا خاص کر امام صادق سے تعلقات نہیں رکھتے یا پسند نہیں کرتے تھے۔

مالک کے معاصر کے ائمہ:

کتاب ائمہ اربعہ ص ۸۳ سفیان ثوری لیث بن سعد حماد بن ابی سلیمان حماد بن زین سفیان بن عینیہ ابوحنیفہ ابو یوسف قاضی شریک بن لحیہ اسماعیل بن کثیر کا نام لیتے تھے ان کے شاگردوں میں عبداللہ بن وھب عبدالرحمٰن بن قاسم رشید بن عبدالعزیز اسد بن فرات عبدالمالک بن ماجشون عبداللہ بن عبدالحکیم کا نام لیتے ہیں عنوان امام مالک اور غنی دکتور شرباصی اپنی کتاب کے ص ۱۱۲ پر لکھتے ہیں امام مالک کی ابتدائی توجہات وعنایات میں سماعت غناء تھا بلکہ وہ پہلے ہی غنا گوئی سیکھنا چاہتے تھے لیکن ان کی ماں نے انھیں روکا نہیں علماء کے ساتھ رہنے اور ان سے حدیث سیکھنے کی تلقین کی لیکن امام مالک غنا سے لذت اٹھانے اور اس کی قدر دانی کرنے سے باز نہیں آئے بلکہ کہیں کوئی غنی گوئی کرتے اور اچھا نہیں کرتے تو اسے ڈانٹتے اور منع کرتے تھے کہ تم نے غلط کیا ہے بلکہ خود غنی کر کے سناتے تھے۔

ابوالعلیٰ نے اپنی کتاب رسالہ القرآن مین عمر بن عبدالعزیز اور مالک بن انس کو طبقات مغنی میں گنا ہے کہتے ہیں اس وجہ سے کتاب میں حرمت غنی کا باب نہیں کھولا ہے۔

اصول مذاہب مالکی:

تاریخ تشریع والفقہ الاسلامی تالیف ڈاکٹر احمد علیان ص ۱۲۳۹ امام مالک کی اصول مذہب اور مناھج اجتہاد تدوین نہیں ہوئی ہے گرچہ ان کی طرف کبھی تصریح کبھی اشاروں میں بیان ہوا ہے امام مالک نے اپنے مذہب کو ان اصولوں پر استوار کیا ہے۔

۱۔قرآن کریم مصدر اوّلین امام مالک ہے یہ دیگر مصادر پر مقدم ہے۔

۲۔دوسرا سنت نبوی ہے یہ دوسرا مصدر ہے یہ قرآن کریم کے بعد دیگر مصادر پر مقدم ہے۔

۳۔تیسرا اجماع ہے جہاں کہیں قرآن وسنت سے کوئی نص نہ ہو وہاں اجماع مصدر ہے

۴۔اہل مدینہ کا عمل ہے قتل عثمان سے پہلے اس مسئلہ پر اہل مدینہ عمل کرتے تھے امام مالک نے یونس بن اعلی کی روایت میں بتایا ہے اگر ہم نے اہل مدینہ کو کسی مسئلہ میں عامل دیکھا تو یہ حق ہونے میں جائے شک نہیں ہے اسی طرح جو خط آپ نے لیث بن سعد کو لکھا ہے اس میں لکھا ہے کہ لوگ تابع اہل مدینہ ہیں کیونکہ مدینہ ممبر رسولؐ محل نزول قرآن ہے انھوں

نے حلال کو حلال اور حرام کو حرام رکھا ہے سنت اہل مدینہ حدیث سے بہتر اور مقدم ہے۔

۵۔قول صحابی ہے بشرطیکہ اس کی سند صحیح ہو اور یہ بڑے صحابی سے ہو حدیث مرفوع کے خلاف نہ ہو امام مالک کے پاس قول صحابی قیاس پر مقدم ہے۔امام مالک حدیث میں شہرت کو ضروری نہیں سمجھتے تھے امام مالک جہاں حدیث نہ ملے شہرت اہل مدینہ پر عمل کرتے تھے امام مالک عمل صحابی کو حجت سمجھتے تھے بشرطیکہ ان کی طرف نسبت درست ہو گویا عمل اہل مدینہ و عمل صحابی ان کے فقہ پر غالب تھے امام مالک حجیت عمل مدینہ و عمل صحابی کے علاوہ مصالح مرسلہ پر عمل کرتے تھے اکثر آراء و فتاویٰ کتاب موطاء اور مدنہ میں درج ہے۔

۶۔قیاس۔

شاطبی نے کہا ہے اجتہاد دو قسم کی ہیں:

ا۔ایک یہ ہے کہ اجتہاد ختم نہیں ہوگا جب تک تکالیف موجود ہیں حتیٰ قیام قیامت تک اس اجتہاد میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۷۔مصالح مرسلہ ہے وہ مصالح جن کے بارے میں شریعت کی طرف سے نفی و اثبات میں کوئی خبر نہ ہو یعنی نہ رد کیا ہو نہ توثیق کی ہو وہ مصلحت جس کے معتبر ہونے یا مردود ہونے پر کوئی رد نہ ہو لکھا ہے کہ مصالح مرسلہ کی تین قسمیں ہیں۔

ا۔مصالح مرسلہ حاجیات میں استعمال پر کوئی رد نہیں لکھا گیا ہے۔

مصالح مرسلہ حاجیات میں استعمال ہوتا ہے جیسے نابالغہ کے عقد میں ولی کو ولایت دینا ہے لیکن کبھی محتاج ہے موقع محل فوت ہونے کے ڈر سے کرتے ہیں یا مصلحت مادی کی خاطر کرتے ہیں۔

۲۔تحسین و تزئین کے لئے یا عبادات و معاملات کو بہتر چلانے کے لئے جیسا کی لڑکیوں کے نکاح میں ولی ہونے کی شرط اور لڑکی کا خود نکاح جاری کرنے کی بجائے اس کا ولی جاری کرے چونکہ مناسب نہیں سزاوار نہیں لڑکی خود جاری کرے یہ ولی پر چھوڑا ہے۔

۴۔چوتھا مصالح مرسلہ ضروریات کے لئے ہے جس کی طرف شارع نے اشارہ کیا ہے وہ ہے حفظ دین و ناموس، حفظ نفس و عقل، حفظ نسب، حفظ مال ان میں سے ایک کا بھی فوت ہونا نقصاندہ ہے ضرر رساں ہے امام مالک کے نزدیک یہ تین مصالح مرسلہ واجب ہیں بغیر کسی شرط کے احکام اسی پر مرتب کئے ہیں یہ مقاصد شرع میں سے ہے مقصود شارع ہے اس کی تائید میں بہت سی آیات و روایات قرائن و اشارات ہیں اس کی مثال میں سے ایک وہ عورت ہے جس کا شوہر لاپتہ ہو، معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا لاپتہ ہے یہ عورت چندین سال گزار چکی ہے تو امام مالک نے فتویٰ دیا ہے کہ چار سال کے بعد عورت اپنی مصلحت کو شوہر پر مقدم رکھے گی ان مسائل میں سے ایک وہ عورت ہے جس کو طلاق ہوئی ہے لیکن وہ ابھی یائیسہ نہیں ماہواری دیکھتے ہیں۔طہارت کا دورانیہ لمبا ہو گیا ماہواری نہیں آئی تو امام مالک نے کہا کہ یہ تین

مہینے بعد عدت لے گی یہ نو مہینے کے علاوہ ہیں یعنی ایک سال پورا ہوگا اس میں زوجہ کی مصلحت کا خیال رکھا ہے۔

۸۔ آٹھواں ذریعہ ذریعہ کلمہ ہے ذریعہ کسی کلمے تک پہنچنے کے وسیلے کو کہتے ہیں اصل مسئلہ اپنی جگہ مباح ہے اس سے یہ فعل فعل حرام تک لے جاتا ہے آخر میں فعل حرام کی طرف مخبر ہوتا ہے تو امام مالک نے منع کیا ہے مسئلہ سد ذرائع بھی امام مالک کے اصول مذہب کے ذرائع میں سے ہے۔

ا۔ وہ ہے جس پر یہ ذریعہ بند ہونا چاہیے جیسے بتوں کو سب کرنا ہے جہاں آپ کو پتہ چلے کہ ان کے بتوں کو سب کریں تو وہ اللہ کو سب کرسکتے ہیں تو اسکو منع کیا ہے کہ بتوں کو سب مت کرو سورہ انعام آیت ۱۰۸۔

۲۔ سد نہ کرو جیسے انگور کی زراعت کیونکہ انگور سے شراب پھیلے گا یا دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت نہ جاؤ۔

۳۔ تیسرا جس مین اختلاف ہے کہ کسی عورت کے چہرے کو دیکھنا یا اس سے گفتگو کرنا۔

کتاب اصول فقہ اسلام تالیف شاکر بٹ ص ۳۴۳ پر ابن جوزی کی کتاب موقعین سے نقل کرتے ہیں ابن قیم نے اعلام موقعین میں ۹۹ ذرائع ذکر کئے ہیں اور اسمیں تفصیل سے ذرائع کے احکام نقل کئے ہیں اور کہا ہے کہ یہ حیلہ شرعی باطلہ ہے صاحب تفسیر فرقان مرحوم آیت اللہ صادقی نے قصہ سبت بنی اسرائیل سے بھی اس کی حرمت پر استدلال کی ہے۔

اصول مذہب شافعی کتاب تاریخ تشریع والفقہ الاسلامی ڈاکٹر احمد علیان ص ۲۵۲ امام شافعی سب سے پہلے شخص ہیں یا سب سے پہلے فقیہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اصول فقہ ابتکار کی ہے اس سلسلہ میں ان کی تالیفات جو ہم تک پہنچی ہیں ان میں وہ پہلی کتاب ہے امام شافعی کے اصول فقہ میں پہلا ماخذ و مصدر قرآن کریم ہے۔

۲۔ دوسرا سنت نبویؐ ہے امام شافعی سنت نبوی کو قرآن کے بعد دوسرا مصدر گردانتے ہیں سوائے احادیث مرسلہ آپ احادیث مرسلہ سے احتجاج و استدلال کو جائز نہیں سمجھتے مگر یہ اقوال کبار تابعین میں سے ہوں ان میں اخذ مرسلات میں انھوں نے مراسیل سعید بن مسیّب سے استناد کیا ہے کہا ہے کہ ان کے مرسلات سے استدلال کرسکتے ہیں۔

۳۔ اجماع خبر واحد پر مقدم ہے صحابہ کے اقوال میں ان اقوال کو ترجیح دیتے ہیں جو قرآن و سنت سے قریب ہوں اگر قرآن و سنت سے قریب نظر نہ آئیں تو اقوال راشدین پر عمل کرتے ہیں بعض نے کہا ہے امام شافعی قیاس کو اقوال صحابہ پر مقدم رکھتے ہیں نوی نے کہا ہے فقہ جدید شافعی کو حجت نہیں گردانا گیا ہے قیاس میں اختلاف ہے کہ یہ اقوال صحابہ پر مقدم ہے یا اقوال صحابہ قیاس پر مقدم ہیں۔

۴۔ مدینہ کے باہر امام مالک سے حدیث لینے والے زیادہ تر مصری، مغربی، افریقہ والے یورپ سے اندلس والے تھے اس وجہ سے شمال افریقہ اندلس میں ان کے مذہب کو فروغ ملا ان کے بعد بصرہ و بغداد و خراسان میں ان کے مذہب کو فروغ دینے والے یہ لوگ ہیں عبداللہ بن وھب بن مسلم قرشی لیث بن سعد سفیان بن عینہ سفیان ثوری۔

کتاب وفیات الاعیان ابن خلکان ج ۴ ص ۱۳۵ شمارہ ۵۵۰ پر آیا ہے محمد بن حسن شیبانی نے امام شافعی سے

پوچھا ہمارا امام اعلم ہے یا تمہارا امام تو امام شافعی نے جواب دیا علم قرآن میں ہمارا امام اعلم ہے آپ کا علم سنت میں ہمارا اعلم ہے یا آپ کا علم رجال صحابہ میں کون اعلم ہے محمد حسن شیبانی نے تسلیم کیا ان تینوں میں آپ کا امام اعلم ہے فقہ اسلامی شاکر بیک حنبلی نے شرائط مجتہد کے بارے میں لکھا مجتہد کے لئے جزئیات پر علم ہونا ضروری نہیں ہے ملکہ نہیں ہونا چاہیے امام مالک سے چالیس سوال کئے ان میں ۳۶ سوالوں کا جواب لا اوری میں دیا۔

آپ کے ایام محنت میں منصور کا دور تھا جہاں مالک نے بنی عباس کے لئے لی جانے والی بیعت کو مکرہ واجبار قرار دیا تھا جس پر والی منصور جعفر بن سلیمان نے آپ کو تازیانے مارے تھے۔

مالک مدینہ میں مرکز بنے ہوئے تھے جس طرح عراق میں ابوحنیفہ تھے مالک حدیث لینے میں زیادہ شرائط نہیں لگاتے تھے جس طرح ابوحنیفہ لگاتے تھے۔

۷۰ علماء کی توثیق وتائید کے بعد مفتی ومحدث کی حیثیت سے مسجد نبوی میں حلقہ بنایا لوگوں نے انھیں امام حدیث کے طور پر تسلیم کیا۔

کتاب موطاء:

کتاب ضحیٰ الاسلام احمد امین ج ۲ ص ۱۶۴ پر آیا ہے اس کتاب میں احادیث کو ابواب فقہ کی ترتیب سے ترتیب دیا ہے اس میں احادیث رسول اللہ اصحاب وتابعین سے لی گئی ہیں ان کی تعداد پچانوے بتاتے ہیں۔ ان میں سوائے چھ کے باقی سب کے سب اہل مدینہ سے ہیں۔ ان چھ میں سے دو بصرہ کے ایک مکہ ایک خراسان ایک جزیرہ کا ہے اور ایک شامی ہے۔ ان چھ راویوں سے جو روایتیں لی ہیں وہ بہت کم ہیں۔ ان میں بعض سے ایک بعض سے دو لی ہیں اور جن سے لی ہیں ان سے مستقل نہیں لی ہیں۔ موطا میں جو احادیث جمع ہیں اس میں مستند مرسل منفصل، منقطع ہیں اور جو احادیث اہل مدینہ سے لی ہیں وہ ان ذوات سے ہیں ابن شباب زہری، ابن نافع، یحییٰ بن سعید ہیں بعض سے ایک بعض سے دو حدیث نقل کی ہیں ہارون رشید نے مالک سے پوچھا آپ کی احادیث میں علی اور ابن عباس سے کوئی حدیث نقل نہیں ہوئی ہے تو انہوں نے کہا ان کے اصحاب مدینہ میں تھے ان سے لی ہیں علی اور ابن عباس سے روایت لینے والے مدینہ میں نہیں تھے یہاں لمحہ فکریہ ہے عالم اسلام کے صف اوّل کے علماء کے شاگرد مدینہ میں نہ ہوں مالک نے موطا میں چار ہزار احادیث جمع کی ہیں ہر سال کچھ حذف کرتے تھے آخر میں ان کی وفات کے موقعہ پر ایک ہزار کچھ رہ گئی تھی۔ کثرت تصحیح اور تفسیر کی وجہ سے اس کے ۲۰ نسخہ بعض نے ۳۰ نسخے بتائے ہیں۔ ان میں کلمات بلغاء حدیث نہیں ہیں۔

مالک نے اس میں چار ہزار احادیث جمع کی ہیں جو روایات موطا میں ہیں وہ ترتیب ابواب کے حوالے سے مختلف ہیں یہ اختلاف مالک نے ایک راوی سے نقل کیا ہے اور اس طرح بعض نے دوسرے سے نقل کیا ہے احمد امین

لکھتے ہیں عبدالعزیری بن عبداللہ بنی ابی سلمہ ماجیشون نامی شخص نے مالک سے پہلے ایک کتاب لکھی تھی جس میں انھوں نے پورے اہل مدینہ کی آراء فقہی کو جمع کیا تھا جس میں حدیث نہیں تھی مالک نے جب اس کو دیکھا تو اسے یہ پسند آئی مالک نے اس کتاب کو دیکھنے کے بعد موطا کو اس نہج پر بنایا موطا حدیث وفقہ میں لکھی گئی پہلی کتاب ہے موطاء کو مالکیوں نے نشر کیا ہے محمد بن حسن شیبانی نے عراق میں یحیٰی بن یحیٰی لیثی اس نے اندلس میں عبداللہ بن وھب اور عبدالرحمٰن بن قاسم عبداللہ بن عبدالحکم واشھب نے مصر میں نشر کیا اسد بن فرات نے اسے قیروان میں نشر کیا ۱۲

مدونہ:

امام مالک نے نہیں لکھی بلکہ آپ کے شاگردوں نے لکھی ہے یہ ایک مجموعہ ہے ضحیٰ الاسلام ج۲ ص۱۶۶ پر آیا ہے اس میں ۳۶ ہزار مسائل ہیں جسے اسد بن فرات نیشاپوری جو تیونس میں رہتے تھے نے جمع کیا ہے۔ اسد بن فرات مالک کا شاگرد تھا انھوں نے موطا کو سنا تھا پھر اسد بن فرات عراق گئے اور عراق میں جا کے ابوحنیفہ کے دو شاگردوں ابو یوسف اور محمد حسن شیبان سے ملے وہاں انہوں نے فقہ ابوحنیفہ و مالک کو یکجا جمع کیا تھا۔ اسد بن فرات نے مالک اور ابو حنیفہ کی فقہ کو یکجا جمع کیا پھر مصر گئے اور مصر میں اصحاب مالک عبدالرحمٰن ابن قاسم جو امام مالک کی محبت میں رہتے تھے سے ملے اپنی کتاب ان کو سنائی ان سے اور امام سے جو سنا ہے لیا، اس نے ان سب کو جمع کر کے اس کا نام مدونہ رکھا پھر وہاں سے قیروان لے گیا قیروان میں سحنون فقیہ مغربی سے کچھ لیا وہ ۱۸۸ ہجری میں مصر میں واپس آئے دوبارہ ابن قاسم کو پیش کیا بعض مسائل کی اصلاح کی پھر دوبارہ قیروان گئے وہاں اس کو ابواب میں ترتیب دیا ہے۔

امام مالک حکام وقت کے ساتھ:

عالم اسلام میں دور بنی امیہ سے لے کر اختتام خلافت عباسی سنہ ۶۵۶ھ تک اس کے بعد حکومت تتاری، مصر میں ممالک، فارس میں حکومت صفوی اور برصغیر میں مغل سے لے کر پاکستان میں قیام نظام علمانی تک درپیش مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ علماء کا حکام وقت کے ساتھ سلوک ہے ان کے ساتھ کس قسم کا سلوک رکھنا چاہیے یہ مسئلہ ابھی تک حل طلب ہے۔

علماء اور حکام وقت میں رشتے کی تاریخ بہت افسوسناک ہے جس کو کھولنے سے علماء کی توہین ہوگی بعض علماء کی نظر میں شریعت کی توہین چنداں خطرناک نہیں جتنا علماء کی توہین خطرناک ہے بعض کا کہنا ہے کہ علماء کی اہانت بذات خود شریعت کی اہانت ہے اسی وجہ سے شریعت کے مقابل میں علماء کو تحفظ دینے کی وجہ سے یہ مسئلہ غموض و رموز میں رہا ہے جہاں علماء نے جواز بنا کر حکام کا ساتھ دیا ہے وہاں انھوں نے دین و شریعت کو نہیں بچایا ہے انھوں نے مقام علماء بچایا ہے انھوں نے اپنے ہم فکر و ہم خیال علماء کا مقام بنایا ہے اپنے مخالفین کیلئے روزگار کو تنگ کیا اور قید و بند میں مبتلا کیا ہے جن علماء نے حکومت کا ساتھ دیا حکومت نے ان کی مشکلات کو حل کیا ان کے مذاہب کو جو فروغ ملا ہے وہ حکومتوں کی وجہ سے ملا ہے یہ

فروغ مذہب کے اصول وفروع محکم ومتقن ہونے کی وجہ سے نہیں ملا بلکہ حکومتوں کی سہولتوں کی وجہ سے مقام ملا ہے مذہب حنفیہ کو پوری تاریخ میں جوفروغ واشاعت ملی ہے وہ حکومت عباس، مما لک اور بعد میں عثمانیوں کی وجہ سے ملی ہے۔

جہاں انہیں ابو یوسف سے لے کر اختتام عثمانی تک حکومت کی سرپرستی حاصل رہی ہے جب معتزلہ کوحکومت ملی تو انھوں نے غیر معتزلی کے روزگار کو تنگ کیا جس کی مثال احمد بن حنبل میں ملے گی احمد بن حنبل کے مذہب کوفروغ نہیں ملا یہاں تک کہ سعودی عرب میں عبدالوہاب نے آل سعود سے معاہدہ کیا اس کی بنیاد پر ان کوفروغ ملا ہے جعفری مذہب کو صفویوں اور قاچاری کی وجہ سے فروغ ملا ہے جب اشاعرہ کوحکومت ملی تو غیر اشاعرہ والوں کی شامت آئی ہے کوئی مثال نہیں ملتی ہے کہ کسی عالم کے دور میں دین وشریعت کو جگہ ملی ہو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جن لوگوں نے حکومت سے کنارہ کشی کی ہے انھوں نے اچھے کام کئے ہیں مملکت اسلامی ہونے کی وجہ سے اور خود رعایا ہونے کی وجہ سے ان کا فرض بنتا ہے کہ امور دینی سے متعلق مناصب کوقبول کریں مناصب کو رد کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا لیکن حکومت میں جائیں تو حکومت ان کو مثل ابو یوسف استعمال کرتی ہے بعض عہدہ لینے سے مایوس ہونے کی وجہ سے پیچھے رہے یا ان فرقوں کی حکومت نے انہیں پیچھے کیا یا ان کے حریف اقتدار میں رہنے کی وجہ سے انھوں نے حصہ نہیں لیا ہوا گر جولوگ اقتدار میں گئے اور وہ زیادہ مال ومنال نہیں بناتے اور علماء حکومت وقت کی مخالفت نہیں کرتے تو یہ مسائل پیدا نہ ہوتے۔

اس سلسلہ میں عقل وقرآن وسنت کی رو سے بحث وتحقیق کرنے کی ضرورت اپنی جگہ باقی ہے کیونکہ یہاں حکومتوں کی پہلی ترجیح ان کی اپنی حکومت کا استحکام رہا ہے، علماء اور حکام کی مثال اس وقت سے ابھی تک اس تنازعہ کی مثل ہے کہ دوعورتوں نے ایک بچے کے بارے میں اپنا بچہ ہونے کا دعویٰ کیا سلمان نبی یا علی بن ابی طالب نے یہ فیصلہ کیا اس بچے کو دونوں تقسیم کریں تو جو اصل ماں تھی اپنے دعویٰ سے دست بردار ہوگئی حکام کو ملک وملت ودین تینوں نہیں چاہییں انہیں حکومت چاہئے لیکن اس ملک کے رہنے والوں کو یہ ملک چاہیے لیکن ان حکام کی حکومت کا تحفظ یقینی ہونے کے بعد دین وشریعت کی باری آتی ہے۔

جس سے عالم اسلام میں دین کو بہت نا قابل جبران نقصان پہنچا ہے یہ بحث فتویٰ سے حل ہونے والی نہیں ہے بلکہ اس پر وسیع بحث کرنے کی ضرورت ہے تاہم یہاں فقہائے اربعہ کے فتویٰ پیش کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں انھوں نے کیا فتویٰ دیا ہے دیکھتے ہیں کتاب ائمہ اربعہ ص ۸۳ پر لکھتے ہیں امام مالک علماء کوسلاطین سے رابطہ رکھنے اور ان کے پاس جانے کی دعوت دیتے تھے چنانچہ خود ہارون رشید کے پاس گئے۔

۲۔ابوحنیفہ نے بنی امیہ کے والی اور بعد میں منصور دوانیقی کی قضاوت کو لالچ اور ردد ھمکی کے باجود قبول نہیں کیا لیکن ان کے دوشاگردوں ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی دونوں مادام العمر ہارون رشید کے منصب قضاۃ پر فائز رہے

اور ہمہ وقت دن رات ان کی خدمت کے لئے آمادہ رہے اور ان کی ہر مشکل کو انھوں نے حل کیا اور بہت حد تک ابو یوسف نے دولت بنائی۔

جبکہ احمد بن حنبل اس سے گریز کرتے تھے۔

امام شافعی:۔

کتاب وفیات الاعیان ابن خلکان ج ۴ ص ۱۶۳ متن رجال ۵۵۸ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن ابن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف آپ کی نسل رسول اللہ سے عبد مناف سے ملتی ہے جنگ بدر میں سائب لشکر قریش میں پرچم دار تھے وہاں اسیر ہوئے تو فدیہ دے کر آزاد ہو گئے پھر اسلام لائے۔

کتاب ضحیٰ الاسلام ج ۲ ص ۱۶۸ پر آیا ہے محمد بن ادریس کا سلسلہ نسب عبد المناف کے بیٹے مطلب سے ملتا ہے ۔ان کی ماں ازدی یمنی تھی ان کے باپ شام گئے اور عسقلان میں کسی عورت کو عقد میں لیا امام شافعی ۱۵۰ھ میں جس دن ابوحنیفہ نے وفات پائی اسی دن پیدا ہوئے۔ باپ کے مرنے کے بعد ماں انھیں دو سال کی عمر میں مکہ لائیں۔ ابتدائی زندگی یتیمی اور فقر میں گزاری، ان کی تعلیم زیادہ تر لغت وادب میں مرکوز رہی بڑے ہونے کے بعد بہت سے شہروں میں گئے۔

۲۔ شافعی نے امام مالک کی موطا کو پڑھا انھیں وہ پسند آئی پھر خود مدینہ گئے امام مالک کو سنایا انھوں نے حدیث کو مکہ میں سفیان بن عیینہ سے مدینہ میں مالک بن انس سے لیا۔

شافعی کا مذہب امام مالک اور امام ابوحنیفہ دونوں سے ملتا ہے وہ پہلے امام مالک کے شاگرد رہے ہیں اور ان کے مذہب کے پیروکار تھے اور ان کی تعلیمات پڑھتے تھے۔ ۱۹۵ھ میں بغداد پہنچے وہاں ابوحنیفہ کے شاگردوں سے درس لیا ۔انھوں نے حجاز کی حدیث گرائی اور عراق کی قیاس گرائی کے درمیان ایک مذہب قائم کیا۔ شافعی اس وجہ سے بہت سی ہمہ جہت کا نشانہ بنے کتاب ضحیٰ الاسلام ج ۲ ص ۲۴۷ پر آیا ہے۔

۳۔ شافعی اپنی گزراوقات کے لئے کوئی مصدر ومنبع نہیں رکھتے تھے وہ اس کی تلاش میں ہی رہتے تھے جب وہ یمن گئے تو قاضی یمن نے انھیں یمن کی کسی جگہ پر قضاوت پر نصب کیا۔

۴۔ ہارون کے دور میں شہروں میں موجود شخصیات علماء پر کڑی نظر رکھتی تھیں اس دور میں آل عباس اور آل علی میں تنافس وتحاسد وتزاحم چلتا تھا اس حوالے سے شافعی شیعہ گرائش رکھتے تھے کیونکہ یمن والے شیعہ گرائش رکھتے تھے شیعوں کی ترویج ہوتی تھی۔

شیعہ گرائش کا مطلب یہ تھا کہ وہ کسی علوی کے اقتدار کے خواہاں تھے۔

چنانچہ شافعی سے یہ شعر بھی منسوب کرتے ہیں شافعی دنیا سے گزر گئے ان کو پتہ نہیں چلا کہ علی ان کا رب ہے یا

ان کا مولا، جو آپ پر صلوٰۃ نہیں بھیجتے ان کی نماز قبول نہیں ہوتی یہ شعر مشہور ہے امام شافعی سے منسوب ہے اس شعر میں تین اہم نکات قابل غور ہیں:

۱۔ معلوم نہیں بلکہ احتمال قوی ہے کہ یہ شافعی سے منسوب کیا ہوگا امام شافعی جیسے دیندار اور فقیہ اس کو پتہ نہ چلے کہ علی ان کا رب ہے یا ان کا مولا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس شعر کا انشاء کرنے والا ملحد وغالی تھا کیونکہ وہ اتنا خرور جانتے تھے کہ کوئی مسلمان علی کو رب کہنے کے بعد مسلمان نہیں رہ سکتا ہے۔

۲۔ شافعی کی فقہ بھی خطرے میں پڑ جاتی اگر انہیں ثابت کرنا پڑتا کہ نماز میں اہل بیت پر صلوٰۃ کس آیت قرآن یا سنت رسولؐ سے استناد ہے۔

۳۔ جو بھی ہو شافعی شیعہ گرائش رکھتے تھے چنانچہ ہارون رشید نے قاضی یمن کو حکم دیا شافعی کو بغداد بھیج دیں۔ ان کے خلاف چغلی کرنے والے مترف بن مازن قاضی صنعا اور آپ کے ساتھ جانے والے حماد بربری والی یمن تھے شافعی کو ہارون کے پاس پہنچایا جس وقت ہارون مدینہ رقہ میں تھے ہارون کے حاجب فضل بن ربیع نے ان سے دفاع کیا ان کے حق میں سفارش کی تو اس میں شافعی کو بری قرار دیا گیا ان کو آزاد کیا گیا اس دوران شافعی محمد بن حسن شہیبانی شاگرد ابی حنیفہ سے ملے نیز اور بھی علماء سے ملے تھے اور ان کی کتب سے آشنائی ہوئی پھر شافعی عراق سے حجاز گئے ایک عرصہ حجاز میں رہے وہاں اطراف سے علماء ان کے پاس آتے تھے۔ ۱۹۵ھ کو واپس بغداد آئے جس وقت ہارون رشید وفات کر چکے تھے اور ان کی جگہ امین خلیفہ بنے تھے شافعی نے امین کے پاس مقام بنایا بغداد میں بہت سے لوگ ان کے گرویدہ ہوئے پھر وہ دوبارہ مصر گئے عبداللہ بن عبدالحکم سے ملے وہاں انھوں نے اپنی کتاب اصول فقہ لکھی۔

شافعی کے آثار قلمی:

امام شافعی کے نام دو رسالے ہیں جو اصول فقہ میں ہیں جنہیں ان کے شاگرد مصری ربیع بن سلیمان مرادی نے لکھا ہے ان رسالوں میں مجتہد ہونے کیلئے جن شرائط ناگزیز کا ذکر کیا ہے ان شرائط میں قرآن وحدیث کے ناسخ و منسوخ مقبول وغیر مقبول سے واقف ہونا ضروری قرار دیا ہے نیز اس کے علاوہ اجماع اور قیاس واجتہاد کے بارے میں بات کی ہے۔ ابن ندیم نے کہا ہے محمد بن حسن نے ایک کتاب اصول فقہ پر لکھی ہے شاید شافعی نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے لہذا معلوم نہیں اصل میں اصول فقہ کا مخترع محمد بن حسن ہے یا محمد بن ادریس ہے۔

دوسری کتاب کا نام الام ہے اس میں بھی اختلاف ہے آیا امام شافعی نے لکھی ہے یا ابو یحیٰ نے، علماء نے فیصلہ نہیں کیا ہے کہ قطعی طور پر یہ کتاب امام شافعی کی ہے۔ علماء کا شافعی کی کتابوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ نیز امام شافعی کے دو مذہب نقل ہیں مذہب قدیم جو عراق میں چلا مذہب جدید جو مصر میں چلا اس کی دلیل ہے کہ امام شافعی وقت اور حالات سے کتنے متاثر ہوتے تھے ہر علاقے کے لئے الگ فتویٰ دیتے تھے۔ کہتے ہیں کتاب زیادہ تر جدلی ہے یعنی

مناظرے کے رنگ میں ہے۔ اگر شافعی کے اساتذہ کو دیکھیں تو حدیث والوں سے ضحیٰ الاسلام میں حدیث لی ہے ان کے مذہب کو اٹھایا ہے اصحاب رائے والوں سے رائے لی ہے اس ترقی یافتہ دور میں بھی ترقی چاہنے والے شافعی کے مرید رہے ہیں۔

ابن معین اور ابن عبدالحکیم نے ان پر جھوٹوں اور اہل بدعت والوں سے حدیث نقل کرنے کا الزام لگایا ابراہیم بن یحییٰ نے ان کو قدری ہونے کا طعنہ دیا ہے۔ بخاری اور مسلم دونوں نے ان سے حدیث نقل نہیں کی ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں کے نزدیک ان کی روایات ضعیف ہیں جبکہ کہتے ہیں شافعی کے نزدیک مراسل حجت نہیں۔

جبکہ ان کی کتاب مراسل سے پر ہے شافعی اجماع کے بھی خلاف تھے لیکن کتاب میں جگہ جگہ اجماع کا ذکر کیا ہے۔ شافعی کو زیادہ تر اہل حدیث میں شمار کرتے ہیں امام شافعی نے احمد بن حنبل سے کہا آپ لوگ حدیث بہتر جانتے ہیں اگر میری احادیث میں غیر صحیح ہو تو مجھے بتائیں شافعی زیادہ تر اہل حدیث کی طرف گرائش رکھتے تھے کیونکہ انھوں نے حدیث کو وسعت دی ہے۔ مالکی اور ابوحنیفہ سے زیادہ قیاس اور رائے کو انھوں نے محدود رکھا ہے لہٰذا وہ احمد بن حنبل اور اسحاق بن راھویہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔

امام شافعی مدخل الی الشریعہ والفقہ الاسلامی تالیف عمر سلیمان عبداللہ میں احمد شاکر کے حوالے سے لکھا ہے اگر کسی عالم کو کسی عالم کی تقلید کرنا ہوتا ہے تو ہم شافعی کی تقلید کرتے ہیں اس جیسا کتاب وسنت کا عالم نہیں دیکھا ہے ان کے اساتید وشاگرد امام شافعی کے استاد مسلم بن خالد زنجی مالک بن انس ہیں ان سے موطا پڑھی ہے عراق میں محمد بن حسن سے پڑھا ہے عراق میں ان کی شہرت ہوئی ان کا مقام ومنزلت بڑھ گیا ان کے شاگردوں میں احمد بن حنبل ابوثور حسین بن علی کرامسی حامسی ابن شریح بقال وغیرہ ہیں شافعی ابتداء میں مذہب مالکی پر تھے بعد میں انھوں نے اپنا مذہب جاری کیا عراق میں ایک کتاب حجت کے نام سے لکھی جو بعد میں مذہب قدیم شافعی کے نام سے معروف ہوئی اس لئے مصر میں جا کے اس کتاب کے بعض مسائل سے برگشت کی اس لئے قدیم کہا ہے مصر میں جا کے کتاب الام لکھی تیسری کتاب اصول فقہ پر لکھی ہے اس وجہ سے ان کو اصول فقہ کے بانی کہتے ہیں امام شافعی روایات آحاد پر عمل کرتے تھے اگر راوی ثقہ ہو خبر واحد میں شہرت شرط نہیں رکھتے تھے نہ عمل اہل مدینہ شرط رکھتے تھے امام شافعی قول صحابہ کو قیاس پر مقدم سمجھتے تھے ان کے مذہب کو فروغ دینے والے مصر میں زیادہ ہیں اور عراق میں خراسان ماورائے نہر میں زیادہ ہیں ان کے مذہب کو فروغ دینے والا مجدد دین ہے۔

موجودہ دور میں احکام شرعیہ میں ان چار پانچ فقہاء میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے یہاں سے آگے جانے کی اجازت نہیں ہمارا وظیفہ شرعی ان تک رسائی ہے لہٰذا ہمیں چاہیے ان کے امام شریعت بننے کے بارے میں وارد تمام سوالات واعتراضات کا جواب کافی شامل ہونا چاہیے سب سے پہلے سوال یہ ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت محمد خاتم النبینؐ دنیا سے گزرنے کے بعد آپ کی چھوڑی ہوئی شریعت لوگوں کی ضروریات زندگی کے مسائل کا جواب دینے سے قاصر ہے کیونکہ اب معاشرہ وہ معاشرہ نہیں رہا جو نبی کریمؐ کے دور میں تھا اس میں نئے علاقے شامل ہو گئے ہیں نئے افراد شامل ہو گئے ہیں ان کے اپنے آداب ورسومات ہیں لہٰذا اس صورت حال کے پیش نظر ۱۵۰ھ کے دور میں علماء میں اچانک متضارب اور مختلف آراء سامنے آئیں اختلافات ہر آئے دن شدت اختیار کرتے گئے بعض کے بقول نصوص شرعیہ کم ہونے کی وجہ سے انہیں احادیث ضعیفہ واحادیث مرسلہ پر بھی عمل کرنا پڑا ہے یہ گروہ اہل حدیث کے نام سے معروف ہے ان کی قیادت امام مالک کرتے تھے ان کے مقابل جو احادیث ضعیفہ اور مرسلات کی جگہ اپنی عقل کو استعمال کرنا بہتر گردانتے تھے ان کو فقہا کہتے ہیں جہاں نصوص شرعیہ کی کمی ہے وہاں عقل وغیرہ سے مدد لے کر احکام شرعیہ استخراج کرنے کو اجتہاد کہتے تھے اور اجتہاد کرنے والے کو فقیہ کہتے تھے۔

عقل واجماع وغیرہ سے احکام شرعیہ نکالنے والوں اور حدیث سے نکالنے والوں میں رسہ کشی شروع ہوئی تصادم واختلاف وشکایات سامنے آئیں خلفاء عباسی جو کہ معاشرے میں وحدت امت کے محافظ اور رفع خصومات کے ضامن تھے انہوں نے اختلافات ختم کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے غرض ان اختلافات کے نتیجے میں اہل حدیث اور اہل رائے سے مخلوط چار پانچ فقہاء سامنے آتے ہیں۔

۲۴۱ھ کے بعد یہ سلسلہ رک گیا ۲۴۱ھ سے اب تک ان کی طرف رجوع کرتے ہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دین وشریعت کو ایک ہزار سال پیچھے ان کی طرف رجوع کرنے کی کیا منطق بنتی ہے۔ اس کی حکمت جاننے کی ضرورت ہے۔ یہاں انسان مسلمان کے سامنے چند مفروضات پیش ہیں ان پر عقل وشرع دونوں طرف سے فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان میں سے ایک غرض کو دلیل ومنطق کے تحت قبول کریں باقی کو رد کریں:

۱۔ نصوص قرآن اور سنت ناکافی تھے اس جگہ کو پر کرنا ضروری اور ناگزیر تھا یہاں دو سوال پیش آتے ہیں ان جگہوں کو پر کرنا کس کی ذمہ داری تھی:

۱ ۔حکومت وقت کی تھی۔

۲ ۔پوری ملت کی ذمہ داری تھی۔

۳ ۔پورے عالم اسلام کے علماء کی ذمہ داری تھی۔

۴ ۔یا یہ کام ہر آزاد مسلمان کو اپنی طرف سے کرنا تھا۔

آپ اپنی یہ بات ثابت کریں کہ نصوص قرآن وسنت ناکافی ہیں جب کہ قرآن نے بانگ دہل اعلان کیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں کامل واتم ہے۔

۲۔ فقہاء اپنے دور میں نابغہ روزگار تھے ان کے بعد ان جیسا آنا ممکن نہیں انہوں نے قیام قیامت تک

ضروریات کو پر کیا ہے، یہ منطق عقل وخرد اور تجزیہ ومشاہدات کے ساتھ قرآن سے بھی مسترد ہے۔

۳۔ان کے بعد ان جیسے یا ان سے بہتر علماء پیدا ہوتے ہیں ان کی طرف رجوع کریں۔

۴۔حسب وعدہ قرآن، امت ان سب کو چھوڑ کر قرآن وسنت کی طرف رجوع کرے قرآن وسنت میں جو ہے اس پر عمل کریں جو آپ کے خیال میں نہیں ہے بعد کے جو بھی فقہاء آتے ہیں ان سے اخذ کریں۔

ابوحنیفہ بقول بعض مجدد تھے انہیں ایک نئی فقہ اور نئے اصول وقواعد وضع کرنا پڑے اس کام کو بعد میں بعض دیگر علماء نے پایہ تکمیل کو پہنچایا ہے سوال یہ پیش آتا ہے کہ ابوحنیفہ کو دنیا سے گزرے ہوئے ۱۲۷۷سال ہو چکے ہیں کیا وہ دنیا کے لئے محیط تھے کہ قیامت تک آنے والے انہیں کی طرف رجوع کریں:

۱۔ علماء اصول فقہ والوں کا کہنا ہے فقہ جدید ابوحنیفہ نے اپنے استاد حماد بن ابی سلمان سے لی ہے تو کیوں ان کو امام قرار نہیں دیا گیا ہے۔

۲۔ ابوحنیفہ نے کوئی کتاب نہیں چھوڑی ہے ان کی فقہ صرف تین آدمیوں ابو یوسف محمد حسن شیبانی وغیرہ نے اٹھائی ہے کیوں ان کو امام قرار نہیں دیا گیا۔

ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ عالم اسلام کے ایک بڑے رقبہ کے ساکنین ان کے مقلد ہیں جتنے مقلدین ان کو ملے ہیں وہ کسی اور کو نہیں ملے ۱۲۷۷سال گزرے ہیں یہ جماعت ان کی تقلید میں ہے کتاب ضحیٰ الاسلام ج ۲ ص ۱۳۷ پر آیا ہے نبی کریم نے فرمایا ہے اللہ نے اپنے علم کا خزانہ عراق کے ایک عالم دین کے سینے میں رکھا ہے بلکہ ان کی آمد کی بشارت کتب سماوی میں آئی ہے۔کیا ایسی باتیں ابوحنیفہ کی تقلید کی محکم دلیل بن سکتی ہیں؟

امام ابوحنیفہ سے جن لوگوں نے لیا ہے وہ یہ ہیں

۱۔یعقوب بن ابراہیم ابو یوسف

۲۔محمد بن شیبانی

۳۔زفر

اب اہل علم ودانش بالخصوص اہل دین ودیانت کو چاہیے کہ وہ بتائیں ابوحنیفہ نے جن سے شریعت لی ہے ان کے پاس علم الٰہی کس حد تک ہے اس وقت کے علماء نے ان کے بارے میں کیا لکھا ہے۔

۲۔ جن شخصیات نے ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے۔

ائمہ اربعہ وشعر گوئی:

کتاب ائمہ اربعہ شرباصی ص ۱۴۲ پر آیا ہے امام شافعی اچھے شاعر تھے گر چہ کلی طور پر شعر گوئی کے لئے متوجہ نہیں تھے زیادہ وقت نہیں دیتے تھے زیادہ تر وقت فقہ اور علم میں مصروف رہتے تھے مبرد نے کہا کہ امام شافعی سب سے بڑے

شاعر تھے کہتے ہیں کہ سزاوار ہے کہ شافعی جیسی شخصیت کو علم فقہ کے ساتھ شاعری بھی آتی ہو اس نے اپنی زندگی کا آغاز شعر وادب ایام عرب میں گزارا وہ ابتداء میں دیہات میں قبیلہ ھزیل میں گئے ان سے عربی لغت وشعر سیکھا یہاں تک کہ ھذیل کے شعر میں شافعی کی حجت اسمعی نے ذکر کی ہے ہم نے ھذیل کے اشعار کی تصدیق قریش کے ایک جوان سے کی اس کا نام شافعی ہے شافعی شعر میں مستغرق تھے یہاں تک کہ وہ حدیث میں مستغرق ہوئے اس کے باوجود وہ شعر گوئی کرتے تھے مصعب زبیری نے کہا میرے باپ اور شافعی آپس میں شاعری کرتے تھے یہاں تک کہ ہم نے ان کے اشعار کا مجموعہ جمع کیا ہے لوگوں نے ان کو متہم کیا ہے کہ شافعی رافضی ہیں جب وہ ابوبکر کی فضیلت بیان کرتے تھے تو لوگوں نے کہا کہ وہ ناصبی ہے وہ اہل بیت سے دشمنی رکھتے ہیں لہٰذا ان کی رد میں انھوں نے شعر پڑھا غرض شافعی بڑے شاعر تھے بچپن سے شعر سے لگاؤ تھا فقیہ بننے کے بعد بھی شعر گوئی نہیں چھوڑی۔

قرآن کریم میں آیا ہے قرآن شعر نہیں ہمارے نبیؐ کو شعر گوئی زیب نہیں دیتی ہے سورہ شعراء کی آخری آیات میں شعر گویان کو گمراہ قرار دیا ہے جن علماء وفقہاء نے ابھی تک پیشوائی بنائی ہے ان کی حیات بلکہ امتیازات وخصوصیات میں آیا ہے انہیں شعر گوئی سے شغف تھا اہل فکر ودانش انصاف سے بتائیں قرآن اور فرمان رسولؐ کے بعد شعر گوئی کی مدح میں کس نے اپنا لب دہن نجس وآلودہ کیا ہے ان کی فہرست دیکھیں تو تاریخ نے انہیں اچھے ناموں میں یاد نہیں کیا ہے۔

احمد بن حنبل:

احمد بن حنبل کا فارس کے شہر مروہ سے تعلق تھا آپ کے والد محمد بن حنبل فارس کے شہر مروہ میں رہتے تھے کتاب تاریخ تشریع وتاریخ فقہی اسلامی میں آیا ہے ان کے جد عربی الاصل تھے خراسان میں حکومت بنی امیہ کی طرف سے کسی منصب پر تھے بنی عباس کے دور میں ان کے والدین بغداد میں آئے یہاں آپ ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے بغداد سے کوفہ، بصرہ، حجاز، مکہ، مدینہ، شام اور یمن گئے امام شافعی کے ساتھ بھی رہے شافعین ان کو شافعیوں میں شمار کرتے ہیں احمد بن حنبل مامون رشید کے اختراع کردہ مسئلہ خلق قرآن کے امتحان میں مبتلاء ہوئے انہوں نے قرآن کو غیر مخلوق کہنے پر اصرار کیا ۲۲۰ھ واثق کے زمانے میں ضرب وحبس شدید کھائی ہے ۲۴۰ھ میں وفات پائی علماء ان کو محدثین کبار میں شمار کرتے ہیں لیکن ان کے فقیہ ہونے کے بارے میں اختلاف کیا ہے چنانچہ ابن جریر طبری نے اپنی کتاب اختلاف بین الفقہاء میں ان کو فقہاء میں شمار نہیں کیا ان کی فقہ حدیث ہی پر مبنی رہی ہے۔

کتاب مدخل الیٰ شریعہ والفقہ الاسلامی تالیف عمر سلیمان عبداللہ الشقر ص۱۹۲ احمد بن حنبل کے بارے میں امام شافعی نے کہا ہے میں نے عراق میں احمد بن حنبل جیسا افضل واعلم اور متقی نہیں دیکھا ہے یحیٰی بن معین نے کہا ہے وہ حافظ محدث عالم ورع اور زاہد وعاقل تھے احمد بن حنبل نے ابتدائی تعلیم ابی یوسف سے لی ہے اس کے بعد وہ طلب حدیث

میں مکہ، مدینہ، یمن، کوفہ، بصرہ وشام گئے یحیٰی بن معین اسحاق بن راہواور شافعی سے حدیث لی ہے اس طرح شافعی سے فقہ لی ہے احمد بن حنبل کے ترکے میں شافعی کے دورسالے قدیم وجدید پائے جاتے ہیں امام شافعی نے احمد بن حنبل سے کہا اگر آپ کے پاس کوئی صحیح حدیث ہے جو میرے فتاویٰ سے متصادم ہو تو مجھے بتادو ان کی مسند میں ۲۷۰۰۰ احادیث ہیں انھوں نے کہا ہے کہ ان ۲۷۰۰۰ احادیث کو ہم نے سات لاکھ حدیثوں سے منتخب کیا ہے ان کے بیٹے عبداللہ نے کہا ہے کہ وہ ایک لاکھ حدیث یاد رکھتے تھے۔

کتاب وفیات الاعیان ابن خلکان ج ا ص ۶۴ وہ امام محدثین تھے انہوں نے کتاب مسند لکھی جس میں ایسی احادیث لکھی ہیں جو دوسروں کو نہیں ملی وہ امام شافعی کے خواص میں سے تھے وہ انہی کے ساتھ رہتے تھے یہاں تک کہ امام شافعی نے مصر جاتے وقت ان کے حق میں فرمایا میں نے بغداد میں ان جیسا متقی فقیہ نہیں دیکھا۔ احمد بن حنبل کو معتصم عباسی کے دور میں قرآن کی مخلوقیت کے بارے میں حکومتی مئوقف کا اعتراف کرنے کو کہا گیا لیکن انہوں نے اعتراف نہیں کیا۔

امام احمد نے معتصم سے کہا کہ میں نے جو کچھ پڑھا ہے اس میں یہ بات نہیں پائی جاتی ہے یہاں تک کہ علماء کو ان سے مناظرہ کرنے کے لئے لائے وہ اپنے نظریات پر قائم رہے ۲۲۰ھ رمضان کے آخری دن ان کو حبس کیا یہاں تک کہ ۲۸ دن کے بعد انھیں رہائی ملی تاریخ تشریع اسلامی تالیف محمد خضری مصری ص ۱۶۱ امام احمد بن حنبل کی احادیث اور فتاویٰ کو نقل کرنے والے ہیں:

اصول مذاہب احمد بن حنبل:

فقہ امام احمد بن حنبل جن اصولوں پر قائم کی گئی ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ قرآن وسنت ہے اگر قرآن وسنت میں نص ہو تو کسی دوسری طرف رجوع نہیں کرتے سنت ان کے پاس مقدم ہے سنت کے مقابلے میں فقہاء کی آراء کو کوئی وقعت واہمیت نہیں دیتے تھے چاہے سنت احادہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ اجماع ہے اجماع سے مراد اپنے دور کے علماء ومجتہدین کا قول ہے جو کسی مسئلہ پر اتفاق کریں۔

۳۔ فتویٰ صحابہ ہے اگر صحابہ میں سے کسی کا فتویٰ ملے اس کا کوئی مخالف نہ ہو تو وہ آپ کے فتوے کا مصدر ہے کیونکہ اس کو رد کرنے کی کوئی دلیل نہیں بنتی ہے۔

۴۔ فتاوائے صحابہ میں اگر اختلاف ہو تو ان میں سے اس فتویٰ کو لیں گے جو قرآن وسنت کے قریب ہو۔

۵۔ احادیث مرسلہ ہے احمد بن حنبل کے فقہ کا پانچواں مصدر احادیث مرسلہ ہیں احادیث ضعیف ہیں انھوں نے احادیث مرسل اور احادیث ضعیف کو قیاس پر مقدم رکھا ہے۔

۶۔ چھٹا قیاس ہے احمد بن حنبل کا چھٹا مصدر قیاس ہے یہ ضرورت کے موقعہ پر استعمال کرتے ہیں اگر حدیث

ضعیف ہوتو قیاس پرعمل کرتے ہیں۔

۷۔عرف ہے امام احمد اور پورے مذہب حنبلی کے مصادر میں سے ایک مصدر عرف ہے عرف پرعمل کرنے میں انتہائی حد تک وسعت دی ہے اگر کوئی اصل اصول عرف سے متصادم نہ ہوتو وہ عرف بھی حجت ہوگا کتب حنابلہ پُر ہیں کہ عرف مصدر حجت ہے حنابلہ کا کہنا ہے کہ اللہ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور بیع کی شکل کو نہیں بتایا ہے تو ہمیں اس سلسلہ میں عرف کی طرف رجوع کرنا ہے جس طرح قبض میں عرف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ملاحظات عرف حجت ہونے کی صورت میں عرف پر بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

احمد بن حنبل کے مصادر فقہی میں ایک مصدر عرف ہے لہٰذا ضروری ہے کہ عرف کو سمجھیں کہ عرف کسے کہتے ہیں اور عرف کی کتنی اقسام ہیں اور کونسا عرف حجت ہے اس کو بیان کرنے کی ضرورت ہے کتاب الاجتہاد والعرف تالیف محمد بن ابراہیم ص ۱۴۳ پر آیا ہے عرف لغت میں جیسا کہ جوہری نے صحاح میں نقل کیا ہے عرف ضد نکر ہے عرف اونٹ کی گردن والے بالوں کو کہتے ہیں چنانچہ سورہ مرسلات کی آیت امیں آیا ہے عرف اٹھی ہوئی ریت کو کہتے ہیں عرف اعراف سے لیا ہے جنت وجہنم کے درمیان وادی کو کہتے ہیں عرف بو کو کہتے ہیں چاہے اچھی ہو یا بری تعریف اعلان کو کہتے ہیں عریف نائب رئیس کو کہتے ہیں لسان العرب میں آیا ہے عرف ایک اسم ہے اس چیز کا جو اللہ کی اطاعت سے قرب والی ہو لوگوں کے ساتھ نیکی والا فعل ہو جس چیز کی طرف شریعت نے رغبت دلائی ہو لوگوں کے درمیان معروف ہو اپنے ساتھیوں اور اہل خانہ سے حسن سلوک ومحبت ہے معنی عرف معلوم ہونے کے بعد یہ دیکھتے ہیں کہ عرف اور عادات میں فرق کیا ہے؟ عرف ایک قسم کی عادات ہیں رواج ہے عرف خاص چیز ہے عادات ایک انسان کے انفرادی عمل سے نکلتی ہیں یا تو طبیعی ہے یا انسان کے مسلسل عمل سے بنتی ہیں عرف روایات وعادات انسان کے ایجاد کردہ افعال سے نکلتی ہیں اب دیکھتے ہیں کہ عرف جو دلیل شریعت ہے وہ کونسا عرف ہے عرف کی کتنی اقسام ہیں۔

۱۔عرف جاہلیت ہے دور جاہلیت میں کس چیز کو اچھا اور کس چیز کو برا سمجھتے تھے بطور مثال عورت ان کی نظر میں مظہر عیب تھی لہٰذا لڑکی پیدا ہوتے ہی اس کو زندہ در گور کرتے تھے اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کی غیرت برداشت نہیں کرتی تھی کہ ان کی بیٹی کسی اجنبی مرد کے ساتھ چلے یا اس کے گھر میں جائے' لیکن آج کے دور علم میں اپنی بیٹیاں بہنیں مائیں بیویاں اجنبیوں سے ملانا اور مصافحہ کرنا اچھا تصور کیا جاتا ہے دونوں میں اچھا کون سا ہے فیصلہ کون کرے گا۔

۲۔انتقام لینا:۔اگر کوئی قتل ہو جائے تو مقتول کے لئے قاتل سے انتقام لینا شریفانہ وعزیز عادت متصور ہوتی تھی جس میں جذبہ انتقام ہے وہی قابل تعریف سمجھا جاتا تھا لیکن آج کے علم وہنر کے دور میں بیٹے بیٹیاں قاتل سے دوستی کرنے میں مسابقت کرنے کو اچھی سیاست سمجھتے ہیں۔

۳۔شعروشاعری دور جاہلیت میں مذموم وناپسند عمل تھا بڑے خاندان شعروشاعری کرنے والے کو اوباش اور

غلط انسان تصور کرتے تھے اسی وجہ سے امرالقیس کے باپ نے امرالقیس کی شعرگوئی کرنے کی وجہ سے اس کو گھر بدر کیا تھا وہ باپ سے الگ دور رہتے تھے لاتعلق رہتے تھے خاندان ملوکیت کے بگوڑے تھے لیکن اس نے شعر کی بنیاد ڈالی اس کا بیج بویا یہاں تک کہ عرف عرب میں شعر وشاعری کا بڑا مقام بنایا اشعار کو دیوار کعبہ پر آویزاں کیا قرآن نازل ہوا قرآن نے سخت تند و تیز لہجے سے شعر وشاعری پر بمباری کی، شعر وشاعری کو تہس نہس کیا شاعروں کا نام ونشان مٹایا یہاں تک کہ بڑے بڑے شعراء کلمہ پڑھنے کے بعد اسلام قبول کرنے کے بعد شعرگوئی سے کراہت کرنے لگے شاعر کہنے سے شرمندہ ہونے لگے پیغمبرؐ نے اس کو زخموں کی پیپ سے تشبیہ دی حضرت عمر ابن خطاب نے کہا اللہ نے ہمیں شعر وشاعری کی جگہ قرآن دیا ہے دورِ راشدین میں شاعر سر نہیں اٹھا سکے بنی امیہ کے دور میں چونکہ اقتدار بزور طاقت حاصل کرنے کی وجہ سے انہیں عوام الناس میں مقبولیت حاصل نہیں تھی یہاں سے شاعروں کو موقع ملا ہے۔

ان کا اقتدار متزلزل تھا تو ان کو کاندھا چاہیے تھا شاعروں نے شوق سے بنی امیہ کے خلفاء کی تعریف وتمجید کی یہاں سے ان کو کچھ مقام ملا بنی عباس کے دور میں ان کو اور زیادہ فروغ ملا دربار خلفاء محفل شعر بنے علماء صرف ونحو قرآن کو پیچھے چھوڑ کر قواعد وضوابط شعر سے ناپنے لگے حدیث جعل کرنے والے شاعروں کی فضیلت بیان کرنے لگے اہل بیت اور علی وخانہ علی کی ذوات کے لئے شعروں کے دیوان بنائے، مدح اہل بیت کے نام سے شعرگوئی کرکے اسلام کے اصول ومبانی کو تہہ وبالا کیا تاریخ حیات قیام مقدس امام حسین کو شعر پر کھڑا کیا اسلام کے خلاف ہرزہ گویاں شروع کیں اب شعر کے خلاف کوئی لکھنے اور سننے کے لئے تیار نہیں جس کی قرآن نے مذمت کی ہے علماء اس کی تعریف کرنے لگے ان کے پاس تنکا برابر جواز شعر پر کوئی دلیل نہیں سوائے یہ کہ منطق جاہلیت کو اٹھائیں اور کہیں کہ انا وجدنا آبائنا ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اسی پر پایا ہے۔

قرآن اور سنت محمدؐ میں مذموم ومردود قرار پانے والے عمل شعرگوئی سے آئمہ فقہ نے کیسے شغف حاصل کیا ہے۔

عادات واعراف کے رواج میں دین وترقی کی گنجائش نہیں دین کے بول بالا کی گنجائش نہ ہونا اظہر من الشّمس ہے کیونکہ دین لانے والے انبیاء ہیں انبیاء کا راستہ روکنے والے عرف کو رواج دینے والے عادات واعراف تھے تاریخ بشری میں یوسف، داؤد، سلیمان اور حضرت محمدؐ کے علاوہ کسی بھی نبی کو دین رواج دینے سے روکنے والے عادات و اعراف تھے چنانچہ آیات محکمات اس پر مینار ساطع ہے سورہ بقرہ آیت ۱۷۱ سورہ مائدہ آیت ۱۰۴ سورہ یونس آیت ۷۸ سورہ نوح آیت ۶۲ ابراہیم آیت ۱۰ سورہ زخرف آیت ۲۲ قصص آیت ۲۸ سورہ غافر آت ۲۹ مومنون آیت ۴۷ سورہ زمر آیت ۱۷۔۱۸ عادات واعراف سلسلہ نسب نہیں رکھتے بے پدر ومادر ہوتے ہیں شقی وخسیس وپست ہوتے ہیں جب موید من اللہ، اللہ کے دین کو اللہ کے نمائندے لے کر آئیں گے اور اعراف وعادات اس کی راہ میں حائل ہوں گے تو علماء کا عادات واعراف پر غالب آنا حاکم بنانا ناممکن ہے انبیاء اپنی دعوت کو اس اصول پر قائم کئے ہوئے تھے ہم تم سے کسی قسم کی

اجر و مدد کے خواہاں نہیں ہیں انبیاء اس منطق کے قائل تھے اقتدار طلبی، شہرت طلبی، مقام و منصب طلبی، منافی دین ہیں اصول دین سے متصادم ہیں ساتھ ہی ایسا چاہنے والے روز آخرت میں بے بہرہ رہیں گے سورہ قصص علماء کی گزر اوقات ہی مدد رسالت پر ہوتی ہے وہ دین کی خدمت کو اپنی شہرت و اقتدار کا جوڑ واں سمجھتے ہیں ایک عرصے سے علماء اس سے بھی آگے نکلے ہیں وہ عرف و عادات کے خلاف بولنے کو حرام سمجھتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو عاقبت نا اندیش، مصلحت ناشناس اور قوم کا خائن سمجھتے ہیں وہ عادات و اعراف کے محافظ ہی ہوتے ہیں عادات و اعراف منافی دین ہونے کے علاوہ منافی ترقی و تمدن بھی ہیں عادات و اعراف کے منافی ترقی ہونے کی منطق کیا ہے اس کی وضاحت کرنے کے لئے مرحوم باقر صدر نے اپنی کتاب تفسیر موضوعی کے درس دھم میں لکھا ہے ترقی کا صانع انسان ہے انسان ہی ترقی کرتے ہیں اور انسان ہی ترقی سے استفادہ کرتے ہیں یہ حقیقت نا قابل انکار حقیقت ہے چنانچہ ترقی پرست بھی کہتے ہیں اور دین پرست بھی کہتے ہیں کہ صانع ترقی انسان ہے لہٰذا وہ انسان کی تحلیل کرتے ہیں انسان کو سمجھنے کی ضرورت ہے انسان کا رشتہ کس چیز سے ہے ان کا کہنا ہے آپ کے پاس ایک انسان ہے دیکھنا ہوگا کہ ترقی کرنے کے لئے اس کا رشتہ طبیعت سے کتنا ہے انسان خالق طبیعت مبدع طبیعت نہیں ہے انسان مکشف طبیعت سے آگاہ ہوتا جائے گا معلومات بڑھتی جائیں گی طبیعت اپنا سینہ چاک کر کے دکھائے گی طبیعت اپنا راز دکھائے گی طبیعت اپنا راز بتائے گی کشف و تحقیق تنہا اپنی ترقی کے لئے کافی نہیں ہے یہ تحقیق یہ کشفیات عمومیت حاصل کرنے کے لئے یعنی عام انسانوں کے واسطے ہونے کے لئے ترقی کنندہ کا اکتشاف کنندہ کا رشتہ دوسرے انسانوں سے واضح ہونا چاہیے وہ دوسرے انسان کو اس میں کتنا حصہ دیتا ہے اس کو سمجھنے کے لئے یورپ کی ترقی کی تاریخ پڑھنے کی ضرورت ہے یورپ میں جب ترقی ہوئی فیکٹریاں اور کارخانے لگائے گئے پیداوار بڑھی تو پیداوار سے زیادہ منافع کمانے کے لئے وہ مزدور طبقے میں عورتوں کو لائے تو اس طرح کم مزدوری میں پیداوار بڑھائی بڑھتی پیداوار بڑھتے ہوئے منافع کو دیکھنے کے بعد عورتوں نے اجرت میں مساوات کی تحریک چلائی یہاں سے تحریک خواتین شروع ہوگئی خواتین کو لانا خواتین کے بارے میں نیک نیتی پر مبنی نہیں تھا بد نیتی پر مبنی تھا استحصال کے لئے تھا خواتین کو مساوی اجرت دی اجرت بڑھائی تو پیداوار مزید بڑھی پیداوار جب بڑھی تو مانگ گر گئی ایک شہر ایک ملک کتنی پیداوار مانگتا ہے مانگ جب گر جاتی ہے تو پیداوار گر جاتی ہے جب پیداوار گر جاتی ہے تو قیمتیں بڑھ جاتی ہیں یہاں سے ان کے ذہن میں دو نحوست آئی ہیں۔

۱۔ پیداوار کی مارکیٹ تلاش کرنا ہے۔

۲۔ دوسرا خام مال تلاش کرنے لگے یہاں سے فکر استعمار گری آئی ہمارے ملک میں کتنے سالوں سے تیل کے کنوئیں دریافت ہوئے ہیں تیل نکالا جاتا ہے لیکن تیل ہر آئے دن مہنگا ہو رہا ہے تو یہ کیوں ہو جاتا ہے ملک کی ترقی فیکٹری سے نہیں ہوتی کارخانے سے نہیں ہوتی مزدور سے نہیں ہوتی برطانیہ کی اتنی ترقی ہندوستان کے مواد خام سے ہوئی

ہے نیم صنعت مزدور سے ہوئی ترقی انسان کرتے ہیں لیکن انسان جامد مثل مشینری ہے اس مشینری کو پتہ نہیں مجھ سے حاصل فائدہ کون کھا رہا ہے وہ مزدور بھی نہیں جانتے ہیں کہ میرے کام سے مالک کو کتنا فائدہ حاصل ہو رہا ہے وہ جانتا ہے میرے ہاتھ کی کمائی میرے ملک کا خام مال کون کھا رہا ہے اس کے لئے آئین چاہیے وہ آئین جسے مفادات ذاتی سے آزاد ہستی بنائے اگر آئین امریکا و برطانیہ کے ایوانوں کا بنا ہوا ہو وہ کمیونسٹ علاقوں کے مفاد میں نہیں ہوگا اگر کمیونسٹوں کے ایوانوں میں بنایا گیا ہو تو سرمایہ دار ملکوں کے مفاد میں نہیں ہوگا اگر صنعت گروں نے بنایا ہو تو مزدوروں کے مفاد میں نہیں ہوگا اگر مزدوروں کے ایوانوں میں بنایا گیا تو وہ صنعت والوں کے مفاد میں نہیں ہوگا جو تمام انسانوں کے مفاد میں ہوگا وہ اللہ سبحان کا بنایا ہوا آئین ہوگا۔

عادلانہ آئین ممکن نہیں، عادات وتقالید میں قافلہ انسان کو منظّم کرنے کے لئے انسان میں لیاقت وصلاحیت نہیں ہے تو سمجھ لیں ترقی ہر آئے دن جلسے جلوس، جنازوں کے دھرنوں، اردو کی جگہ انگریزی بولنے یا سندھی و پنجابی نصاب میں شامل کرنے سے نہیں ہوتی چھوٹے چھوٹے قصبے ضلع بننے سے نہیں ہوتی ہے ترقی وتمدن کے لئے آئین چاہیے جو اللہ کی طرف سے ہو جس کی نظر میں تمام انسان مساوی ہوں اس کے لئے دین چاہیے دین قرآن وسنت ہے دین فقہاء وعلماء کی بے سروپا بے سند ذہنی اختراع نہیں ہے دین اطاعت اللہ واتباع رسولؐ ہے میلاد نبی کے نام سے مسخرہ پن نہیں ہے اللہ کی منع کردہ شاعری نہیں ہے جاہلوں بے دینوں شرابیوں رقاصوں اور موسیقی کاروں کے شعر نہیں ہیں دین اہل بیت کے نام سے امام حسین کے نام سے جھوٹے قصے کہانیاں شاعری اور سینہ زنی وپشت زنی نہیں ہے علماء اس وقت محافظ دین نہیں ہیں محافظ عادات واعراف ہیں لہٰذا نہ دین آئے گا نہ ترقی آئے گی۔

۲۔ اگر کسی قوم کو یا کسی شخص کو محکمہ قضاوت سے نکلتے وقت یہ کہتے سنا کہ ہم نے وہی گواہی دی ہے جو ہم جانتے ہیں تو سمجھ لیں کہ ان کی گواہی قبول نہیں ہے۔

۳۔ اگر کسی تازہ داماد کو زفاف کے دن یہ کہیں کہ تمہاری بیوی کیسی تھی اور جواب میں وہ کہے کہ سب سے اہم چیز صالحہ ہونا ہے تو سمجھ لیں کہ ان کی بیوی کی شکل اچھی نہیں ہے۔

۴۔ اگر ایک انسان چلتے ہوئے دائیں بائیں دیکھے تو سمجھ لیں کہ وہ بیت الخلاء ڈھونڈ رہا ہے اگر کسی کو والی کے دربار سے نکلتے وقت یہ کہتے ہوئے سنیں کہ اللہ نے اس پر رحم کیا تو سمجھ لیں کہ اس نے مار کھائی ہے۔

۵۔ مامون رشید نے کہا کہ لوگ تین قسم کے ہیں۔

۱۔ ایک شخص انسان کے لئے غذا کی مانند ہے اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتا ہے۔ ۲۔ ایک انسان دوا کی طرح ہے کبھی کبھی محتاج ہوتا ہے۔

۳۔ اور ایک انسان مثل مرض ہے اس سے اللہ کی پناہ مانگی جاتی ہے۔

۴۔فاطمین کے بانیان کانسب عبدالناس مشکوک تھالوگ زیادہ ان کے نسب کے بارے میں اظہار خیال کرتے تھے مذاکرہ کرتے تھےان کانسب پوچھنے سے روکنے کے لئے انھوں نے ان کے نام کے ساتھ علیہ السلام لگایا اور کہا کہ علیہ السلام کے بغیران کے نام نہ لیا جائے اس کے بالمقابل میں خلفاء کے لئے رضی اللہ عنہ لگایا گیا یہ دونوں عرف ہو گئے۔

۵،بنی عباس نے اہل فارس کوجوان کواقتدار پہ لائے تھے ان کے اصرار پران کوخاموش کرنے کے لئے سال میں دو دن مملکت اسلامی میں عید منانے کا فیصلہ کیا عیدنوروز اور عید مہرجان یہ عید حکمران واغنیاء وزراء کے تعیش کے لئے خزانہ اسلامی پرایک بوجھ تھا یہ بادشاہان مجوس فارس کے کرسی اقتدار پر بیٹھنے کا دن تھا مجوس بادشاہ کے اقتدار کی کرسی پر بیٹھنے کے دن کوخلفائے عباسی نے مسلمانوں پرٹھونسا کہ وہ بھی یہ دن منائیں دنیا کے مسلمانوں کا ایک حصہ آج بھی مجوس کے اقتدار پہ آنے کا دن مناتا ہے عباسی حکومت نے مجوسیوں کی دی گئی عید کے مقابلے میں مسلمانوں کوبھی دوجعلی عیدیں عید فطر وعید ضحیٰ دیں جس کا بنی عباس سے پہلے بنی امیہ کے دور میں، راشدین کے دور میں اور خود پیغمبرؐ کے دور میں کوئی نام و نشان نہیں تھا نہ خوشی کا ذکر ہے نہ کپڑے پہننے کا ذکر ہے اور نہ مبارکبادی کا ذکر ہے نہ قربانی کا ذکر ہے اس کیلئے بے اساس جھوٹ گڑھے گئے یہ عیدین پاکستان کے مسلمانوں کوکھا رہی ہیں اور دنیا کے استعماران کوزندہ رکھنے کے لئے ان پرسرمایہ لگا رہے ہیں کفروالحاداور بے دین لوگ حتیٰ دہشت گردان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

۶۔ازدواجی رسومات میں منگنی سے رخصتی تک کی رسومات کا صدراسلام میں دورپیغمبرؐ سے لے کر بنی عباس کے ابتدائی دورتک ان کا کوئی ذکرنہیں ملتا ہے کہیں بھی جتنے بھی مراسم چل رہے ہیں وہ بنی عباس کے دورحکومت میں اہل فارس اور روم کے نومسلموں نے امت اسلامی پرٹھونسے ہیں یہ وہاں سے شروع ہوئے ہیں بدعت جہیز، قلیل مہر اور ولیمہ میں اسراف وتبذیراورلہویات ولغویات نے خواتین کونعمت ازدواج سے محروم کیا ہے ان کے عوض امت مسلمہ کو عار وننگ وشرمندگی ملی اور گھٹنے پر بٹھایا ہے یہ سب فقہاء کا عرف کومصدر شریعت گرداننے کی وجہ سے امت اسلام کے گلے پڑے ہیں۔

۷۔سالگرہ وبرسی نومسلموں اور مسیحیوں کی عادت تھی جس کی مسلمانوں نے نقل اتاری ہے تقلید کی ہے اس سے گزرتے ہوئے ۳۵۱ھ میں آل بویہ نے عزاداری کی رسومات کی بدعت گزاری کی صفویوں نے اس کی آبیاری کی استعمار انگریز نے اس میں سرمایہ داری کی اس وقت ظالموں اور جابروں کی اوٹ پٹانگ سالگرہ وبرسی میں بھی امت کو پھنسایا ہوا ہے ان دوبدعتوں کے نشان وآثار دورعباسی میں بھی نہیں ملتے ہیں یہ عرف وہی عرف ہے جس کواسلحہ بنا کر سپر بنا کر انبیاء کی دعوت کوروکا گیا ہے جس عرف نے انبیاء کی دعوت کوروکا ہے انبیاء کومصیبت میں مبتلاء کیا ہے جس عرف نے صلحاء ومصلحین کے راستے کوروکا ہے۔

ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ (۸۰۔۱۵۰ھ)، امام مالک (۹۳۔۱۷۹ھ)، امام شافعی (۱۵۰۔۲۰۴ھ)، امام احمد بن حنبل (۱۶۴۔۲۴۱ھ) کی تاریخ تولد و وفات معلوم ہے۔ ان کے اساتید بھی معلوم و مشکوک تھے، ان کے فتاویٰ کے مصادر خود منطق و فلسفہ رہے ہیں، وہ خود بھی مرجئہ تھے۔ علماء اسلام میں صرف ان چاروں کی فقہ کا رواج وقت کی حکومتوں کی پالیسی تھی۔ امام شافعی کے صرف ایک استاد کا ذکر ملتا ہے وہ امام مالک ہیں۔ امام مالک کی فقہ کی کتاب سارے مرسلات اور عمل مدینہ سے ماخوذ ہے۔ اہل مدینہ امام مالک کے دور میں فاسد ترین دور سے گزر رہے تھے، گانا و غناء داخل روضہ رسولؐ تک پہنچے تھے جو کہ شریعت میں ہر حوالے سے مذموم عمل تھے یہ انتہائی عروج پر تھے، حتیٰ امام مالک بھی اس طرف راغب تھے۔ امام احمد بن حنبل کے استاد محمد حسن شیبانی، ابو یوسف اور امام شافعی کہتے ہیں دونوں ہارون الرشید کے زیر اثر تھے وہ خود حدیثی تھے۔ انسان دو ہی ذرائع سے علم حاصل کرتے ہیں۔

۱۔ کسی عالم و دانشمند کی تلمذی سے حاصل کرتے ہیں۔ جن سے انہوں نے علم حاصل کیا ان کی علمیت واضح نہیں ہے۔

۲۔ کتابیں پڑھ کے حاصل کرتے ہیں اکثر ماخذ علمی قدیم دور سے حاضر تک یہی رہے ہیں لیکن ان ائمہ کو کوئی کتاب میسر نہیں تھی، ان کے زمانے سے عصر حاضر تک کے علوم دینی میں زمین سے آسمان کا فاصلہ قرون تمدن سے قرون وسطیٰ کا فاصلہ ہے ان کا دور قرون اولیٰ حساب ہوتا ہے۔ علوم عربیہ جسے ام العلوم کہتے ہیں، علم لغت، صرف و نحو، معانی بیان بدیع سب بعد کی ایجاد و پیشرفتہ ہیں۔ آج یوسف قرضاوی، وہبہ زحیلی، ابن تیمیہ، ابن جوزی، آغا خوئی اور محمد حسین فضل اللہ ان چاروں سے بہت بلند درجوں پر فائز ہیں، ان کیلئے اساتید نوابغ ملے کتابیں تو ان کے گھر بوستان بنی ہیں، ان کے اکثر فتاویٰ آیات محکمات، سیرۃ قطعیہ رسول اللہؐ سے متصادم ہیں ان کی تقلید آیات "إِنَّا وَجَدْنا آباءَ نَا" کی مصداق جلی ہے۔ اگر دین کو مردہ شخصیات ہی سے لینا ہے تو چار خلفاء سے ہی لیتے، کیونکہ یہ ذوات ان سے کئی گنا اعلم تھیں، جبکہ آپ تقلید زندہ پر اصرار کرتے رہے اور لوگوں کو آپ مردوں کی تقلید کرواتے ہیں یہ کونسا انصاف ہے؟ قرآن اور سیرت محمد میں کونسی خرابی ہے جو قیاسات اربعہ کے نیاز مند ہو جائیں۔ حق افتاء اللہ نے کب اور کیسے دیا ہے؟ لوگوں نے رسولؐ اللہ سے فتویٰ پوچھا تو اللہ نے فرمایا ان سے کہو فتویٰ صرف اللہ دیتا ہے، قرآن اور محمدؐ دونوں کو پیچھے کر کے مردان مجہول ابن الجاہل کی تقلید سے امت مسلمہ "طرائق قددا" بن گئی ہے اور وحدت ناقابل احیاء بن گئی ہے۔ نہج البلاغہ کا خطبہ ان کی مذمت میں ہے۔ کہتے ہیں امام صادق کو تدریس کا موقع ملا تھا تو وہ تاریخی رو سے الٹا ہوتا کیونکہ دو متحارب گروہوں میں کسی بھی قسم کی سرگرمی ہوتی، کیونکہ امام صادق مدینہ سے باہر نہیں نکلے تھے تاریخ مدینہ و مسجد نبوی میں آپ کے درس کا ذکر کسی تاریخ میں نہیں آیا ہے۔ آپ کا عراق میں جانے یا لیجانے کا ذکر تاریخ کوفہ مسجد کوفہ تاریخ بغداد میں نہیں آیا یہ جو اصحاب امام صادق بتاتے ہیں وہ کوفہ میں ہوتے تھے شاید چند دن یا ایام حج میں گئے ہوں لیکن ان کے مدینہ میں قیام کا

ذکر نہیں ملتا ہے، امام صادق سے منسوب فتاویٰ میں قرآن اور محمدؐ سے انتساب نہیں ہے خود آپ کے فتاویٰ نص قرآن کے تحت نہیں (نساء۔۱۶۵) جن اصحاب کی زیادہ تعریف کرتے ہیں جامع رواۃ رجال حدیث پڑھیں ہر ایک عقائد فاسد والے تھے اگر یقین نہیں تو دیکھیں، علامہ ملبوبی نے رجال حدیث میں مشکوک قرار دیا ہے۔ امام صادق والی مدینہ یا منصور کے غیض وغضب وعتاب سے کیسے محفوظ رہے؟ علویین کی برجستہ شخصیات ان کی جیل میں بدترین اذیت وآزار کاٹتی رہیں، ان میں سے ایک عبداللہ محض سربرآوردہ بنی ہاشم بھی تھے۔ آپ کے ۴۰۰۰ شاگردوں میں سے استاد اسد حیدر ۱۲۰ بھی ثابت نہیں کرسکے، ۴۰۰ کتب کو آغا خوئی نے رد کیا ہے۔ آپ اپنے دور میں اس خاندان سے اجتماعی وسیاسی دھاندلیوں اور گندگیوں سے دور و بے لوث رہنے والی واحد شخصیت تھے اور لوگوں کو اپنے سے کھیلنے نہیں دیتے تھے، لہٰذا منصور دوانیقی جیسے جابر وسفاک و بے رحم کے ظلم وتشدد سے آپ محفوظ رہے۔ یہ سارے فتاویٰ جو امام صادق سے منسوب کئے ہیں وہ آل بویہ وفاطمین وآل صفوی نے باندھے ہیں۔

روکا ہے جس نے اس گھر کو آگ لگائی ہے اس کو مشعل راہ قرار دیں گے تو یہ امت کیسے سر اٹھائے گی۔

منطوق انسانی سے اور بھی مطالب اور معانی اخذ کرتے ہیں اس سلسلہ میں کتاب قبسات تجارب الامم ص ۵۱ پر بعض حکماء سے نقل کرتے ہیں اگر آپ کسی کو کسی کے گھر سے نکلتے وقت یہ کہتے سنیں کہ وہ کہے کہ ماعنداللہ خیر وابقی تو آپ سمجھ لیں کہ ان کے پڑوس میں ولیمہ ہے اس میں اس کو دعوت نہیں دی گئی۔

کتب احمد بن حنبل:

احمد بن حنبل کی کتابیں ان کی وفات کے بعد بارہ حمل (بار) ہوئیں احمد بن حنبل نے مامون رشید کی بدعت خلق قرآن کے مقابل میں استقامت دکھائی زندان گئے کوڑے کھائے اپنے موقف پر قائم رہے یہاں تک کہ متوکل کے دور میں ان کو رہائی ملی۔

احمد بن حنبل وخلق قرآن:

احمد بن حنبل جس مسئلہ میں پھنس گئے بدترین اذیت وآزار وشکنجے کا سامنا ہوا وہ مسئلہ مخلوقیت وغیر مخلوقیت قرآن ہے جس کو معتزلہ نے مامون رشید کے ذریعے نافذ کیا تھا اور ان کے مخالفین کو دردناک سزائیں دینے کا عزم کیا ہوا تھا احمد بن حنبل اس میں کیسے پھنس گئے اور کیسے نکلے کامیابی سے ہمکنار ہوئے، سرخ رو نکلے بدنام نکلے یا اتفاقی نکلے یہ مسئلہ کتنی اہمیت کا حامل تھا اس کو بیان کرنے کے لئے اس مسئلہ کی آغاز و پیدائش بیان کرنے کی ضرورت ہے کتاب تاریخ مذاہب اسلامیہ تالیف محمد ابوزھرہ ص ۴۸۵ پر آیا ہے یہ مسئلہ بنی امیہ کے آخری دور میں یوحنا دمشقی نے مسلمانوں کو پھنسانے کے لئے اٹھایا تھا کہ تمہارے نبیؐ سے حضرت عیسیٰؑ افضل ہیں کیونکہ قرآن میں حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ آیا ہے کلمۃ اللہ قدیم ہوتا

ہے کیونکہ اللہ قدیم ہے یہاں سے بحث شروع ہوئی قرآن جوکہ کلام اللہ ہے مخلوق ہے یا غیر مخلوق اگر مخلوق ہے تو قرآن کی رغبت گر جائے گی اگر قدیم ہے تو حضرت عیسیٰ کا مقام بلند ہو جائے گا کیونکہ ان کو قرآن میں کلمۃ اللہ کہا ہے اس وقت کے علماء اور سلاطین نے ایسے مباحث و مسائل اٹھانے والوں کو سخت سزا دی یہاں تک کہ ایسی بات کرنے والے ہارون کی گرفت میں آتے تھے جس طرح آج مشنری سکولوں سے فارغ ہونے والے تعلیم یافتہ افراد علماء سے ایسے ایسے سوالات اٹھاتے ہیں جب سے معتزلہ اقتدار پر آئے انہوں نے مامون سے اس مسئلہ کو حکومتی سطح پر اٹھایا قرآن کو مخلوق نہ ماننے والوں کو دردناک سزائیں دینے کی وعید دی قرآن کو مخلوق نہ کہنے والوں میں سر فہرست احمد بن حنبل ہے وہ حقیقت میں تو کلام اللہ کو مخلوق ہی سمجھتے تھے لیکن ان کا کہنا تھا پیغمبر اکرمؐ اصحاب و تابعین اور اسلام میں کسی نے قرآن کے لئے مخلوق نہیں کہا ہے لہٰذا وہ اسے مخلوق نہیں کہہ سکتے ہیں جس پر آپ کو اتنی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔

احمد بن حنبل اور شعر گوئی:

کتاب ائمہ اربعہ ص ۱۹۳ پر لکھتے ہیں شاید بعض کے لئے تعجب ہو امام احمد بن حنبل جیسے زاہد و تقویٰ ورع دین میں سختی و تشدد والے بھی شعر کہتے تھے لیکن تعجب کی بات نہیں ہے امام احمد بہت بڑے شاعر بھی تھے آپ نے شعر گوئی کے بارے میں فتویٰ دیا ہے کہ وعظ و تذکر و نصیحت اور توبہ استغفار کے بارے میں شعر گوئی کر سکتے ہیں چنانچہ ہمیں آپ کے اسناد کردہ شعر ملے ہیں ثعلب نحوی ایک دن آپ کے پاس آئے ان سے پوچھا کیا دیکھتے ہو تو انہوں نے کہا نحو اور مرضی میں شعر گوئی میں مصروف ہوں تو انھوں نے یہ شعر پڑھے۔

ان پانچ اماموں میں سے ایک ابتداء ہی سے فقہ کو حدیث و قیاس سے ممزوج بلکہ قیاس ہی پر چلاتے تھے امام مالک جوکہ مدینہ میں قیام پذیر تھے قیاس کے سرسخت مخالف تھے مدینہ سے بغداد آنے کے بعد کثرت رحلات و ملاقات علماء عراق کے بعد قیاسات عقلی ان پر غالب آئے تھے چنانچہ مصالح مرسلہ، اجماع اہل مدینہ اور روایات مرسلہ آپ کے مصادر فقہی بنے تھے امام شافعی گرچہ امام مالک کے شاگرد ہونے کی وجہ سے آپ کو حدیثی گردانتے تھے لیکن بغداد اور مصر و مکہ میں رفت و آمد اور قاضی ابو یوسف کے شاگرد بننے کے بعد ابو حنیفہ سے بھی زیادہ عقل گرائی آپ پر غالب آئی تھی یہاں تک کہ آپ نے اصول فقہ وضع کئے امام احمد بن حنبل جوکہ ابتداء سے حدیث میں مصروف رہتے تھے امام شافعی کے شاگرد رہے تھے حدیث آپ پر غالب تھی لیکن اس وقت حدیثوں کا مقام گرا ہوا تھا مقام و منزلت اہل رائے کا تھا لہٰذا آپ کی گرائش آخر میں فقاہت کی طرف ہوگئی تھی۔

امام جعفر صادق کی امامت ہر حوالے سے موضوع گفتگو طلب ہے:

۱۔ امام صادق کے چار ہزار شاگرد بتاتے ہیں لیکن آپ کی تدریس کس جگہ ہوتی تھی بیان مضطرب ہے کبھی کہتے ہیں مسجد نبوی میں کبھی مسجد کوفہ کا ذکر کرتے ہیں، کبھی حیرہ کا ذکر کرتے ہیں لیکن تاریخ کوفہ و مسجد اور تاریخ مسجد نبوی میں

ان دروس اور حلقوں کا ذکر کہیں نہیں ملتا ہے۔

۲۔آپ کا عراق اور کوفہ میں تشریف لانے کا ذکر صرف حلیۃ االاولیاء ابونعیم اصفہانی اور کتاب مذاہب ائمہ اربعہ محمد ابوزھرہ کے علاوہ کسی تاریخ قدیم مدینہ یا تاریخ بغداد میں نہیں ملتا ہے۔

۳۔مدینہ میں آپ کے گھر میں اتنی تعداد میں لوگ اگر پچاس بھی روزانہ آمدورفت رکھتے تو ذکر آنا چاہیے تھا۔

۴۔جن شاگردان خاص کا نام لیتے ہیں وہ مدینہ میں نہیں ہوتے تھے امام کے کوفہ میں تشریف لانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے تو یہ حلقہ درس کیسے ثابت کریں گے سوائے ایام حج میں ایک دو مہینے ملنے کا موقعہ ہوتو اور بات ہے' اس کا بھی ذکر نہیں ملتا ہے۔

۵۔منصور دوانقی بنی عباس کا سب سے بڑا طاقتور خلیفہ خاص کر خاندان علوی پر کڑی نظر رکھنے والا سب کو جیل میں حبس ابد یا موت دینے والا اتنی سرگرمیاں امام صادق سے دیکھنے کے بعد انہیں کیسے نظر انداز کرسکتا ہے یہ خود سوال پر سوال اٹھتا ہے۔

۱۔ احمد بن محمد بن ہانی معروف باسلم ہے اس نے احمد بن حنبل کی فقہ پر کتاب لکھی ہے۔

۲۔ احمد بن محمد بن حجاج مروزی ہیں اس نے بھی ایک کتاب لکھی ہے۔

۳۔ اسحاق بن ابراہیم معروف بہ ابن راویے مروزی یہ ان کے بڑے اصحاب میں سے تھے مامون نے ان کو مجبور کیا کہ وہ خلق قرآن کا اقرار کریں ۲۱۸ سے ۲۳۳ھ تک یہ مسئلہ چلتا رہا ۲۳۳ھ میں متوکل نے اس مسئلہ کا خاتمہ کیا اور لوگوں کو اپنے رائے پر چھوڑا کہ جو بھی رائے رکھیں امام احمد نے اس مسئلہ میں جو رائے اس نے بتائی ہے اس پر استقامت دکھائی ہے مصیبتیں اور آزار برداشت کئے ہیں یہاں تک کہ ۲۴۱ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔

احمد بن حنبل کی نظر میں فتویٰ دینے والے کے لئے شرائط:

کتاب الائمہ اربعہ تالیف شرباصی ص ۱۶۹ احمد بن حنبل مفتی کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کو ضروری گردانتے تھے:

۱۔اس کی نیت اخلاص پر مبنی ہو اگر اس میں اخلاص کا فقدان ہے اس پر نور نہیں چھائے گا تو اس کے کلام میں بھی نور نہیں ہوگا۔

۲۔صاحب علم وحلم و وقار سکینہ ہونا چاہیے۔

۳۔جو کچھ اس کو اس سلسلہ میں پیش آمد ہوگا ان سے واقف ہونا چاہیے۔

۴۔اس میں فتویٰ دینے کی صلاحیت وقدرت ہونا چاہیے ورنہ لوگ اس کو چھپائیں گے۔

۵۔وہ لوگوں کے مزاج اور ان کے حال واحوال کو جانتا ہو۔

۶۔قرآن کے وجود احتمال سے واقف ہو سنت پیغمبرؐ سے واقف ہو احادیث صحیح اسناد سے واقف ہو۔

۳۸ ذرائع ان کے بعد احمد بن حنبل محمد بن ہارون کنیت ابوبکر خلال آئے اور احمد بن حنبل کے علوم کو جمع کیا ان سے ملنے والوں سے ملے ان سے منقول اسناد کو جمع کیا جس سے جامع کے نام سے کتاب سامنے آئی جو ۲۰ جلدوں پر مشتمل ہے یہ اصل کتاب ہے احادیث کو ابوداؤد سلیمان بن اشعث نے بھی نکالا ہے ابوالقاسم عمر بن ابی علی الحسنی تر قی متوفی ۳۲۴ھ نے فقہ احمد پر کتاب لکھی ہے مختصر فرقی کے نام سے اسکی شرح تین سو سے زائد ہیں صاحب کتاب لکھتے ہیں دیگر تین مذاہب کو جو فروغ ملا ہے وہ مذہب احمد بن حنبل کو نہیں ملا ہے وہ عراق سے باہر نہیں نکلے ہیں وہ تینوں اماموں کی نسبت سب سے کم مقلد رکھتے تھے چنانچہ ابن خلدون نے کہا ہے یہاں تک صاحب کتاب لکھتے ہیں ۱۳۴۶ھ تک شام میں ان کے مقلدین ختم ہو گئے تھے۔

کہتے ہیں کہ ان اماموں کے مصادر فقہی قرآن اور سنت ہیں جس سے انسان یہی سمجھتا ہے کہ وہ قرآن وسنت سے انحراف نہیں کریں گے کتاب الائمۃ تالیف دکتور شرباصی میں لکھا ہے چاروں امام شاعری بھی کرتے تھے خاص کر امام مالک اور شافعی دونوں غناء سے شغف رکھتے تھے اور میں بھی غیر لگاتے تھے اور اصلاح بھی کرتے تھے اس نقل کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن اور سنت کے تحت ہمیں دیکھنا ہے قرآن وسنت میں غناء کا کیا حکم ہے کتاب موسوعہ فقیہ کویتی ج اص ۲۹۴ پر آیا ہے غناء اسم از تغنی ہے غنا کے معنی صوت میں طرب کو کہتے ہیں ترنم کو کہتے ہیں ترجیع آواز کو بھی کہتے آلات واوزار موسیقی کے ساتھ پڑھنے کو بھی کہتے ہیں اس موسوعۃ میں غناء کے بارے میں فقہاء کو بھی بیان کیا گیا ہے بعض نے حرام بعض نے کراہت بعض نے مباح بعض نے تفصیل بیان کیا ہے۔

غناء شعر اور صوت دونوں کی آمیزش ہونے کے بعد جو طرب اور ہیجان لاتا ہے اس کے بعد انسان دنیا و مافیہا سے محو ہو جاتا ہے اس کے ہوتے ہوئے اس کی نظر میں کچھ نہیں آتا چنانچہ خلیفہ امین کا جب لشکر مامون نے محاصرہ کیا تو قائدین لشکر نے انہیں اطلاع دی کہ لشکر مامون نے بغداد کا محاصرہ کیا ہے تو کہا ابھی میں غنا کر رہا ہوں اس حالت کو عرف عام اور لغت میں لہو کہتے ہیں لھو کے بارے میں قرآن کی ان آیات میں مذمت آئی ہے جمعہ ۱۱ انعام ۷۰ اعراف ۱۷ انبیاء ۷ انساء ۷ امومنون ۳۔

اب بتائیں کہ ان آئمہ کے عمل کو مطابق قرآن کہیں گے یا مخالف قرآن۔

امام مالک کے مصادر فتویٰ میں ایک عمل اہل مدینہ ہے کیونکہ انہوں نے نزول وحی کو سنا ہے انہوں نے پیغمبرؐ کے اعمال و کردار کو دیکھا ہے لہٰذا احادیث احاد یا ضعیفہ سے عمل اہل مدینہ مقدم ہے آپ نے اہل مدینہ کو کسی صنف و گروہ سے مقید نہیں کیا ہے لہٰذا یہاں سوال پیش آتا ہے:

۱۔ دنیا میں کوئی تاریخ گزری ہے جہاں قوم کے تمام افراد عمل و فکر میں یکساں ہو۔

۲۔ اس مدینہ میں خلیفہ مسلمین محاصرہ منافقین میں گھرے تو اہل مدینہ یا تو شہر چھوڑ کر گاؤں یا دیہاتوں اور

مزرعوں میں چلے گئے یا اپنے گھروں میں خاموش چپ چاپ بیٹھے رہے۔

۳۔اس مدینہ میں خلیفہ منتخب ہوا اکثر اصحاب کی بیعت کے باوجود پچیس اصحاب نے بیعت سے انکار کیا ان کے عمل کو اپنائیں گے یا بیعت کرنے والوں کے۔

۴۔جہاد باغین کے بارے میں قرآن میں حکم ہے اس میں خلیفہ کو تنہا چھوڑنا کس زمرہ میں آتا ہے۔

۵۔آپ کے دور سے پہلے اور اس دوران میں مدینہ میں غناء ورقص وموسیقی عام ہو چکی تھی کیا یہ بھی قابل عمل ہے۔

کتاب قصص العرب تالیف ابراہیم مدینہ منورہ میں غناء کو رواج دینے والے طوس بکر سعید ہیں اس کتاب کے ص ۱۲۴ تک مدینہ کے ان مغنی ومغنیات کا ذکر ہے جنہوں نے طوس سے غناء سیکھی تاریخ میں آیا ہے ایک مغنی کی موت پر اہل مدینہ رونے لگے تو کسی نے کہا رونا نہیں اللہ ہمیں ان کا بدیل دے گا امام مالک احمد بن حنبل اور شافعی کہتے ہیں اہل مدینہ کا عمل حجت ہے۔

اعترافات آئمہ:

۱۔قرآن اور سنت سے استناد کر کے فتاویٰ دیتے ہیں۔

۲۔جہاں قرآن اور سنت میں حکم نہیں آیا ہے وہاں فتویٰ دیتے ہیں۔

۳۔اجماع علماء کے تحت فتویٰ دیتے ہیں۔

۴۔قیاس کے تحت فتویٰ دیتے ہیں۔

۵۔مصالح مرسلہ کے تحت فتویٰ دیتے ہیں

۶۔احادیث مرسلہ کے تحت فتویٰ دیتے ہیں۔

۷۔احادیث احاد کی بنیاد پر فتویٰ دیتے ہیں۔

۸۔احادیث ضعیفہ کی بنیاد پر فتویٰ دیتے ہیں۔

۹۔ہم سے غلطی ہو سکتی ہے۔

۱۰۔ہماری تقلید نہ کریں۔

۱۱۔ہمارے پاس ہر چیز کا علم نہیں ہے۔

۱۲۔فقہاء کو ایک دوسرے سے اختلاف ہوتا ہے۔

۱۳۔عالم اسلام ان کے درمیان تقسیم ہے۔

۱۴۔ہم تک ان کے فتاویٰ ان کے بعد والے علماء کے توسط سے آئے۔

۱۵۔جب سے کتب استنساخ قلمی سے نکل کر طباعت میں آئیں ان کی توثیق کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

۱۶۔فتاویٰ چاہے قرآن وسنت سے کیوں نہ ہو وحی نہیں ہوتا ہے قول علماء ہے۔

یہ دین اللہ کا ہے اس کو اللہ نے نازل کیا ہے قرآن میں آیا ہے اس قرآن کے حافظ ہم ہیں اس قرآن میں ہر قسم کی شک وتردید کی نفی کی گئی ہے ہم نے اس کو دین کامل ودائم کہا ہے اس کے باوجود دین کو صرف حدیث پھر حدیث کو اصحاب کے فتاویٰ پھر اہل مدینہ کے عمل سے پھر اجماع امت سے پھر قیاس شخص سے پھر مصالح مرسلہ سے جوڑنے کے بعد اس دین اور دین مسیح میں کیا فرق رہ گیا ہے دین مسیح کا بھی تین سو سال کے بعد ایسا ہی حشر ہوا تھا جس کے نتیجے میں مسیح اللہ کا بیٹا ہو گیا تھا یہاں اللہ علی، اولاد علی اصحاب علی پھر صوفی پھر متمدن میں حلول کی سند بھی انہی احادیث سے دیتے ہیں۔

قرآن کا ترجمہ قرآن نہیں قول رسولؐ کا ترجمہ قول رسول نہیں تو فتاویٰ کیسے وحی ہوسکتے ہیں۔

ابراہیم نخعی اور شعبی کے استاد قاضی شریح تھے قاضی شریح امور قضاوت سے متعلق مہارت اور عبور رکھتے تھے لیکن فقہ کے دیگر امور میں ان کی توثیق نہیں ہوئی ہے۔

۲۔ابراہیم نخعی اور شعبی اپنے دور کے جید وممتاز عالم تو تھے لیکن جمع روایت بغیر تحقیق نقل کرتے تھے اور ان سے نقل کرنے والوں کی حیثیت مطعون ومخدوش تھی۔

۳۔حماد کی اپنی توثیق چنداں اطمینان بخش نہیں تھی۔

۴۔ابوحنیفہ بحث وتحقیق کیلئے زیادہ وقت نہیں دیتے تھے۔

۵۔ان کے شاگردوں میں محمد بن حسن شیبانی نہیں آتا ہے کیونکہ وہ ان کی وفات کے موقع پر اٹھارہ سال کے تھے لہٰذا وہ ان سے زیادہ احادیث نقل نہیں کرسکے۔

ائمہ اربعہ نے مرسلات اصحاب حتیٰ عمل اصحاب کو بھی قرآن وسنت کے بعد مصادر میں قرار دیا ہے امت اسلام میں افتراق وانتشار ڈالنے والوں کا سلسلہ ان سے شروع ہوا جہاں انہوں نے مالیس دین کو دین میں داخل کیا اس کے خلاف بولنے والوں کو دین سے خارج گردانا گیا یہ سلسلہ آگے بڑھا تو دوسرا گروہ پیدا ہوگیا جو کل اصحاب کو کافر ومنافق کہنے لگا اگر کافر ومنافق دین کو صدمہ پہنچانے والے ہیں تو امت میں افتراق ڈالنے والوں کے بارے میں کیا کہیں گے یہ دونوں گروہ دین کو نقصان پہنچانے والوں میں شامل ہوں گے کیونکہ ان میں سے اصحاب کا زعون یہاں قرار دینے والوں کا نبی کریمؐ کی دعوت کو قبول کر کے زحمت ومشقت وصعوبت اٹھانے والے، ہجرت وجہاد وقتال وقتل پر تحمل کرنے والے مہاجرین جن کی ثناء قرآن میں آئی ہے اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کے لئے حضرت محمدؐ کو مدینہ بلا کر جان ومال خانہ وآشیانہ دیا دونوں نعوذ باللہ کافر ہونگے۔اگر سب پیغمبر اکرمؐ کے بعد اللہ کی حجت ہیں تو جنگ تبوک

میں جانے سے حیلہ بہانے بنانے والے مسجد ضرار بنانے والے جنگ احد میں راستے سے واپس جانے والے فتح ہونیو الی جنگ کوشکست دینے والے پیغمبر اکرمؐ کی مشرکین کو جاسوسی کرنیوالے جن کو نبی کریمؐ نے مدینہ بدر کیا تھا سب حجت بنیں گے۔

قواعد اصول شرعیہ:

اصولیوں نے احکام شرعیہ اور اس کے علل کا استقراء کر کے کچھ قواعد عامہ وضع کئے ہیں ان کا کہنا ہے جس طرح قرآن وسنت میں آنے والے احکام کی رعایت واجب ہے اس طرح جن احکام کو علماء اصول فقہ نے پیش کیا ان کی بھی رعایت واجب ہے تا کہ لوگوں کے مصالح پورا ہو جائیں اور ان کے درمیان عدل ومساوات ہو جائے کتاب اصول فقہ تالیف عبدالوہاب خلاف ص ۲۲۹ پر القسم رابع فی القواعد تشریعیہ کے عنوان سے قواعد اصولیہ شرعیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ احکام شرعیہ کا مقصد لوگوں کے مصالح کو حاصل کرنا ہے ان کی ضروریات کو حاصل کرنا ہے اور ان کے احتیاجات وتحسینات کو فراہم کرنا ہے پوری شریعت میں ان تین چیزوں کو نظر میں رکھا ہے ضروریات واحتیاجات و تحسینات چاہے احکام تکلیفی ہوں یا وضعی دونوں مقاصد شرع ہیں لہٰذا مقاصد شرع کا سمجھنا ضروری ہے جس سے ہمیں فہم نصوص شریعت میں مدد ملے گی اور اس کو تطبیق کرنے میں مدد ملے گی مثلاً شریعت میں وارد الفاظ وکلمات کے چند معانی کا احتمال ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک معنی کو ترجیح دینا مقصد شارع معلوم ہوتا ہے بعض نصوص کے ظواہر ایک دوسرے سے متعارض ہیں اس تعارض کا حل میں ان میں سے یہ مراد ہے یہ مراد نہیں یہ بھی مقصد شارع کے تناظر میں ممکن ہے بعض ایسے واقعات ہوتے ہیں جو نصوص کی عبارت میں نہیں آتے ہیں اس سے وہ بھی مقصد شارع درک ہوتا ہے۔

اصول مذاہب جھوٹ پر استوار ہیں:

جعفری، حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے اصول مذاہب کا پہلا اصل قرآن ہے' آپ ان تمام کتب فقہ کو اٹھا کے دیکھیں تو مسائل فقہی کو کہاں کہاں سے قرآن سے استناد کیا ہے وہ قرآن سے استناد تو دور کی بات ہے قرآن سے استناد کو مشروط کرتے ہیں کہ حدیث میں اس کی توضیح وتشریح کیا کی گئی ہے۔ صرف یہی لکھا ہے پہلا مصدر قرآن ہے لیکن قرآن کو کہاں کہاں مصدر بنایا ہے اس کا ذکر کسی نے نہیں کیا ہے۔ اس طرح سنت رسولؐ کے ساتھ بھی ایسا کیا ہے مسائل سنت رسولؐ سے استناد کر کے نہیں ملیں گے بلکہ اصحاب وتابعین اور زیادہ تر ائمہ سے مستند ملیں گے۔

انھوں نے حدیث، اجماع، قیاس، مصالح مرسلہ صد ذرائع کی تفصیل بتائی ہے لیکن قرآن کے بارے میں کسی قسم کی وضاحت نہیں کی ہے باب فقہ میں مجموعی طور پر کتنی آیات ہیں ان آیات میں کتنی آیات محکمات ہیں قرآن اس مسئلہ کے حکم کے لئے کافی ہے کا ذکر کہیں بھی نہیں کیا ہے اور قرآن کا ذکر نہ کرنے کی شکایت کرنے والوں کو تہمت کے تیر باران

برسائے ہیں آپ کو ان فقہاء کی حیات میں کہیں بھی نہیں ملے گا کہ انہوں نے حدیث اور علم احکام قرآن کہاں سے لیا ہے مثلاً امام ابوحنیفہ نے حدیث حماد بن ابی سلمی سے لی ہے امام مالک نے حدیث فلاں فلاں سے لی ہے اس طرح امام شافعی احمد بن حنبل امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے بارے میں نہیں ملے گا کہ انہوں نے علم احکام قرآن کہاں سے لیا ہے۔

فقہ قرآن سے متعلق تدریس کی ہو امام مالک نے بھی فقہ قرآن کا درس دیا ہو نہیں ملتا ہے اسی طرح ان فتاویٰ میں سے کتنے فتویٰ قرآن سے ماخوذ ہیں یہ حقیقت انتہائی حد تک شرم آور ہوگی فقہ خمسہ کے ماتھے پر سب سے بڑا سیاہ داغ یہ ہے کہ اس میں قرآن ناپید ہے اگر کوئی مرد ہے تو ثابت کرے کہ کس فقہ نے قرآن کو اٹھایا ہے ان کے نام سے ثابت کرو کہ فلاں نے قرآن سے استنباط کیا ہے حقیقت میں یہ ثابت ہوگا کہ انہوں نے قرآن کے خلاف فتاویٰ دیئے ہیں دوسرا سقم فقہ خمسہ عقائد سے آزاد ہے فقہ عقائد پر قائم نہیں ہے بلکہ کھلی شرم آور بات کی ہے کہ مجتہد کے لئے عقائد کافی ہیں اس میں اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے۔

مذاہب کے مراحل اور ترقی:

فقہ کو جا گزین قرآن اور سنت کرنے کیلئے پہلے مرحلے میں سنت محمدؐ میں تحریف کی یعنی سنت محمدؐ میں توسیع کی اور نبی کریمؐ کے علاوہ اصحاب و اہل بیت اور تابعین کی سنت کو بھی حجت گردانا گیا ہے' جو کہ نساء ۱۶۵ سے متعارض ہے اس میں کامیاب ہونے کے بعد سنت کی جگہ لفظ احادیث استعمال کیا جانے لگا پھر احادیث میں توسیع کرنے کے لئے حدیث کے حفظ کی فضیلت میں احادیث وضع کیں وضع احادیث میں کھلی چھٹی دی گئی گویا یہ طے کرلیا گیا کہ اسلام کے خلاف جو بھی ہوسکتا ہے کریں جو بھی اور جتنی بھی زیادہ آسائشیں اور سہولتیں دے سکتے ہیں دے دیں اسلام کو گرائیں کمزور کریں منہدم کریں نئی اساس جعل کرنے والی احادیث لائیں ۔

۱۔ واجب نمازوں کے علاوہ مستحبات ونفلیات اور ان کے طریقہ انجام میں تنوعات۔

۲۔ کعبہ کی اہانت وجسارت کے ساتھ آئمہ اور صوفیوں کی قبور کی فضیلت و برتری بیان کی جانے لگی۔

۳۔ حج بیت اللہ کی اہمیت گرا کر زیارتوں پر جانے کی فضیلت میں اضافہ کیا گیا۔

۴۔ فہم قرآن کی کاوش کی مذمت کی بلکہ اس کو سعی لاحاصل گردانا گیا۔

۵۔ پیغمبرؐ کو چھوڑ کر اہل بیت کو پکڑنے کی تلقین کی گئی۔

۶۔ اصحاب کے فضائل ومناقب کو پیغمبرؐ کا بدیل قرار دیا گیا اصحاب کے نام سے یاران باوفا و بے وفا سب کو یکساں کیا گیا۔

۷۔ ختم نبوت کے تصور کو کبھی نبی آنے کبھی مہدی آنے کبھی عیسیٰ آنے کبھی عقل کی بلوغت سے مسترد کیا گیا یا کمزور دکھایا گیا۔

۸۔انبیاء کی جگہ اولیاء کو اٹھایا۔

۹۔احادیث کی جگہ فتاویٰ کی تشویق دلائی گئی۔

۱۰۔مصادر اصلی قرآن اور سنت کی جگہ قیاس وعقل پر زور دیا گیا۔

۱۱۔بیت اللہ سے زیادہ مزاروں کی فضیلتبیان کی گئی۔

۱۲۔مکہ مکرمہ کی بجائے کربلا و نجف اور شام وقم کی فضیلت بیان کی گئی۔

قانون:

کتاب لغت نامہ دہخدا میں آیا ہے یہ کلمہ اختراعات ابن سینا میں سے ہے انہوں نے اپنی طب میں لکھی گئی کتاب کا نام قانون رکھا ہے بعض نے کہا ہے یہ بعلبک اور دمشق کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے بعد میں شریعت اسلام کے مقابل بنائے گئے آئین کے لئے استعمال ہوا ہے۔

قانون کتاب مدخل الی الشریعہ والفقہ الاسلامی تالیف عمر سلیمان عبد الاثرص ۳۹ پر آیا ہے کلمہ قانون وہ کلمہ ہے جس اس کی اصل عربی نہیں بلکہ مغربی لغات سے لیا گیا ہے علماء لغت عرب نے لکھا ہے اس کی اصل سریانی ہے سریانی زبان میں یہ کلمہ مسطر کو کہتے ہیں یعنی رول جس میں خط کی لین بناتے ہیں یہ کلمہ لاطینی میں قاعدہ تنظیم کے لئے استعمال کرتے ہیں فرانسیسی زبان میں یہ کلمہ کلیسا سے صادر مقررات کے لئے استعمال کرتے تھے عربوں نے یہ کلمہ انہی معانی میں استعمال کیا ہے جیسا کہ جرجانی نے کہا ہے **القانون امر کلی ینطبق علی جمیع جزیاته التی یتعرف احکامها منه کقول النحات الفاعل مرفوع و المفعول** منصوب ولمضاف مجرور قانون کے مترادف کلمہ قاعدہ ہے جس کے تعریف میں جرجانی لکھتے ہیں ہی قضیہ کلیہ منطبقہ علی جمیع جزیٔاتہا۔

اصطلاح ادیان میں شریعت کے خلاف بنائے گئے آئین کو کہتے ہیں اس حوالے سے دنیا میں رائج آئین کے بارے میں تین تصور پائے جاتے ہیں:

۱۔قانون وضعی یعنی بشر کا بنایا ہوا قانون ہے۔

۲۔قانون منسوب باللہ وضعی یعنی دین اللہ کا ہے لیکن بشر نے از خود بنایا ہے نسبت اللہ کی طرف دیتے ہیں لیکن لکھا بشر ہی نے ہے جیسے توراۃ انجیل زبور کتب عہد قدیم وجدید یہ کتابیں قانون: محرفہ وہ قانون ہے جسے اہل ادیان نے پیش کیا ہے بطور کامل وضع بشر کہتے ہیں۔

اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کے پاس موجود قوانین اللہ سے منسوب ہیں لیکن ان کو بنانے والے انسان ہیں یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ کلام الٰہی ہے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ منسوب بہ اللہ ہے لہٰذا یہودیوں کے پاس قانون کے تین مصادر موجود ہیں:

تورات ۔تلمود۔ پروٹوکولات صہیونی

۳۔قانون وضعی یورپ میں کلیسا اور ارباب علوم کشفیات کے درمیان تصادم وتعارض کے بعد یا انقلاب صنعت کے بعد بنائے گئے قوانین کو قوانین وضعی کہتے ہیں کتاب تشریع وضعی دراستہ عقیدیہ ڈاکٹر محمد بن حجر قرنی ص ۱۳۲ پر قوانین وضعی کی تاریخ اور بانیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے قوانین وضعی بشر چند مراحل سے گزرا ہے:

۱۔ عراق کے شہر بابل میں بادشاہ حمورابی نے بنایا ہے یہ سب سے پہلا قانون ہے۔

۲۔ قانون مانو یہ جسے ہندوستان کے بادشاہوں کی طرف نسبت دیتے ہیں۔ ہندوستان کے قدیم بادشاہوں کو مانو کہتے تھے جس طرح مصر کے بادشاہوں کو فرعون کہتے تھے۔

۳۔ قانون فراعنہ میں مصری بادشاہان نے اپنے آپ کو مقدس پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ بادشاہ کے اندر حلول کرتا ہے وہ مالک ارض مالک الناس ہے جیسا کہ سورہ زخرف آیت ۵۱ نازعات ۲۱ تا ۲۲ قصص آیت ۳۸ میں آیا ہے۔

۴۔ عرب اپنے قانون شیاطین جن وانس اور کاہنوں سے لیتے تھے جیسا کہ سورہ شوریٰ آیت ۲۱ بقرہ ۱۶۵ انعام ۱۳۷ انساء آیت ۶۰ میں آیا ہے۔

۵۔ قانون کو تقدیس وتعبید سے نکال کر صرف آئین شہری بنانے کا دور یونان سے شروع ہوا فلاسفہ یونان میں ایسا قانون بنانے کا سلسلہ شروع ہوا چنانچہ اس تسلسل میں فلاسفہ سوفسطائی وجود میں آئے ہیں۔

۶۔ قانون دراکون:۔ یونان کے فلاسفہ نے قانون بنانے کا یہ حق ایسے گروہ کو دیا کہ جو ان کی خواہشات کے مطابق قانون بنائے ان کو دراکون کہتے تھے۔

۷۔ قانون رومانی یہ بھی کاہنوں کا بنا ہوا قانون ہے یہ بھی یونان سے منتقل ہوا ہے قانون اپنے مراحل ومنازل طے کرتے کرتے آخر میں تین شکلوں پر توقف ہوا:

۱۔قانون ماخوذ از طبیعت:۔ان کا کہنا ہے قانون باہر موجود ہے وہ تغییر ناپذیر ہے بشر نے اس قانون کو کشف کیا ہے۔

۲۔قانون اقوام وملل وہ قانون ہے جو وقت اور حالات کے تناظر میں بناتے ہیں۔

۳۔قانون مدنی یعنی ہر شہری کی اپنی ثقافت، تاریخ اور اعتقادات وضرویات کو پیش نظر رکھتے ہوئے قانون بناتے ہیں اس کو قانون مدنی کہتے ہیں اس کو قانون وضعی بھی کہتے ہیں۔

کلمہ وضعی یا وضعیہ کسے کہتے ہیں کتب لغت میں آیا ہے وضعیہ مادہ وضع سے مصدر جعلی ہے لغت عرب میں اس کیلئے بہت سے معانی بیان ہوئے ہیں:

۱۔ تصنیف وتالیف کتاب کے لئے لکھتے ہیں یہ کتاب فلاں کی وضع کردہ ہے۔

۲۔ بنیاد ڈالنے کو کہتے ہیں مثلاً واضع لغت عرب یعرب بن قحطان ہے۔

۳۔ افتراء باندھنے کو کہتے ہیں۔

۴۔ جعل کرنے کو کہتے ہیں۔

۵۔ کسی کو ذلیل کرنے کو کہتے ہیں۔

۶۔ اپنے کو لوگوں سے گرانے کو کہتے ہیں۔

۷۔ جعل حدیث کرنے والوں کو وضاعان حدیث کہتے ہیں۔

۸۔ منصوبہ بندی کرنے کو وضع کہتے ہیں۔

۹۔ پہلے ہاتھ جس پر رکھتے تھے اب ہاتھ اٹھانے کو کہتے ہیں۔

۱۰۔ اسقاط کو کہتے ہیں۔

۱۱۔ کسی چیز کو ثابت کرنے کو کہتے ہیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ بہترین وسالم ترین اور اشکالات واعتراضات سے پاک قانون کون سا قانون ہوسکتا ہے قوانین جسے بشر نے بنایا ہے بشر کے بنائے گئے قوانین اپنے مراحل ومدارج علاقائی کی وجہ سے کم وکیفیت میں کامل و ناقص ہیں ان میں یکسانیت نہیں۔

۴۔ قانون چونکہ ہے لہٰذا تمام دوافع مؤثرات عناصر شعور ولاشعوری سب کا دخل ہوتا ہے علماء نفس کی تحقیق کے مطابق انسان کے تصرفات میں لاشعور کا تناسب کئی گنا زائد ہے۔

۵۔ اگر کسی ایوان آئین سازی میں دو جماعتوں کا مقابلہ ہو ایک جماعت طرف دار شریعت ہو وہ اس میں کسی شق میں اختلاف کریں بہت کم ہونگے لیکن قانون وضعی کی طرف داری میں بیس کے بیس غلط ہوسکتے ہیں، چنانچہ شریعت اسلام کے خلاف اتحادیہ بغیر اختلاف فوراً منظور ہوگیا جیسا کہ ۱۴۳۷ھ میں پنجاب میں تحفظ خواتین بل بغیر اختلاف بغیر تاخیر منظور ہوا قوانین وضعی کے مقابل یا برابر میں فقہ اسلامی ہے لیکن قوانین وضعی والوں نے کہا ہے فقہ اسلامی بھی بشری ہونے میں قوانین وضعی جیسی ہے کیونکہ شریعت اپنی جگہ اللہ کی ہے لہٰذا اللہ کے علاوہ کسی اور کو شریعت بنانے کا حق حاصل نہیں ہوسکتا ہے قانون یا سرمایہ دارانہ ہے یا کمیونیزم ہے بعض طرف دار صنعت ہیں بعض طرفدار زراعت ہیں۔

شریعت آسمانی کے خلاف یا اس کا جاگزین وجانشین قانون بنانے کا دور فرانس یورپ کے انقلاب ۱۷۸۹ء کا دور ہے اس دوران میں اس نے زور پکڑا جہاں ایک گروہ نے کلیسا کے استبداد اور ضد تحقیق کے خلاف تحریک چلائی کہ معاشرے کو استبداد کلیسا سے آزاد کریں کلیسا کا استبداد محدود کریں اور معاشرے میں ہرج ومرج افراط وتفریط کو روکنے کیلئے قانون سازی کریں پھر اس قانون کی ضرورت کے لئے فلسفہ سازی کرنی پڑی یہاں سے انہوں نے پہلے مرحلے

میں تصورات الوہیت کو مسترد کرنے کا فلسفہ بنایا ہے جس کا اعلان ڈیوڈ ہیوم وغیرہ نے کیا ہے دوسرے مرحلہ میں کہا آئین جس کا بشر نیاز مند ہے وہ بھی بشر ہی بنائیں پھر اس پر عمل درآمد کرنے اور نفاذ میں الزام سے بچنے کیلئے ثقافت وضع کریں انھوں نے لوگوں کی شریعت آسمانی کی طرف دوبارہ گرائش سے خوف میں تنہا تصور اللہ کو رد نہیں کیا بلکہ ہر قسم کے ماورائے مادہ کے تصور کو بھی رد کیا ہے۔

عقل و شعور کو بھی رد کیا ہے یہاں تک کہا کہ مادہ ہی ہر چیز ہے بلکہ حقیقت کی کسوٹی ہی مادہ ہے پھر مغرب سے مشرق اسلامی کی طرف رخ کیا بلکہ طاقت وقدرت سے مختلف طور وطریقے سے یہ سب ٹھونسا گیا یہ بات اپنی جگہ ایک سادہ وسرسری اور سطحی بات ہے لیکن اگر اس کی اساس کو تلاش کریں تو اس کا سلسلہ مغربی الحاد کو جاتا ہے لیکن مسلمانوں میں اسکا سلسلہ فقہ اسلامی وضع کرنے والوں کو جاتا ہے تہمت باندھنے والوں کا سرا باطنیہ کا کردار اداء کرنے والے ماحول ساز گار کرنے والے اخوان صفا معاصر کو جاتا ہے۔

۶۔فقہ اسلامی نے ابتداء سے اب تک چندین ادوار چھوڑے ہیں۔

قوانین وضعی والوں نے قانون کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔قانون عام: قانون عام اس قانون کو کہتے ہیں جہاں حکومت قانون میں خود فریق ہوانہوں نے قانون عام کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔قانون خارجی جسے قانون دولی بین الاقوامی قانون کہتے ہیں جس میں حکومت بین الاقوامی سطح پر حکومتوں سے تعلقات وروابط حسنہ وغیر حسنہ حالات جنگ وسلم کا تعین کرتی ہے۔

۲۔قوانین داخلی وہ قوانین ہیں جو حکومت اور رعایا کے درمیان فرائض وحقوق کا تعین کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ حکومت کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور رعایا کی کیا ذمہ داریاں ہیں یہ قانون اپنی جگہ چار قسم کا ہے:

۱۔دستوری قانون۔

۲۔قانون آزادی۔

۳۔قانون مالی۔

۴۔قانون جناتی۔

قانون دستوری وہ قانون ہوتا ہے جہاں حکومت اپنے داخلی نظام میں اداروں کے اختیارات واختصاصات کا تعین کرتی ہے۔حکومت اپنی رعایا کے ساتھ تعلقات وروابط اور واجبات کا تعین کرتی ہے۔

۳۔قوانین خاص وہ قوانین ہیں جہاں حکومت فریق نہیں لیکن حکومت اس کو تنظیم دیتی ہے یہاں قانون میں رعایات ہوتی ہے اس میں احوال شخصیہ خاندانی مدنی شہری تجارتی صنعتی وغیرہ آتے ہیں۔شریعت والوں کا کہنا ہے یہ

بات جوفقہ اسلامی نے کہی ہے کہ قرآن اور سنت رسولؐ میں تمام احکام نہیں ہیں قرآن اس کو آیات کے ذریعے مسترد کرتا ہے قرآن کریم کی دلالت ظنی الدلالہ ہے ان کا یہ دعویٰ بھی قرآن کریم کی آیات میں مسترد کیا گیا ہے۔ وہ قوانین وضعی والوں کی منطق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں قرآن کریم اپنا دور کر چکا ہے وہ پرانا ہو گیا ہے بوسیدہ ہو گیا ہے یہ بھی اپنی جگہ مردود ہے کیونکہ قانون اللہ زمان ومکان کی قیود وحدود سے باہر ہے وہ منفرد ذات کا قانون ہے، قانون وضعی والوں نے الٰہی قانون کو روم ویونان کے سقراط وافلاطون کے قانون سے تشبیہ دی ہے قرآن کریم نے اس میں بھی تحدی کی ہے۔

ان تین آئین حیات انسانی کی حیثیت کو بیان کرنے کے بعد اب ہم آتے ہیں ان کے معانی لغوی اور اصطلاحی معنیٰ کی طرف اور حقائق خارجی اور واقعیت کو بیان کرتے ہیں۔

فقہ اسلامی اور قانون میں نقطہ التقاء بشر ہے:

دونوں کی برگشت انسان پر ہوتی ہے دونوں کو انسانوں نے بنایا ہے دونوں قانون وضعی میں آتے ہیں اس نظریے کو رد کرتے ہوئے صاحب موسوعہ فقہ کویتی ج ا ص ۲۰ پر لکھتے ہیں بعض مستشرقین کہتے ہیں فقہ اسلامی بھی علماء کی آراء پر مشتمل ہے فقہ اسلامی کو رد کرنا شریعت کو رد کرنا نہیں کہا جائے گا کیونکہ علماء نے بھی احادیث ضعیفہ واستثناجات عقلیہ سے استخراج کیا ہے صاحب موسوعہ لکھتے ہیں علماء کا استخراج فقہ اسلامی عصر جدید کی مشکلات کو حل نہیں کرتا ہے جو تازہ رونما ہوتی ہیں بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ فقہ اسلامی بھی قانون مصرین ویونانین سے لیا ہے اس نقد کے جواب میں صاحب موسوعہ لکھتے ہیں فقہ اسلامی گرچہ علماء کی فکری سوچ کی عکاسی کرتا ہے لیکن ان کی آراء کا ایک نص شرعی کتاب اللہ و سنت رسولؐ پر اعتماد ہونا ضروری ہے یہاں تک کہ جو مسائل اجماع وقیاس ودیگر اصول پر مبنی ہیں ان کا آخر میں کتاب و سنت رسول کی طرف برگشت ہونا ضروری ہے مثلاً اجماع کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت میں کسی سند سے مستند ہو اگرچہ یہ سند اپنی جگہ ظنی الدلالہ ہو لیکن مجتہدین کا ایک رائے پر اتفاق ہونا اس کو ظنی الدلالہ سے نکال کر نص میں منتقل کرتا ہے وہ احکام جو قیاس سے نکلتے ہیں وہ بھی قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے کیونکہ قیاس کی تعریف یہ ہے کہ ایک مسئلہ جس میں نص وارد نہیں ہوئی ہے کسی اور مسئلہ میں نص آئی ہے اس کی طرف پلٹانے کو قیاس کہتے ہیں یہ دونوں اپنے حکم میں ایک نص کے تابع ہیں اس طرح مصالح مرسلہ ہے یہاں سے واضح ہوا کہ فقہ اسلامی فقہ مقدس ہے کیونکہ اس کا مصادر اپنی جگہ مقدس ہیں چنانچہ ہم نے دیکھا ہے فقہاء کی اپنے ادوار میں جو رائے قرآن وسنت سے سند نہ رکھتی ہو وہ کتنی ہی بڑی ہستی کیوں نہ ہو غلط ہے تو کیسے فقہ اسلامی جس کے اکثر احکام اغراض وخواہشات پر مبنی ہوں قانون جیسی ہوگی صاحب موسوعہ لکھتے ہیں یہ جو بات کہ فقہ اسلامی نے عصر حاضر کے مسائل کو حل نہیں کیا ہے یہ کھلا جھوٹ ہے تاریخ اس کو جھٹلاتی ہے کیونکہ اس فقہ نے بہت سی قوموں اور حکومتوں پر تیرہ صدی تک حکومت کی ہے اور ہر

مشکل کو حل کیا ہے حتیٰ تقلید و جمود کے دور میں حل کیا ہے ہر دور میں مفتی و علماء پائے گئے ہیں جنہوں نے مختلف اجتماعات کے مسائل کو حل کیا ہے اگر علماء اس فقہ کو زندان کے مسائل سے دور نہ رکھتے تو بطور ضروری ہر مشکل کا حل نکلتا تھا جس طرح علم بشر بڑھتا گیا ہے۔

فقہ اسلامی اور قانون دونوں کے مصدر و ماخذ اور نتائج ایک ہی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ فقہ اسلامی والوں نے طلسمی طاقت استعمال کر کے پیروں کی قبروں پر قیمتی چادر چڑھا کر شور شرابہ و گریہ وزاری و غوغا کر کے چلایا ہے جبکہ قانون والے اسے ڈنڈا بردار اسلحہ برداروں کی چھاؤں میں نافذ کرتے ہیں اور فقہ والوں میں سے بہت سوں کو خرید کر سیکولر بنا کر ان کی زبان سے ترمیم و تبدیلی کراتے ہیں۔

فقہ اسلامی اور قانون والے دونوں کا متفقہ طور پر ان نکات پر اتفاق ہے۔

۱۔فقہ اسلامی عصر حاضر میں انسانی مسائل کا جواب نہیں ہے۔

۲۔علماء و حکام و فقہاء اٹھیں اپنے مسائل کے بارے میں تجدید نظر کریں۔

۳۔جب گزشت زمان میں فقہاء احکام وضع کر سکتے تھے تو ابھی کیوں نہیں کر سکتے ہیں۔

۴۔قرآن اور احادیث اپنی کمی کے علاوہ دلالت اور سندی سقم کی وجہ سے عصری تقاضوں کی جواب گوئی سے عاجز و قاصر رہیں۔

فقہ اسلامی والوں نے قانون وضعی والوں کو اس طرح جواب دیا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ فقہ اسلام عصری نیازات کا جواب گو نہیں ہے یہ بات یا الزام بالکل غلط اور فقہ اسلامی سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے ان کو پتہ نہیں کہ ہمارے ہاں فقہ ہے۔

فقہ کو چند و ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔فقہ پویا متحرک یا چلتی فقہ ۲۔فقہ ناب، فقہ صاف پاک خالص ۳۔فقہ استار کا ہو

۴۔فقہ احوط فقہ سید محمد نور بخشی انہوں نے فقہ شیعہ اور سنی سے آمیزش فقہ لکھی ہے

۵۔فقہ مقارن دیگر فقہوں سے موازنہ و مقارنہ والی ہے اس پر چند علماء نے فقہ لکھی ہے۔

۶۔فقہ یکتا بے ہمتا ۷۔فقہ اربعہ ۸۔فقہ خمسہ ۹۔فقہ ستہ ۱۰۔فقہ عشرہ

اس کا مطلب خود بخود یہ نکلا فقہ اسلامی فقہ سنتی جامد و ساکت فقہ نہیں ہے بلکہ چلتی و متحرک فقہ ہے

چلتی متحرک فقہ:

آیت اللہ جناتی نے فقہ پویا اور فقہ جامد ورا کد مین ان دو کے درمیان پل بنانے کے لئے ایک کتاب تالیف کی ہے اس کتاب کا نام رکھا ادوار اجتہاد از دیدگاہ مذاہب اسلامی اس کتاب میں فقہ کو اپنی ابتداء سے عصر حاضر تک آٹھ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

کیا شریعت اسلام گزشت زمان کے ساتھ تغیر پذیر ہے؟

یہ سوال جب سے استعمار غشو وظالم وغاصب نے مسلمان ملکوں پر قبضہ جمایا یا قصد اقامت یا توطن کیا انہوں نے اپنی استعماریت کے مزاحم افکار ونظریات کو کچلنے اور دبانے کیلئے لوگوں کے ذہنوں میں ڈالا ہے یا کم سے کم اصلاح و ترمیم کرنے کی مہم چلائی اس مہم کے ایک حصہ کے تحت ان کی یہ منطق رہی ہے کہ یہ صحیح ہے یا غلط لیلی سے پوچھیں اس وقت سے یہ سوال زبان زد خاص وعام بلاتفریق جاہل وعالم ودانشور جاری ہے یہاں مسلمانوں کے علماء ودانشمندان اس سوال کی وجہ سے دو گروہوں میں تقسیم ہوئے ہیں ایک گروہ جس کی تعداد ہر آئے دن بڑھتی گئی ہے جنھیں روشن خیال منوران، جدت پسند، مجددین کے نام سے یاد کرتے ہیں ان کا جواب ہے ہاں ڈبل ہاں سو ہاں ان کی نظر میں تغیر نہ ہونا فکری جمود اور رجعت پسندی ہے اسے وہ اسلام سے بدظن وبدگمان ہونا گردانتے ہیں وہ اپنے مدعا کے لئے اِدھر اُدھر سے نعرہ غیر مربوط رفتگان کے اقوال وکردار کے انبار لگاتے ہیں ان کے مقابل میں ایک گروہ کا کہنا ہے نہیں یہ لوگ تجدد کی بات کرتے ہیں وہ اسلام کو مغرب کے کوڑا دان میں پھینکنا چاہتے ہیں ہم انھیں یہ اجازت نہیں دیں گے دونوں گروہوں کے الگ الگ امتیازات' اختصاصات موثرات' ترجیحات وخدشات ہیں لیکن دونوں کے نزدیک مشترکات یہ ہیں کہ دونوں ہی اسلام وقرآن وسنت سے نا آشنا ہیں' دونوں صرف ونحو علوم عربیہ یونانیہ نیم یونانیہ میں نبوغت رکھتے ہیں دونوں فقہ واصول فقہ سے آشنا ہیں دونوں اہل تقلید ہیں وہ ایک آنکھ پر پٹی باندھ کر مغرب کے مجنون بنے ہیں ان کا کہنا ہے مغرب جو کہتا ہے وہی صحیح ہے ان کی مغرب کی تقلید اپنی جگہ منطقی ہے اس کی چند وجوہات ہیں۔

۱۔ وہ مغرب کے طفیل ان کی عنایت توجہات کی وجہ سے دانشمند ودانشور روشن خیال بنے ہوئے ہیں اگر اندھی تقلید نہیں کریں گے تو وہ نمک حرام ہونگے۔

۲۔ مغرب ان کو بڑی بڑی کرپشن ورشوت ستانی کے طریقے سکھاتا ہے بلکہ آفشور کمپنیوں کے ساتھ طمع ولالچ کے ساتھ دباؤ بڑھائے جا رہا ہے کہ آپ کو یہ کرنا ہے۔

۳۔ وہ جن درسگاہوں میں پڑھ کر دانشور بنے ہیں ان کے سارے اخراجات مستشرقین چلاتے ہیں۔ یہی مستشرقین انہیں اپنے خرچ پر یہاں سے وہاں لے گئے ہیں وہاں انھیں اسلام کے خلاف طنز وطعن پڑھایا ہے سنایا ہے اسلام کے بارے میں تذلیل وتحقیر پر مبنی پروپیگنڈا سنایا ہے لہذا وہ وہی بات کریں گے جو مغرب ان سے کہلوانا چاہتا ہے اگر لکنت زبان کی بات ہو تو اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں ہماری سمجھ میں نہیں آتا شریعت اسلامی انگریزی میں نہیں ہے اردو ہم سے پڑھی نہیں جاتی ہے عربی پڑھنے سیکھنے میں وقت لگے گا۔ لہذا وہ اسلام کے بارے میں معاندانہ اور معذورانہ رویہ رکھتے ہیں، جن لوگوں نے علم فقہ، علوم عربی، صرف ونحو، ادب بے ادب پڑھا وہ دوسری تیسری صدی سے قرآن و سنت کو کنارے پر لگانے والے فرقہ ضالہ کی ایما واشارے پر معتزلہ کی وارد کردہ منطق وفلسفہ کو پڑھا ہے اس میں قرآن و

سنت کا نشان بھی نہیں تھا یہ قرآن وسنت پڑھے بغیر عالم دین بنے ہیں لیکن ان کی خوش قسمتی اور مسلمانوں کی بدبختی کہ قرآن وسنت کو پڑھے بغیر وہ عالم دین کہلاتے ہیں بلکہ یوں کہیں قرآن وسنت کو پیچھے رکھنے پر اصرار کے باوجود وہ عالم دین سمجھے جاتے ہیں اور بچارے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ دین ان سے باقی ہے حالانکہ اللہ اور اس کا رسولؐ ان سے بیزار ہیں۔

وہ یہ کہتے ہیں علماء ہونگے تو دین ہوگا یہ نہیں کہتے دین ہوگا تو عالم دین ہونگے انہوں نے اسلام کے نام سے فقہ پڑھا ہے فقہ قرآن وسنت کا بدیل بنتا ہے۔ ان کو بھی پتہ ہے کہ اسلام تغیر پذیر نہیں ہے اگر کہیں کہ تغیر پذیر ہے تو ان کی چھٹی ہوجائے گی اگر کہیں گے نہیں ہے تو ان سے دلیل مانگیں گے جب ان کے ہاتھ دلیل سے خالی ہیں تو وہ مجبور ہیں کہ تقلید کریں اور یہ کہیں کہ ابھی تک علماء نے یہی کہا ہے کہ اسلام تغیر پذیر نہیں ہے لیکن دلیل کے بغیر لشکر تقلید کو جھٹ پٹ ٹھنڈا کرنیوالا بخار تھوڑی دیر کے لئے اترتا ہے بلکہ اندر سے جڑ پکڑتا ہے وہ قوی سے قوی تر ہوجاتا ہے وہ سمجھ دار ہو جاتا ہے کہتے ہیں ہم نہ کہیں کہ اسلام تغیر پذیر ہے بلکہ انہی میں سے شخصیات بنائیں مجتہد وعالم ودانشمند بنائیں ان سے کہلوایا عصر حاضر ان کے تربیت یافتہ جامعہ پرورده والوں کا دور ہے وہ ان مولویوں کو جوان کی راہ میں رکاوٹ دکھاتے ہیں کہتے ہیں ان کو کیا پتہ ترقی کس چیز کا نام ہے انہوں نے انگریزی نہیں پڑھی یورپ کو دیکھا نہیں ہے وہ گھر سے نکلے نہیں ان کی مثال محلّہ کے کنویں میں موجود مینڈک کی سی ہے جو سمندر یا دریا سے آنے والی مینڈک سے کہتا ہے سمندر اتنا بڑا ہے جتنا ہمارا کنواں ہے صحیح بات ہے انگریزی نہیں پڑھی مغرب کو دیکھا نہیں ہے لیکن اپنے شہر میں خیر خواہی کے نام جنا بیتوں کو اپنی ان پڑھی زبان میں پڑھا ہے بچوں کو مسیح بنانے کی تلقین کرنے کی باتیں سنی ہیں دیکھی ہیں۔

۲۔ مسلمان بچوں کو گردن میں صلیبی نشان لگاتے دیکھا ہے۔

۳۔ مسلمان خاندان کو تباہ کرنے اباحہ فحشاء کی تمہید جنسی تعلقات سکھاتے دیکھا ہے۔

۴۔ امت اسلامیہ کی وحدت کو توڑنے کے لئے قومیات لسانیت اور نژادیت کو اٹھاتے دیکھا ہے۔

۵۔ ملک میں مسلمانوں سے تعلقات کو ختم کرتے دیکھا ہے مقامی زبان چلانے کی تحریک کو دیکھا ہے۔

لہٰذا سمجھ لیں دونوں قرآن وسنت سے عاری وخالی جدید افکار ونظریات کے مقلد یا قوم کے مقلد ہیں لہٰذا اسلام کے دردمند شیداؤں کو چاہیے کہ وہ اسلام کو بھی سمجھیں انسان کو بھی سمجھیں تب وہ اس بارے میں کچھ کہہ سکیں گے حل نکال سکیں گے یہ لوگ اسلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ اسکا سمجھنا مشکل ہے یہ بات اسلام سمجھنے سے فرار یا اسلام سمجھنا چاہنے والوں سے فرار دینا ہے اسلام کو سمجھنا بالکل آسان ہے دس کا پہاڑا ہے دو جمع دو چار ہے چار جفت ہے پانچ طاق ہے یعنی:

۱۔ اسلام اللہ کی طرف سے آیا ہے۔

۲۔اللہ زمان ومکان کی حدود سے باہر ہے۔

۳۔اگر اللہ کا بھیجا گیا حکم تغیر پذیر ہو یعنی اس کا حکم معطل کیا جا سکتا ہے تنسیخ کیا جا سکتا ہے تو اس کا معنی ہے اللہ مغلوب ہوا اس کا معنی یہ ہے مغرب اپنی علمی تحقیق کی وجہ سے اللہ پر غالب آیا اس نے نعوذ باللہ اللہ اور اس کے نظام کی چھٹی کر دی ہے۔

۴۔پھر تو تغیر زمان کے ساتھ اللہ کی شریعت بشر کی شریعت سے زیادہ کمزور ہونا تو اں لالوکھیت پوری بازار شالیمار مارکیٹ کے کارخانوں سے یا چینی کمپنیوں سے بنوائی گئی مصنوعات سے بھی کمتر ہوگی اللہ کی فقہ دو سو سال تک نہیں چلی فقہاء کی فقہ بارہ سو سالوں سے چل رہی ہے چار یا پانچ فقہاء خاتم فقہاء بن گئے محمدؐ کی نبوت ایک سو سال کے بعد ختم ہو گی ابھی مغرب نے اس کو بھی پیچھے چھوڑا ہے ان کے نزدیک احکام الٰہی کہنا غلط ہے بلکہ یوں کہیں اللہ کی بنی ہوئی شریعت سرے سے تھی ہی نہیں یا دیرپا نہیں تھی جب دیرپا نہیں رہی تو نبی کریم کو خاتم انبیاء کہنا غلط ہے خاتم انبیاء ممکن نہیں جب تک شریعت خاتم شریعت نہ ہو۔

فقہ اسلامی جو اس وقت مسلمانوں کے پاس موجود ہے اس کو فقہ اسلامی نہیں کہہ سکتے ہیں جس طرح اس وقت مسیحیوں کے پاس موجود کتاب مقدس کو کتاب آسمانی والہٰی نہیں کہہ سکتے کیونکہ دونوں کے نقولات احاد ہیں دونوں میں تواتر نامی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اس کو فقہ وضعی وارضی کہنا زیادہ حقیقت سے قریب ہے اس میں موجود اختلافات کو قرآن کے سامنے رکھیں تو قرآن بطور قطعی فیصلہ سناتا ہے کہ جو چیز من غیر عند اللہ ہو وہ مجموعہ یا موسوعہ اختلافات ہوگی چنانچہ مذاہب اربعہ خمسہ پر لکھی کتابیں اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں اس کے علاوہ خود فرقوں کی فقہ کے نوابغ نے از خود لکھا ہے فقہ اسلامی ادوار سے گزری ہے فقہ اسلامی نے اپنے آغاز سے عصر حاضر تک چند ادوار طے کئے ہیں۔

۱۔ادوار اوّل میں بیان شریعت بیان حدیث تھا۔

۲۔دوسرا دور دور فقہاہت ہے جہاں فقیہ ہر مسئلہ کو حدیث سے ہی استناد واستنباط بتاتے تھے۔

۳۔فقہ سے اصول فقہ بنائے ہیں پھر اصول فقہ سے فقہ بنانا شروع کی یہ دور حدیث اور عقل کے امتزاج کا دور ہے۔

قارئین کرام ہم نے اپنی موسوعہ دراسات تاریخ اسلامی کے مدخل میں لکھا ہے تاریخ کے طالب یا تاریخ پڑھنے یا جاننا چاہنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ مان لیں تاریخ جو کہ یکی از مصادر علوم ہے اس کے تین عناصر ہیں تاریخ پڑھنے والے طالب علم کو چاہیے وہ تینوں عناصر پڑھیں ورنہ تاریخ سے جو نتیجہ اخذ کرنا ہے حاصل نہیں کر سکتے ہیں تاریخ نقلی تاریخ علمی تاریخ فلسفی تاریخ لکھنے والے ان تینوں کو یکجا نہیں لکھتے ہیں یا تو ان سے چھوٹ جاتا ہے یا اس تاریخ میں خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں وہ اس کے علل واسباب چھپا کر رکھنا چاہتے ہیں لیکن ذہین طالب علم یہ درک

کرتے ہیں یہاں ایک حلقہ مفقود ہے مثلاً یہاں تاریخ فقہ اسلامی بیان کرنے والوں نے لکھا ہے فقہ نے دامن حدیث میں نشو ونما پائی ہے یہاں سوال پیش آتا ہے کہ شریعت اسلام کا مصدر قرآن اور سنت رسولؐ ہے تو فقہ کا صرف دامن حدیث میں پرورش پانے کا مطلب کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے قرآن کو پہلے دن سے پس پشت ڈالا تھا آپ نے صرف حدیث کو پکڑا تھا

۲۔آپ کے پاس یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ناصعہ وقاطعہ ہے کہ نبی کریمؐ نے حدیث لکھنے پر پابندی لگائی جس کی وجہ سے احادیث رسولؐ میں بحران آیا ہے۔

۳۔چونکہ آپ کے پاس حدیث کی کمی تھی تو آپ نے پہلے دن سے یا بعد میں کرائے پر احادیث بنائی ہیں۔

۴۔یہاں سے آپ نے لوگوں کے بنائے احادکوفقہ کا نام دیا ہے اس لئے آپ ان احادیث کو فقہ کہتے ہیں جہاں آپ نے اصحاب میں سے بعض کو فقیہ بنایا ہے۔

۵۔آپ نے لکھا ہے جہاں قرآن اور سنت رسولؐ سے کوئی نص نہ ہو وہاں اصحاب نے اجتہاد کیا ہے تاریخ میں کوئی ایسے بحران کا ذکر نہیں آتا ہے حتیٰ سب سے زیادہ مسائل بحران قضاوت میں آتے ہیں مدینہ ومکہ میں قضاوت کے مسائل نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے بند کئے تھے۔

لیکن یہ اصول جو آپ نے وضع کیا ہے کہ قرآن ظنی الدلالہ ہے اس کے مقابل حدیث قطعی الدلالہ ہے اس کا فارمولا درست نہیں ہر کسی کی بات قطعی الدلالہ اور ظنی الدلالہ دونوں ہوسکتی ہے خاص کر روٗساوزعماء وحکماء کی بات میں دونوں امکانات پائے جاتے ہیں چنانچہ عام آدمی فلاسفہ کے اقوال سمجھنے سے بھی قاصر رہتا ہے نیز قرآن کو ظنی الدلالہ جو کہا ہے وہ بھی خود قرآن سے متضاد ہے قرآن قطعی الدلالہ ہے کیونکہ قرآن میں ایسی آیات ہیں جو بانگ دھل اعلان کرتی ہیں اسکی دلالت میں کسی قسم کی ابہام نہیں ہے قرآن ظنی الدلالہ ہے کیونکہ قرآن میں ہے اس میں آیات متشابہ ہیں اس حوالے سے قرآن قطعی الدلالہ اور ظنی الدلالہ دونوں ہے چنانچہ حدیث کے بارے میں وضاحت ہونی چاہیے کہ حدیث ظنی الدلالہ اور ظنی السند دونوں ہے کیونکہ حدیث رحلت پیغمبر سے ۱۳۲ سال بعد لکھی گئی ہے ظنی الدلالہ اس لئے کہ ساری احادیث عجمیوں کی زبان سے بیان ہوئی ہیں اس کی بھی وضاحت ہونا ضروری ہے۔آپ نے حدیث کہہ کر دھوکہ دیا ہے حدیث حجت نہیں سنت رسولؐ حجت ہے۔

میدان اجتہاد وہاں ہے جہاں نص نہیں ہے وہاں مجتہد قرائن امارت دلائل ظنی استعمال کرکے حکم جاری کرتا ہے یہاں اہل تعقل وتفکر کے لئے لمحہ فکریہ ہے احادیث کے دائرہ اور سعید میں علماء ومجتہدین بعض فرق بتاتے ہیں احادیث کا دائرہ رسول اللہؐ سے لے کر امام مہدی کے دور تک ہے لہٰذا ان کے علماء کا کہنا ہے احادیث اہل بیت سے احکام شرعیہ لینے کی وجہ سے غیبت امام زمانہ تک ہمارے لئے کوئی مشکل وپریشانی نیاز با احادیث نہیں تھی چونکہ ائمہ مرجع حکم مصدر حکم

موجود تھے ائمہ سے مروی احادیث کا مجموعہ عددی پوری صحاح ستہ کے بارے میں اصول کافی کی احادیث موجود تھیں سولہ ہزار احادیث کا با اضافہ دس ہزار سے زائد من لایحضر الفقیہ ،الاستبصار وتہذیب پچیس ہزار احادیث آپ کے پاس موجود ہیں۔ پچیس ہزار احادیث آپ کے پاس موجود ہونے کے باوجود آپ پھر اجتہاد منفور ومبغوض کی طرف نیاز مند کیسے ہوئے ان کے مقابل میں حدیث کا دائرہ پیغمبرؐ سے لے کر اصحاب اور تابعین اصحاب جن کی تعداد سردست ہمارے پاس نہیں ہے لیکن کم سے کم سینکڑوں سے متجاوز ہیں جبکہ شیعوں کے پاس پیغمبرؐ کے بعد ۱۲ تھے اہل سنت کے پاس سینکڑوں سے زائد تھے اس کے بعد با اضافہ علماء اسلاف ان کی احادیث کے تعداد بھی زائد ہوگی پھر جہاں نص ہے وہاں اجتہاد کیوں چلے گا لمحہ فکریہ ہے آپ کے پاس ہزاروں کی تعداد میں احادیث ہونے کے بعد اجتہاد کا نیاز مند ہونا لمحہ فکریہ ہے کیونکہ دنیا میں اسمبلی میں وضع کردہ قانون کی شقیں ہماری حدیث کی تعداد سے بہت کم ہوں گی پھر بھی ہم نیاز مند ہوں تو یہ لمحہ فکریہ ہے۔

اللہ کی طرف سے مذکورہ بالا چار وجوہات اللہ کی الوہیت وعلم وقدرت وحکمت سے متصادم ہیں کہ اللہ نے کسی معذوریت کی وجہ سے ان جگہوں کے احکامات بیان نہیں کئے ہیں جب ان کے احکامات اللہ نے بیان نہیں کئے ہیں تو مجتہدین ان جگہوں پر حکم شرعی بیان کرنے کا اختیار کہاں سے لائے ہیں یا از خود تبرکاً صادر کئے ہیں گر از خود تبرکاً کیا ہے تو اس کو حکم شرعی کہنا بلا جواز ہے کیونکہ حکم شرعی اسے کہتے ہیں جسے اللہ نے صادر کیا ہو جو اللہ نے صادر نہیں کیا ہے اس کو حکم شرعی نہیں کہہ سکتے ہیں جہاں اللہ نے اس میدان کو مباح چھوڑا ہے بندہ کے لئے آزاد چھوڑا ہے تو یہاں مجتہدین وفقہاء کا حکم اپنے مسائل کو از خود حل کرنے کا نام ہے اسکا ربط کسی صورت میں اللہ سے نہیں ہے۔

مجتہدین کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ از خود وقت اور حالات کے تحت احکام جعل کریں اس سلسلہ میں سورہ یونس کی آیت ۵۹ اور ۶۰ میں آیا ہے حلال وحرام بتانے کا حق صرف اللہ کو ہے کسی اور کو حلال وحرام کرنے کا حق نہیں ہے صاحب تفسیر کبیر فخر رازی اس آیت کی شان نزول میں لکھا ہے کہ مشرکوں نے بعض چیزیں اپنے لئے حرام کی تھیں سورہ انعام آیت ۱۳۸ آیت ۱۴۳۔ سورہ توبہ آیت ۱۱۲ میں آیا ہے مومنین وہ ہیں جو حدود اللہ کی حفاظت کرتے ہیں حدود سے مراد اللہ کی طرف سے نازل کردہ تکالیف ہیں جو اپنی جگہ دو قسم کی ہیں۔

۱۔ عبادات ۔

۲۔ معاملات۔

انسانی زندگی سے مربوط معاملات اپنی جگہ دو قسم کے ہیں۔

۱۔ معاملات جلب منافع کے لئے ہیں۔

۲۔ معاملات دفع ضرر کے لئے ہیں۔ جو جلب منافع کیلئے ہیں وہ اپنی جگہ دو قسم کے ہیں۔

الف: مقصود بالاصالہ ہے۔

دنیا میں تمام تنازعات کی برگشت جینے کے وسائل وذرائع کے بارے میں ہوتا ہے جہاں انسان اپنے جینے کی راہ میں حائل کو جان سے مار دیتا ہے تاکہ خود آرام سے جیئے لیکن کبھی دوسروں کے کہنے پر اپنی جان فدا کرتا ہے خود کو مار دیتا ہے تاکہ دوسرے زندہ رہیں اس فکر کی اختراع مسیحیوں نے کی انہوں نے اس کے لئے اصول فدا وضع کئے ہیں ان کے بعد ابی الخطاب اسدی اجدع اوران کے بعد حسن صباح نے ان کے بعد اس وقت دنیا میں خودکشی کرانے والوں نے اسے اپنایا ہے جہاں انھوں نے کبھی ملک کے لئے کبھی قوم کے لئے مرنے کو فضیلت دی ہے جس کی کوئی ٹھوس دلیل نہیں دی ہے انسان مسلمان کو یہ اجازت نہیں کہ وہ کسی اور فرد یا جماعت کے جینے کے لئے خود کو جان سے مار دے اور پھر خود جہنم میں چلا جائے انسان اگر جان دیتا ہے تو اعلاء کلمہ اور دین کی سربلندی کے لئے دیتا ہے دین اللہ کا ہے اللہ نے دین کی سربلندی کے لئے جان کی قربانی کا حکم دیا ہے لہٰذا انسان مسلمان کے لئے سب سے عزیز اولاد ہے اولاد سے عزیز دین ہے اپنا دین ان آئمہ کے حق میں یا ان کی خاطر یا ان کے خلاف بول کر قربان نہیں کرنا چاہیے بلکہ تحقیق کرنی چاہیے قرآن اور سنت محمدؐ کو چھوڑ کر ان کو اسلام کی آخری حجت ماننے کی کوئی دلیل ومنطق بنتی ہے یا نہیں دیکھتے ہیں۔

۴۔ امام شافعی جب بغداد میں آئے تو آپ نے ابوحنیفہ کے شاگرد ابو یوسف اور شیبانی سے استفادہ کرتے ہوئے آپ نے تنہا اپنی رائے شامل نہیں کی بلکہ اصول فقہ کو وضع کیا۔

۵۔ ابوحنیفہ نے کہا جہاں کسی مسئلہ میں قرآن اور سنت میں کوئی حکم نہیں ملے یا اصحاب وتابعین سے کوئی ہدایت نہیں ملے میں وہاں اپنی عقل استعمال کروں گا۔

۶۔ امام شافعی نے ایک اصول وضع کیا کہ جہاں کہیں قرآن اور سنت سے کوئی نص نہ ملے وہاں فقیہ قواعد مقررہ اوراصول کے تحت حکم شرعی وضع کر سکتے ہیں۔

صاحب موسوعہ کی اس تحلیل پر تحفظات:

آپ نے جو کہا ہے کہ فقہ اسلامی نے تیرہ صدی تک حکومتوں اور قوموں کی سرپرستی کی ہے اس کو ہم مانتے ہیں لیکن ایک مثال کے ساتھ لومڑی نے ایک دن اونٹ کو آتے دیکھا تو اونٹ سے کہا اونٹ صاحب کہاں گئے تھے کہاں سے آرہے ہو تو اونٹ نے کہا جی میں حمام گیا تھا تو لومڑی نے کہا آپ سچ کہہ رہے ہیں کہ آپ کے پاؤں بتاتے ہیں کہ آپ حمام سے آئے ہیں۔

۲۔ اگر فقہ اسلامی معاشرے پر حکومتوں کے دباؤ کے تحت نہ ہوتی تو وسیع وعریض امپراطور عثمانی ابوحنیفہ کو پیغمبرؐ کے بعد آخری حجت نہیں مانتی مسلم حکومتوں نے مسلمانوں کو بارہ سو سال ابوحنیفہ ابو یوسف اور شیبانی کی تقلید میں گھسیٹ کر رکھا اگر فقہ اسلامی میں ہر دور کے مسائل کا حل ہوتا تو یہ مغرب کا شکار نہ بنتی عظیم مملکت تتر بتر نہ ہوتی یہ اس فقہ حنفی کی وجہ

سے ہوا ہے ہر دور میں فقہاء وعلماء حکومتوں کے حاکم تھے اس حاکم کی ایک مثال ہم پیش کرتے ہیں سب سے بڑی حکومت تاریخ اسلام میں امپراطور ہارون رشید کی گزری ہے ہارون رشید کی حکومت میں سب سے زیادہ اثر ورسوخ ابو یوسف کا تھا فقہ حنفی کی آخری برگشت ابو یوسف کو جاتی ہے حتیٰ فقہ امام شافعی واحمد بن حنبل بھی فقہ ابو یوسف سے ملتی ہے اس ابو یوسف کا ایک فیصلہ سنیں ایک دن ہارون رشید نے بے وقت ابو یوسف کو دربار میں بلایا کمرے میں ہارون رشید اور ایک کنیز تھی ابو یوسف نے ہارون سے پوچھا کیا مسئلہ ہے تو ہارون نے کہا میں اس کنیز کو اپنے عقد میں لانا چاہتا ہوں یہ نہیں مانتی ہے اس لئے آپ کو بلایا ہے تو ابو یوسف نے پوچھا یہ کیوں نہیں مانتی تو کنیز کہنے لگی میں ہارون رشید کے لئے حرام ہوں کیونکہ اسکے باپ نے مجھے اپنے عقد میں لیا تھا ہمیں استعمال کیا تھا۔

لہٰذا اس کے لئے ناجائز ہے تو ابو یوسف نے ہارون کو بتایا امیر المومنین آپ اس عورت کی بات پر کیوں اعتماد کرتے ہیں عورت کی بات پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے یہ مسئلہ کسی نے عبداللہ مبارک عالم سے پوچھا تو اس نے کہا لمحہ فکر یہاں یہ ہے کہ کنیز کتنی دیندار تھی امیر المومنین دیندار تھے لیکن قاضی ومفتی کے دین کے بارے میں کون کہے گا کہ یہ دیندار تھے لیکن دیگر قاضیوں نے جو کھیل کھیلا ہے مثلاً عراق میں عبداللہ قسری نے بہت سے ملحدین و بے دین مجرمین کو سختی کے ساتھ پھانسی پر چڑھا دیا تھا انہیں سزائیں دی تھیں لیکن وہ خود بے دین تھے اس طرح سے لوگوں کو ٹالنے کے لئے آپ نے جو دفعات بنائی ہیں ہماری مروجہ عدالتوں میں جو شقیں وکلا بناتے ہیں وہ ان سے کم نہیں ہیں، یہ بتائیں امپراطور عباسیہ اور عثمانیہ کی طول تاریخ میں فقہاء کو تربیت دینے کی کوئی درسگاہ حکومتی سطح پر تھی۔

ادوار فقہ اسلامی:

سید محمد بحر العلوم رسالہ اسلام صادر از کلیہ اصول دین بغداد ص ۴۷ پر تاریخ فقہ اسلامی کے ادوار کے بارے میں لکھتے ہیں نبی کریمؐ کے بعد امت اسلام دو گروہوں میں بٹ گئی:

الف: ایک گروہ جس کی سرپرستی اہل بیت کرتے تھے یہ حکم شرعی کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے تھے یہ فقہ امامی کے نام سے متعارف ہوئے ہیں۔

ب: دوسرا گروہ جس کی قیادت اصحاب کرتے تھے جو اقتدار کے زمامداران کے فیصلوں کو شرعی حیثیت دیتے ہیں جس کو فقہ رسمی کہتے ہیں یہ دونوں فقہ مراحل وادوار سے گزرے ہیں فقہ رسمی عصر خلفاء سے شروع ہو کر چوتھی صدی کے نصف تک چلی ہے پھر یہ حرکت رک گئی ہے یہ فقہ اپنی جگہ تین ادوار سے گزری ہے:

الف: عہد تاسیس فقہ

ب: عہد تکوین مذاہب فقہی

ج: عہد جمود دور کو دو سد باب اجتہاد یہ ان تین ادوار سے گزری ہے اب اس کے بعد یہ ضعف جمود وجھود کا شکار

ہوئی علمائے مسلمین نے فقہائے اربعہ کی اتباع کو ضروری گردانا ہے علماء کی ذمہ داری اب احکام فقہائے اربعہ کے درمیان محدود ہوئی ہے رسولؐ کی وفات کے بعد فتوحات کثیرہ غرب وشرق جنوب وشمال اور صاحبان عادات وتقالید اعراف وقوانین حوادث ومشاکل ہر طرف سے دیار اسلامی کی طرف سایہ فگن ہوئیں یہ سب اپنی جگہ نئے احکام کا متقاضی تھا۔

اس حوالے سے شریعت اسلامی میں رشد ونمو ہونا چاہیے تھی حاجات وضروریات کا مسئلہ حل ہونا چاہیے تھے کیونکہ قرآن وسنت میں ان مشاکل کا حل نہیں آیا تھا جو کہ جدید حوادث کا تقاضا تھا نئے حالات کا نتیجہ حتمی تھا کہ اجتہاد کریں اس طرح سے مصادر شرعی تین ہو گئے کتاب وسنت اور اجتہاد اب ضروری ہے کہ ہم اجتہاد کو سمجھیں کہ اجتہاد ہے کیا؟

۱۔ اجتہاد کا ایک تصور یہ ہوتا ہے کہ جدید مسائل کو قرآن اور سنت پیغمبرؐ سے استنباط کریں۔

۲۔ درپیش مسائل کو گزشتہ مسائل سے قیاس کریں۔

۳۔ خود اپنی رائے جو انسان خود سوچتا ہے سمجھتا ہے جسے صحیح گردانتا ہے اس کے مطابق عمل کریں اس کا بعد میں مصالحہ مرسلہ استحصان نام رکھا گیا ہے دائرہ اسلامی میں اضافہ ہو گیا ہجوم افراد بڑھنے لگا اصحاب شہروں میں سکونت کرنے لگے ہر ایک نے اپنی سوچ کے مطابق فتویٰ دیا ان میں سے بعض کے فتاویٰ علاقائی اصول کے تحت ہوتے تھے اور بھی ان میں اسباب واختلاف پائے جاتے تھے عبدالوھاب خلاف اس کو تین اسباب کی طرف برگشت کرتے ہیں:

الف: قرآن وسنت میں جو کچھ ہے اسمیں قطعیت نہیں پائی جاتی ہے قطعی الدالہ نہیں بلکہ ظنی الدالالہ ہے معنی احتمال پر اکتفاء کرتے تھے۔

ب: دوسری وجہ سنت پیغمبرؐ مدون نہیں لکھی ہوئی تھی لوگوں کے پاس کوئی متمسک چیز نہیں تھی سب نقل زبان پر اکتفا کرتے تھے اس حوالے سے مصر میں جاری فتویٰ دمشق میں جاری فتویٰ سے مختلف ہوتا تھا۔

ج۔ جس معاشرے میں لوگ رہتے تھے ان کی حالت ایک دوسرے سے مختلف تھی مصالح حاجات مختلف ہونے کی وجہ سے ان کے احکام بھی مختلف تھے ان حالات کی روشنی میں اور بھی اسباب اضافہ ہوئے ایک سبب حقائق کو تحریف کرنے موڑنے اور خواہشات کو شامل کرنے والے لوگ آگے بڑھے جو اپنے ذاتی مفادات کی خاطر روایات گھڑتے اور معنی کرتے تھے۔

د: حکومت اموی جس کی قیادت معاویہ کرتے تھے اس نے دین سے اپنا بھرپور ذاتی استفادہ کیا اس تذبذب کے دور میں دو اور فکروں نے جنم لیا ہے ایک فکر خود رائے نے اجتہاد اور توسیع وتحلیل احکام کیا اس حوالے سے یہ اہل رائے معروف ہوئے۔

۴۔تعین نص کی حد تک اس میں بحث ومباحثہ نہیں کرتے اور علل ومعلول کی طرف نہیں جاتے تھے فقہائے مدینہ میں یہ شخصیات معروف ہیں ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام متوفی ۹۳ھ ۲۔عروہ بن زبیر متوفی ۹۴ھ سعید بن مسیّب متوفی ۹۴ھ۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود متوفی ۹۸ھ یہ خارجہ بن زید بن ثابت متوفی ۹۹ھ یا ۱۰۰ھ سلیمان بن یسار متوفی ۱۰۳ھ یا ۱۰۷ھ۔قاسم بن محمد بن بکر متوفی ۱۰۷ھ یہ اہل حدیث میں اہل نص (اہل کوفہ) ان دس پر اکتفاء نہیں کرتے تھے۔

کتاب علم اصول فقہ تالیف عبدالوہاب خلاف استاد جامعہ قاہرہ ص ۴۳۔

سنت رسولؐ قرآن سے نسبت میں تین صورتیں بنتی ہیں:

ا۔سنت اپنی جگہ مقرر اور موکد ہے قرآن میں آیا ہے یہ حکم قرآن کے تابع ہے گویا یہ حکم دو دلیلیں رکھتا ہے دلیل قرآن اور دلیل سنت رسولؐ اس کی مثال میں آیات صلوٰۃ وزکوٰۃ وصوم وحج شہادت قتل نفس محترمہ ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔سنت اپنی جگہ مفصل ہے مفسر ہے جو قرآن میں آیا ہے وہ مجمل ہے سنت میں تفصیل ہے سنت تقیہ ہے تخصیص ہے یعنی قرآن میں اجمالی بیان ہے اور سنت میں تفصیلی بیان ہے جیسا کہ سورہ نحل آیت ۴۴ میں آیا ہے جس میں عدد رکعات مقدار زکوۃ مناسک حج وغیرہ قرآن میں نہیں آیا ہے سنت میں آیا ہے صحیح بیع اور فاسد بیع اور اقسام رباء سنت میں موجود ہیں لیکن قرآن میں بیان نہیں ہوا ہے یعنی تیسرا حکم وہ ہے جو قرآن میں نہیں ہے سنت میں آیا ہے اس کی مثال بیوی اور اس کی پھوپی یا خالہ ایک ساتھ زوجیت میں نہیں رکھ سکتے ہیں ہر ناخس کے شکار کرنے والے حیوان حرام ہے چنگالی والے پرندے حرام ہیں حریر پہننا مرد کے لئے حرام ہے سونے کی انگوٹھی پہننا مرد کے لئے حرام ہے۔حرمت رضاع کی سزا سنگساری۔

سنت کی یہ دو تقسیم امام شافعی نے بتائی ہیں اس میں کہتے ہیں پیغمبرؐ نے آیات قرآنی کے تحت اجتہاد کیا ہے۔یہ جو تیسری صورت ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ پیغمبرؐ شریک در شریعت ہیں جبکہ قرآن اس کی نفی کرتا ہے:

سورہ آل عمران آیت ۱۲۸۔سورہ یونس آیت ۱۵۔سورہ انعام آیت ۵۷۔۶۲۔سورہ یوسف آیت آیت ۴۰۔۴۷۔سورہ قصص آیت ۷۰۔۸۸۔سورہ غافر آیت ۱۲۔سورہ طور آیت ۴۸۔سورہ قلم آیت ۴۸۔سورہ انسان آیت ۲۴۔سورہ کہف آیت ۲۳۔سورہ طور آیت ۳۲۔سورہ نحل آیت ۱۱۶۔

قارئین کرام آپ نے ادوار فقہ شیعہ کو آٹھ دور میں متحرک ہونے کا دعویٰ کر کے فقہ سنتی والوں کو جواب تو دے دیا ہے لیکن یہ جواب پلٹ کر آپ کے گلے میں پھنسنے والی ہڈی بھی بنی ہے کیونکہ شریعت اسلام اور قانون بشری میں فرق ہی یہی ہے کہ شریعت اسلام ایک شریعت ثابت تغیر ناپذیر شریعت ہے جبکہ قوانین بشری ہر آئے دن حوادث و دیگر گو

نیات وقت زمان ومکان کے حوالے سے تغیر پذیر ہیں وہ جامد کو طعنہ دیتے تھے گویا آپ نے چلتی فقہ والوں کی حمایت کرکے مغرب کی تقلید کی ہے انہیں خاموش کرنے کے لئے اپنی شریعت کو تغیر پذیر پیش کیا ہے تحمیل شرعی بنایا ہے جدیدیات تنہا مسلمانوں کے گلے نہیں پڑے گی بلکہ دوسری دفعہ خود آ کے ان کے گلے بھی پڑے گی کیونکہ آپ نے اپنے آپ کو تابع نص جامد بے نص متعارف کیا ہوا تھا آیت اللہ نے یہاں بھی دفع دخل کرکے اپنی فقہ کو سنتی بنایا پھر وہاں سے ہوتا ہوا متحرک پر پہنچایا اس کے لئے آپ نے فقہ کی دو قسم بتائی ہیں اس کتاب کہ ص ۲۷۹ پر اس طرح سے وضاحت کی ہے۔

آپ نے درست فرمایا رائے و تفکر شخص عقلی و مذہبی و مصلحت اندیشی سے درآمد کو فقہ ہی نہیں کہہ سکتے ہیں اگر رائے شخص عقلی شیعہ یا سنی کے درمیان میں نہ ہوتی تو آج اسلام و مسلمین کے لئے یہ روز گار پیش نہ آتا اب دونوں نے مل کر ایک مسئلہ کو دودم والا بنایا ہے ایک طرف کو آپ نے پکڑا دوسری طرف کو سنیوں کے لئے چھوڑا ہے اس طرح سنیوں نے بھی ایسا کیا ہے آپ نے اجتہاد کے خلاف کتابیں نشر کیں بعد میں آپ فخر کرنے لگے ہمارا اجتہاد ان کے اجتہاد سے بہتر ہے انہوں نے متعہ کو پہلے ثابت کرکے اب اس کو بدعت قرار دیا ہے آپ علماء صحیح مسلم کی حدیث کو سند بنا کر متعہ کرتے ہیں۔

آیت اللہ جناتی ادوار اجتہاد از دیدگاہ مذاہب ص ۲۷۹ پر لکھتے ہیں اصطلاح پویا امامیہ کے نزدیک دو مفہوم رکھتی ہے:

۱۔ پویائے مردود ہے دوسرا پویائے ثابت ومطلوب ہے فقہ پویائے منفی و مردود اس پویا کو کہتے ہیں جو رائے تفکر شخصی، مصلحت اندیشی وعقل وشرع کے مبانی سے مختلف ہے۔ اس فقہ پویا کو امامیہ مسترد کرتے ہیں کہتے ہیں وہ اس فقہ کی نیاز نہیں رکھتے ہیں۔

۲۔ دوسرا فقہ جو پویا مقبول ہے وہ ہے جہاں احکام حوادث واقعات اصول اجتہاد داخلی وخارجی قرآن وسنت رسولؐ وامامان معصومین کے مطابق ہو، جہاں تازہ درپیش مسائل کو اصولی اولیٰ کی طرف برگشت کریں گے اور ان کے جواب دیں گے جو طریقہ اجتہاد میں بیان ہوئے ہیں اور جو کتاب وسنت میں بیان ہوئے ہیں۔

قانون قانون ہوتا ہے چاہے من مانی ہی سے کیوں نہ بنا ہو ہمارے ملک میں ایک قانون ہے جس کا نام ہے ۷۳ کا آئین پی پی ضد اسلام والوں کا کہنا ہے کہ اس قانون کا سہرا بھٹو کو جاتا ہے نیز یہ بھی کہتے ہیں ۷۳ کا آئین قرآن اور سنت کے مطابق ہے اس کو غیر اسلامی نہیں کہہ سکتے ہیں اس کو ۵۱ علماء نے منظور کیا ہے لیکن یہاں سوال اٹھتا ہے بھٹو منادی، سوشلزم و مارکس ازم کا حامی تھا اس نے آئین اسلام کیسے بنایا جواب یہ دیتے ہیں کہ علماء کے شور شرابہ کی وجہ سے اس نے منظور کیا تھا دوسرا سوال علماء کی تائید وتوثیق کیسے حاصل ہوئی اسمبلی میں اتنے علماء تھے ہی نہیں علماء جواب دیتے ہیں باہر سے ایک علماء کی جماعت نے ایک قرارداد پیش کی تھی جس کو قومی اسمبلی نے اتفاق رائے سے آئین کے ساتھ

منسلک کیا گویا ایک ترمیم کی صورت میں ملحق کیا تھا پھر سوال ہوتا ہے قرآن اور سنت میں خواتین کو حقوق دینے کی بات ہے ان کو مردوں سے آگے لانے کی بات کہاں سے لی ہے آئین میں ہے کہ قانون اسمبلی کے منتخب نمائندے بنائیں گے لیکن خواتین اور ٹکنوکریٹ کی مخصوص سیٹیں عام انتخاب میں عوام سے کم و بیش لاکھ دو لاکھ ووٹ لے کر جیتنے والے کے برابر ہوتی ہیں۔ یہ کہاں سے لیا ہے کہ قرآن و سنت نمائندگان دین و دیانت معلوم و معروف والوں کو یہ حق دیتا ہے۔ قرآن و سنت سے باغیہ مکشفات کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ غیر اسلامی آئین بنائیں۔ آئین سازی کرنے والوں کا قرآن اور سنت سے واقف ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عقل و شعور و ادراک و فہم کے مطابق بغیر کسی دباؤ کے آزادانہ رائے دینے کا حق رکھتے ہوں لیکن یہاں مردوں کو دباؤ میں رکھ کر مردوں کے خلاف آئین بنایا جاتا ہے انہوں نے یہ حق کہاں سے لیا ہے۔

حال ہی میں ملک کے حکمران خاندان کے ایک خانہ راز کو پانامہ کے ادارے نے فاش کیا جس کو حزب مخالف نے اچھالا۔ جو ڈر پوک ہوتا ہے تنکے سے تمسک کر کے اپنا دفاع کرتا ہے کہا یہ قانون میں کوئی جرم نہیں ہے کیا ہم نے آف شور کمپنیاں بنائی ہیں۔ آف شور کمپنیوں کی قانونی حیثیت کی وضاحت میں کالم نگاروں نے لکھا ہے روزنامہ دنیا مورخہ ۲۹ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ میں دستاویزات پانامہ کے عنوان سے حبیب اکرم نے لکھا ہے ملک میں اس بارے میں آئین موجود ہے اگر ملکی سرمایہ دار اپنا سرمایہ ٹیکس بچانے کیلئے دوسرے ملکوں میں لے جاتا ہے تو لے جا سکتا ہے جبکہ یہی نواز شریف جب سے وزیر اعظم بنا ہے شاید کوئی ملک چھوڑا ہو جس میں نہ گیا ہو کہ وہ یہاں ہمارے ملک میں سرمایہ کاری کریں یہ کونسی منطق ہے کہ آپ اپنا سرمایہ دوسرے ملکوں میں لگائیں اور دوسرے ملکوں کو دعوت دیں وہ یہاں سرمایہ لگائیں کیا وہ لوگ جو یہاں سرمایہ لگاتے ہیں وہ اپنے ملک کو ٹیکس نہیں دیتے آپ غریب عوام سے ٹیکس وصول کریں اور خود بزور حکومت و طاقت و قدرت ٹیکس بھی نہ دیں۔ آیا یہ قانونی ہے یا من مانی قانون ہے جو کہ نااہل دین دار و بے دینوں کی مخلوط خواہشات کی قرارداد سے منظور قانون ہے کیا ان نمائندگان کو یہ قانون بنانے کا حق پہنچتا ہے قانون بنانے کیلئے بھی قانون ہوتا ہے۔

کتاب فقہ ممکن ص ۲۶۷ ابن قیم نے لکھا ہے احکام دو قسم کے ہیں:

۱۔ ایک حکم یوں ہے جو تغیر ناپذیر ہے زمان و مکان اس پر اثر انداز نہیں ہوتے نہ اجتہاد کسی چیز کو واجب کرتا ہے نہ کوئی چیز حرام کر سکتا ہے حدود وہی حدود ہیں جو شریعت میں وارد ہوئی ہیں ان میں تغیر کی گنجائش نہیں۔ ان میں اجتہاد جاری نہیں ہوتا ہے۔

۲۔ وہ احکام جو مصلحت کی خاطر زمان و مکان و حالات کے تحت تغیر ہوتے ہیں جیسے تغیرات ابن قیم نے ایک اور جگہ لکھا ہے تغیر فتویٰ و اختلاف تغیر زمان و مکان کی وجہ سے ہوتا ہے انھوں نے کہا ہے زمان و مکان کیلئے مقام ہے یا

شریعت میں اس کی خاصیت ہے احکام مصلحت کی خاطر بدل جاتے ہیں تغیر زمان ومکان سے حکم شرعی تبدیل ہونے کے بارے میں صاحب کتاب فقہ ممکن نے ص ۲۶۸ پر کچھ مقالیس دی ہیں۔

چلتی متحرک فقہ یا جامد وسنتی فقہ:

جب یورپ والے ہمارے ملک کے مقدرات پر مسلط ہوئے تو انہوں نے مسلمانوں کو فقہ موسوم اسلامی کو کنارے پر لگانے یا آثار قدیمہ میں داخل کرنے اور یورپی قوانین کو لاگو کرنے پر مجبور کیا یہاں سے مسلمانوں میں دو گروہ بنے ایک گروہ نے مصالحتی کردار ادا کرتے ہوئے فقہ اسلامی میں ترمیم کرنے کی تحریک چلائی اور اس کے لئے حوزات تلاش کئے جبکہ دوسرا گروہ ان کے بالمقابل کھڑا ہو گیا مزاحمت کی انہوں نے کہا ہم اپنی ہی فقہ کو بغیر کسی ترمیم و تبدیل رکھیں گے اس حوالے سے انہوں نے اپنی تشخیص فقہ سنتی سے کی جبکہ پہلے گروہ نے ان کی فقہ کو فقہ جامد وراجد کا نام دیا ہے ایران اسلامی میں جب انقلاب اسلامی برپا ہوا تو ان کو بہت سے ایسے مسائل کا سامنا ہوا حکومتی و بین الاقوامی سطح پر تو ان کے لئے فقہ سنتی زنجیر بنی یہاں سے انہوں نے فقہ میں تبدیلی کی تحریک چلائی اس سلسلہ میں امام خمینی نے متعدد بار زور دیا فقہ کو متحرک بنائیں چونکہ یہ مزاج حوزہ کے خلاف تھا فقہ تو چھوڑیں وہ تو اسلام کو کنارے پر لگانے کے لئے بنائے گئے علم صرف ونحو کی کتابیں تبدیل کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔

چہ جائیکہ فقہ جدید لائیں ان کے نزدیک دین یہی تھا اس میں عرق ریزی کر کے اپنے لئے درپیش مسائل کا حل نکالتے ہیں بلکہ اس کے ذریعے اپنے لئے مقام بناتے تھے وہ اتنی آسانی سے کہاں تیار ہوتے لہٰذا امام خمینی کو اپنے بیان میں ترمیم کرنا پڑی کہ ہماری فقہ متحرک وجدید سے مراد وہی فقہ سنتی جواہری مراد ہے اس کو محور بنا کر نئے مسائل بھی حل کریں یہاں سے حوزے میں دو جماعتیں بنیں فقہ پویا اور فقی سنتی والوں کا آپس کی نشستوں، درسوں اور اخبار وجرائد میں مباحثہ مقارنہ شروع ہوا۔ اس دوران فقہ پویا کے ایک علمدار میدان میں اترے آپ جدید وقدیم میں آمیزش کی مہارت رکھتے ہیں وہ یہ بات کرتے ہیں کہ سانپ بھی مرے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے آپ نے فرمایا کہ میں نے آیت اللہ شہوردی کے دین کے قریب فتاویٰ کو بدل دیا ہے چنانچہ قدامت وقدسیہ کے بل بنے ہیں مہارت کی وجہ سے مرحوم آقائے گلپائگانی نے آپ کو پاکستان میں اس وقت قاضی بنا کر بھیجنے کی تیاری کی تھی جب پاکستان میں ضیاء الحق نے نظام اسلامی کا اعلان کیا تھا۔

حدیث وفقہ سے مقابلہ:

تاریخ فقہ لکھنے والوں نے لکھا ہے فقہ نے دامن حدیث میں نشوونما پائی ہے یہ بات اپنی جگہ قرآن وسنت قطعیہ کو کنارے پر لگانے کے مذموم عزائم کی بو دیتی ہے کیونکہ حدیث کا معنی سنت رسولؐ نہیں ہے بلکہ رسول کریمؐ سے منسوب بات کو حدیث کہتے ہیں یہاں قرآن کو تو یکسر مسترد کیا گیا ہے اور سنت میں بھی عمومیت پیدا کی گئی ہے جیسا کہ بعد میں

سنت اصحاب واتباع اصحاب کو بھی خلاف قرآن حجت گردانا گیا ہے نبی کریمؐ کے بعد امت میں سنت رسولؐ کو یکسرہ پس پشت ڈال کر بغیر کسی تحقیق کے ہر صحابی کے قول کو حجت گردانے کا سلسلہ شروع ہوا یہاں ہم دو اہم نقاط کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں اگر آپ اس دین کی حقانیت پر یقین قاطع و جازم رکھنے کا دعویٰ رکھتے ہیں تو آپ کو ان سوالات کا جواب دینے میں کوئی مشکل و پریشانی محسوس نہیں ہوگی کیونکہ دین اپنی جگہ عزیز ہے اگر اس میں کسی مفاد دنیوی کی خاطر کسی نے فائدہ اُٹھایا ہے تو وہ دنیا سے گزر گئے ہیں ہمیں ایسی باتوں کو جاری رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا آخرت تو دور کی بات ہے دنیا میں ہم پس رہے ہیں معاشرہ ہمارے لئے جہنم بن رہا ہے لہٰذا اس بارے میں سوچنا ضروری اور ناگزیر ہے:

۱۔تمام اہل سنت کا مذہبی ڈھانچہ ابو ہریرہ کے نام سے موجود روایات پر قائم ہے۔

ہمارا ابو ہریرہ کے بارے میں جو نظریہ ہے وہ ہم عبدالحسین شرف الدین کی تالیفات سے نہیں لیتے ہیں بلکہ ان کو ایک صحابی مسلمہ کی حیثیت سے لیتے ہیں ابو ہریرہ ساتویں ہجری کو فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے ہیں اس طرح آپ پیغمبرؐ کی معیت میں تین سال پیغمبرؐ کے ساتھ رہے ہیں اس میں بھی آپ کچھ عرصہ یمن میں قاضی کی حیثیت سے رہے ہیں

۔

۲۔ابو ہریرہ نے روایات حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، فضل بن عباس، ربیہ بن کعب، اسامہ بن زید، ام المومنین حضرت عائشہ، بصرہ بن ابی بصرہ کعب بن حسر اور تابعین سے نقل کی ہیں بخاری نے لکھا ہے آٹھ سو صحابۂ کرام نے ان سے احادیث نقل کی ہیں ابو ہریرہ سے منقول کل احادیث ۳۸۴۸ ہیں۔

عبداللہ بن عمر بدر کے موقع پر گیارہ سال کے تھے ان سے ۲۶۳۰ ۱ احادیث نقل ہوئی ہیں انہوں نے ۷۳ھ میں مکہ میں وفات پائی۔

انس بن مالک سے ۲۲۴۶ ۱ احادیث نقل ہوئی ہیں انہوں نے ۹۳ھ میں بصرہ میں وفات پائی ہے۔

حضرت عائشہ دوسری ہجری میں نبی کریمؐ کے عقد میں آئیں اس طرح آپ سات یا آٹھ سال پیغمبرؐ کے عقد میں ساتھ رہیں ام المومنین حضرت عائشہ سے مروی احادیث دو ہزار دو سو دس ۲۲۱۰ ہیں۔

عبداللہ بن عباس ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے اس طرح آپ پیغمبرؐ کے ساتھ تیرہ سال رہے ان سے منقول احادیث ۱۶۶۰ ہیں آپ نے ۶۸ھ میں وفات پائی۔ابو سعید خدری ہجرت سے بارہ سال پہلے پیدا ہوئے آپ نے ۷۴ھ میں وفات پائی آپ سے منقول احادیث کی تعداد ۱۱۷۰ ہے۔

جابر بن عبداللہ سے منقول احادیث کی تعداد ۱۵۴۰ ہے ابو ہریرہ سے جتنی احادیث نقل ہوئی ہیں وہ سب رسولؐ اللہ سے نقل نہیں ہیں بلکہ انھوں نے دیگر اصحاب سے نقل کی ہیں لیکن ان کی احادیث امت کو آٹھ سو افراد کے توسط سے ملی ہیں پورے کے پورے آٹھ سو کو ثقہ اور حافظ گردانے کی کوئی منطق نہیں بنتی ہے چنانچہ ان سے منسوب بہت سی احادیث

عقل وقرآن اور دیگر مستند احادیث سے متعارض ہونے کی وجہ سے امت میں اہل دین ودیانت کے نزدیک تشویش و اضطراب کا موجب بنی ہیں لیکن حدیث کے پرچم دار عصا اٹھا کر انہیں منواتے ہیں اسی طرح ام المومنین حضرت عائشہ سے مروی احادیث بھی بہت سے صحابہ وتابعین نے نقل کیں ہیں لہٰذا یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ یہ حضرت عائشہ سے نقل ہیں لہٰذا حضرت عائشہ سے نقل کرنے والوں کو بھی دیکھنا چاہیے۔

۳۔جس طرح اصحاب میں یہ ذوات کثیر احادیث نقل کرنے والوں کے نام سے معروف ہیں اس طرح نقل کرنے والے تابعین شعبی ابراہیم نخعی وغیرہ نے بھی کثیر احادیث نقل کی ہیں علماء حدیث نے کثرت حدیث نقل کرنے والی تمام شخصیات پر سوالیہ نشان لگایا ہے اور کثرت روایت کو بذات خود ایک نقص اور ایک سقم کے طور پر پیش کیا ہے یہ تھی پیغمبرؐ سے منسوب احادیث پیش کرنے والوں کی صورت حال۔

۴۔فقہ شیعہ یا فقہ جعفری کی برگشت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق پر منتہی ہوتی ہے ان سے مروی احادیث پیغمبرؐ سے منسوب نہیں ہیں ان کی روایات کا سلسلہ انھیں پہ ہی ختم ہوتا ہے جو کہ سورہ نساء کی آیت ۱۶۵ سے متصادم ہے۔رسول اکرمؐ کے بعد کوئی بھی حجت نہیں ہے نہ اصحاب ہیں نہ اہل بیت۔جس طرح شیعوں کو پیغمبرؐ سے نقل سنت یا نقل احادیث کرنے والوں کے فسق یا عادل نہ ہونے کے حوالے سے شکایت ہے اسی طرح علماء رجال کو امام صادق سے نقل کرنے والے رواۃ پر اعتراض ہے:

۱۔لہٰذا فقہ کا دامن حدیث میں پرورش پانا چنداں حسن آور اور اطمینان بخش نہیں ہے۔

۲۔فقہ اس وقت اطمینان بخش تھی جب فقہ بنانے والے اس کی سند قرآن وسنت پیغمبرؐ سے دیتے تھے لیکن جب قرآن و سنت کو چھوڑ کر حتیٰ حدیث مشکوک ومظنون سے بھی پرہیز وگریز کر کے خالص اپنے فہم وادراک کو بنیاد بنا کر حکم شرعی بنایا گیا ہو تو یہ فقہ حدیث مشکوک سے بھی گری ہوئی بلکہ اس سے نیچے کی حیثیت رکھتی ہے خاص کر جہاں امام مالک احادیث مرسلات یا اجماع اہل مدینہ سے استناد کر کے فتویٰ دیتے تھے۔احادیث مرسلات کے حجت ہونے اور اجماع اہل مدینہ کے حجت ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے یہ ان کا ادراک ہے اس مدینہ میں پیغمبرؐ کی حیات میں جھوٹ بولنے والے فساد پھیلانے والے کم فہم رکھنے والے بھی موجود تھے کیسے سو سال گزرنے کے بعد امام مالک کو یہاں رہنے والے سب کے سب معصوم اور غلطیوں سے پاک نظر آئے اس کے علاوہ امام مالک کے بارے میں یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ آپ جتنا وقت گزر جاتا تھا اپنی کتاب سے فتویٰ احادیث کو حذف کرتے تھے یہ بھی آیا ہے کہ آپ کے بعد موطا کے بیس مختلف نسخے تھے تو کیسے انسان کہہ سکتا ہے کہ امام مالک کی فقہ ہم تک پہنچی ہے امام مالک کی فقہ مدینے کے علاوہ بغداد، مصر اور افریقہ میں پھیلی ہے جہاں امام مالک نے احادیث منقول از رسولؐ کے مقابل میں اپنے فہم کے مطابق فتاویٰ دیئے ہیں کیا علماء بغداد و مصر و افریقہ اپنے دور میں اپنی فہم وفراست کی بنیاد پر فتویٰ نہیں دے رہے ہونگے۔

۳۔فقہ اہل سنت تقریباً ابی حماد سے یا ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ سے شروع ہوئی ہے جبکہ اہل تشیع حدیث منسوب بہ امامین باقر وجعفر صادق چلاتے رہے ہیں ۳۲۹ھ میں متوفی محمد بن یعقوب کلینی نے ۱۶ ہزار احادیث مستند براوی چھوڑی ہیں جس کے بعد کے علماء رجال نے ان میں سے ۹ ہزار احادیث کو ضعیف گردانا ہے گویا یہ ۱۶ ہزار احادیث کلینی نے ضعیف سمجھتے تھے ان کو شیخ صدوق نے جمع کرکے پانچ ہزار بنایا ان پانچ ہزار میں سے دو ہزار پانچ سو بے سند نکلی ہیں اس کے بعد استبصار وتہذیب شیخ طوسی نے غلات نشین غالیوں کے گڑھ میں تصنیف کی ہیں انھوں نے احادیث کو اس طرح سے نقل کیا ہے کہ جو امام سے نقل کرنے والے راوی علماء رجال شیعہ کے نزدیک ضعیف تھے تو چارسو کتاب موہوم سے تالیف بغداد تالیف چار کتابوں کے مندرجات اس تفصیل کے ساتھ مجموعہ احادیث ہیں جسے لبنان عراق جلد کت علماء نے ان سے فقہ بنائی ہے اس فقہ کو دامن حدیث سے یا احادیث سے مستند فقہ کہیں گے تو اس فقہ کی کیا حیثیت ہوگی یہ فقہ جس کا پانچویں چھٹی صدی ہجری سے آغاز ہوا ہے اس فقہ کو کیسے فقہ اسلامی کہیں گے خاص کر جو فقہ فاطمین اور آل بویہ کی سر پرستی ونگرانی میں بنائی گئی ہے جو اسلام کے خلاف کمر بستہ تھے اور جو فرقہ باطنیہ بنانے کے مدعی تھے اس کو فقہ اسلامی کیسے کہیں گے آگے جائیں تو جو سنت پیغمبرؐ کی وفات کے سو سال گزرنے کے بعد مشکوک ومخدوش قرار پائی اور جس میں دخل اندازی کا احتمال قوی ہوگیا علماء رجال کو خدشہ ہوا کہ غلط لوگوں نے حدیث جعل کی ہیں تو انہوں نے چھان بین کے لئے راوی صحیح ہونے کی شرط لگائی اور کہا کہ حدیث اس وقت صحیح قرار پائے گی جب راوی صحیح ہونگے صحیح راوی اور غلط راوی کے پتہ چلنے کی افادیت اس وقت تک تھی جب ہر کتاب کا لکھنے والا اقال منقول منہ سے توثیق لیتا تھا مثلاً احمد بن حنبل محمد بن اسماعیل مسلم بن حجاج اپنی کتابوں سے نقل کرنے والے کے بارے میں توثیق کرتے تھے کہ انھوں نے جو نقل کیا ہے ہم سے نقل کیا ہے ان کی ہماری طرف سے نسبت صحیح ہے جب سے سترہویں اٹھارہویں صدی عیسوی میں چھاپ خانے شروع ہوئے اور میس سسٹم شروع ہوا روبس شروع ہوا اس وقت سے بہت کثیر تعداد میں لوگوں نے کتابیں چھاپنا شروع کیں وہ ان میں جتنا اضافہ کریں ان کی مرضی تھی انہیں روکنے والا کوئی نہیں اس فقہ کو ہم کیسے فقہ اسلامی کہیں گے اس فقہ پہ ڈنڈے لے کر بیٹھنے والے اسلام کے خیر خواہ نہیں ہیں انہوں نے اسلام کے خیر خواہ کے نام سے امت کو تحقیق سے روکا ہے یہ ان کی امت کو تاریک خانہ حبس تقلید میں مادام الحیٰوۃ محبوس رکھنے کی مذموم کوشش ہے اگر ایسا نہیں ہے تو ایک تجربہ کے لئے آزادی دے کر دیکھ لیں تحقیق کا کام شروع کریں اور اس قرآن میں موجود آیات سے استنباط کا حکم کریں۔

نمونہ۱۲ فتاویٰ طبق زمان ومکان:

(کتاب کا نام) ص ۲۷۰ آغائے جناتی یہاں تین روایات نقل کرتے ہیں تینوں روایات امام صادق کے حوالے سے ہیں جو آپ کے پہنے ہوئے لباس سے متعلق تھیں ایک روایت سفیان بن تیمیہ سے دوسری سفیان ثوری سے

اور تیسری عماد بن عثمان سے نقل ہے انہوں نے امام صادق سے پوچھا کہ آپ کے اجداد کم قیمت والے لباس پہنتے تھے جبکہ آپ نرم اور قیمتی لباس پہنتے ہیں۔امام نے جواب دیا وہ تنگی کا وقت تھا اس وقت ایسا لباس پہننا عیب اور برا لگتا ہے لیکن آج ایسا نہیں آج بہترین لباس ابرار اخیار کو پہننا چاہیے یہاں یہ استثناء چندین لحاظ سے درست نہیں لگتا۔

۱۔دور حضرت علی مشکل دور نہیں تھا بلکہ وسعت ارزاق والا دور تھا لہٰذا اسراف عنوان وسبب طعن ونقد حضرت عثمان بنا اوران کے خلاف تحریک چلی۔ علی کا دوران کے بعد آیا ہے اس وقت ارزاق کی فراوانی تھی دور عمر بن خطاب نے رواتب شہری میں اضافہ کیا گیا تھا۔

۲۔حضرت علی سے منسوب لباس خش امام صادق سے منسوب لباس دیباجی وزیبائی دونوں صوفیوں کے طبقاتی نظام کی ضرورت کی خاطر گھڑا گیا ہے لباس اور کھانا پینا انسان کی ضروریات زندگی میں شمار ہوتا ہے جو مکان وزمان اور استطاعت وقدرت کے حوالے سے ہمیشہ تغیر پذیر ہے لہٰذا ان دونوں سے منسوب تمام روایات خود ساختہ ہیں دین سیاسیات کی نشاندہی کے لئے ہے متغیرات میں دخل نہیں دیتا ہے۔حضرت علی کے لباس خش والی روایت صوفیوں نے اپنے مسلک کے لئے گھڑی ہے اسی طرح امام صادق سے سوال کا جواب لینے والا بھی خود سفیان ثوری تھا جو اچھے لباس پہننے والا تھا۔

۳۔قرآن کریم اور سنت رسولؐ میں لباس خش (بوسیدہ) کی کوئی فضیلت ہے نہ اچھے لباس پہننے کی نصیحت ہے لباس ستر ہے جو بھی اپنائے۔حضرت عمر کے دور خلافت میں بصرہ سے احنف بن قیس ایک بہت مہنگا جبہ پہن کر آئے لوگوں نے انھیں برا نہیں کہا عمر نے ان سے پوچھا اس کو کتنے میں خریدا ہے تو جواب دیا چالیس ہزار درھم میں خریدا ہے حضرت عمر کو یہ پسند نہیں آیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس وقت اس قدر تنگی نہیں تھی، حد جائز اور حد حرام کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔انسان کو قناعت پسند ہونا چاہیئے گرچہ وہ اپنی جائز ضروریات کا خیال رکھ سکتا ہے مگر اسراف سے بچتے ہوئے۔

۴۔اچھے لوگوں کو اچھا لباس پہننا چاہیے یہ بات اعیان کی حمایت میں جاتی ہے' اس کی کوئی منطق نہیں انسان کی قدر و قیمت علم وایمان واعمال صالح سے ہے تفاخر وامتیاز مادیت میں نہیں ہے۔

۵۔دنیا لباس کے پیچھے نہیں جاتی یعنی اچھے اور بوسیدہ لباس میں امتیاز صحیح نہیں ہے۔چنانچہ گاندھی اور نہرو اچھے لباس نہیں پہنتے تھے یہاں فقہ پویا نے عوام الناس کو کسی مخمصے یا سختی ومشکلات سے نجات نہیں دلائی اگر ایسے فتاویٰ سے کسی کو فائدہ ہوا ہے تو وہ آقازادوں، مجتہد زادوں تاجروں اور بادشاہوں کی اولادوں کو ہوا ہے انھوں نے دنیا کی دنیا اور آخرت بمعہ ضمانت انھیں دی ہے۔

کتاب اصول فقہ تالیف عبدالوہاب خلاف استاد شریعہ الاسلامیہ کلیہ حقوق جامعہ قاہرہ ص ۱۱ مقدمہ کے تحت

لکھتے ہیں علماء مسلمین کا مذہب میں اختلاف کے باوجود سب کا اتفاق ہے جو کچھ انسان سے افعال واقوال واحوال وجرائم شخصی ہوں یا اجتماعی ونوعی عقود یا تصرفات ہوں انکے لئے شریعت اسلامی میں حکم موجود ہے ان میں سے بعض کا حکم قرآن وسنت میں بیان ہوا ہے بعض کا بیان نہیں ہوا ہے لیکن شریعت نے اس تک امارات دلائل نصب کئے ہیں ان کی روشنی میں مجتہد احکام تک پہنچ سکتا ہے۔

ہر چیز میں اللہ کا ایک حکم ہے یہ قاعدہ قرآن کریم کی ان آیات کے خلاف ہے جن میں اللہ نے اپنے حکم کی حدود بیان کرنے کا ذکر کیا ہے۔

ا۔سورہ بقرہ ۲۲۹ اس میں تین بار اللہ کی حدود کا ذکر ہے، میاں بیوی کے درمیان حدود اللہ نے بیان کی ہیں۔

سورہ توبہ آیت ۱۷۔۲۹۔۱۱۲

سورہ طلاق آیت ۱

سورہ نساء آیت ۱۳۔۱۴۔۲۴

سورہ بقرہ ۱۸۷۔۳۔۱۷۔۵۔۲۷۵

سورہ مائدہ آیت ۴۔۵۔۹۴

سورہ مجادلہ آیت ۴۔سورہ انعام آیت ۱۱۹۔۱۵۱۔۔۱۵۱

سورہ اسراء آیت ۳۲

سورہ فرقان آیت ۲۸۔سورہ نحل آیت ۱۱۵

سورہ اعراف آیت ۲۳۔۳۳

یکی از فتویٰ برخلاف قرآن مجید فقہاء فتویٰ دیتے ہیں جیسا کہ زانیہ عورت سے ازدواج کرنا صحیح ہے۔

سورہ نور آیت ۳۔سورہ نساء آیت ۲۳ سورہ مائدہ آیت ۳۔سورہ انعام آیت ۱۳۸

شریعت۔فقہی اسلامی اور قانون وضعی کا موازنہ ومقابلہ:

شریعت، فقہ اسلامی اور قوانین وضعی تینوں کا محور انسان ہے اس انسان کو پدر و مادر آزادی، طغیانی وسرکشی اور ظلم و زیادتی سے نہ روکا جائے تو اس کی آزادی خطرے کی زد میں رہے گی قوانین وضعی والوں کے نزدیک قوانین حمایت و دفاع آزادی کی خاطر ہیں جبکہ فقہ اسلامی والوں کا ہدف خدمت انسان ہے وہ چاہتے ہیں اس کو زیادہ سہولتیں دی جائیں جبکہ شریعت اسلام میں تمام تر اختلاف بشر کے باوجود مصلح مجموعی کو مدنظر رکھا جاتا ہے لہذا پورے کرۂ ارض میں کوئی انسان شریعت کی سرپرستی سے محروم نہیں ہے جبکہ قانون وضعی اور فقہ اسلامی میں عیاشوں سرکشوں اور طبقات مرجۂ کی سہولتوں کا خیال رکھا گیا ہے اس نے انسان کو سرسری نظر میں رکھ کر قانون بنایا ہے فقہ اسلامی اور قوانین وضعی دونوں کی

ساخت بشری ہے۔

۲۔قانون بناتے وقت انسان کوخوش رکھنے کی کوشش کی ہے۔

۳۔دونوں نے مقاصد میں انسان کی بھلائی کو مدنظر رکھا ہے جبکہ شریعت اسلام میں انسان کی تمام خصوصیات مثبت و منفی، طاقت اور کمزوریوں اور رجحانات کو مدنظر رکھ کر نظام بنایا گیا ہے۔

۴۔شریعت اسلام نے انسان کے مصالح فردی واجتماعی دونوں کو مدنظر رکھا ہے۔

انسان کی خصوصیات وامتیازات میں کیا کیا بتایا گیا ہے کونسی صفات اس کی ذات سے تادم مرگ جڑی رہتی ہیں اور کونسی وقت وحالات کے تحت عارضی ہوں گی اور وقت وحالات کے تحت زائل ہوں گی ان دونوں کو کلیسا یکسوئیت نہیں دے سکا ہے ان صفات میں کوئی ایسی صفت نہیں ہے جو گزشت زمان کے ساتھ انسان سے زائل ہوں گی انسان میں وہ صفات ابھی نہیں ہیں آئیں دیکھتے ہیں قرآن میں اس کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں:

ا۔انسان کو قرآن نے مجہول کہا ہے احزاب ۷۲ محققین انسان شناسوں کا کہنا ہے جتنا علم انسان بڑھتا جاتا ہے اسی تناسب سے اس کی جہالت بڑھتی جاتی ہے دنیا میں کوئی انسان نہیں حتیٰ انبیاء ومرسلین تک اس کے عوارض داخلی و خارجی سے ناواقف رہتے ہیں لاحق یا مربوط امور سے ناواقف ہیں۔

۲۔ جہالت کا معنی جو چیز وہ نہیں جانتے وہ اس میں جاہل ہے لہٰذا انسانوں میں پڑھے لکھے لوگوں کو ان کے علم کے حوالے سے جمع کریں تو یہ ڈاکٹر، انجینئر، فلسفی اور سائنس دان ہیں ان سب کو نکالیں گے تو معلوم ہوگا کہ قانون دانوں کی تعداد کم ہے تو انسان کی دوتہائی سے زیادہ جاہل ہے وہ قانون بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں خود یورپ میں دیکھیں جہاں پڑھائی کا گہوارہ ہے قانون دانوں کی تعداد بہت کم ہے۔

۳۔انسانوں کو ضعیف کہا ہے ضعیف کا معنی ہے ناگوار ونا برداشت والے، قدرت مندوں کے سامنے جلدی شکست کھانے والے گویا وہ جلدی مخالفین کے سے شکست کھاتے ہیں بطور مثال امریکہ اور یورپ نے قانون بنایا کہ افغانستان وعراق پر حملہ کریں ان کو ادب سکھائیں دس سال نہیں گزرے وہاں فریاد بلند ہوئی ان کے بزرگوں نے تسلیم کیا ہم نے غلط کیا عوام نے کہا ان پر مقدمہ چلانا چاہیے۔

۴۔تیسری خصوصیت وہ عجول ہے اسراء ۱۱ جلد پسند وجلد باز ہے ہٹلر نے جلدی میں بغاوت کی نابلیون تمام قدرت کے ساتھ مصر میں داخل ہوا اور جلد ہی مصر چھوڑ کے بھاگ گئے۔

۲۔منوع ہے معارج ۲۱ وہ اپنی فاضل مال کو دوسروں کو دینے سے منع کرتا ہے حقیر و معمولی اور فالتو چیز بھی دینے سے منع کرتا ہے دنیا کے اخبار وجرائد میں آتا ہے کہ اتنے ملین انسان بھوک سے مرجاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی اخباروں میں آتا ہے کہ انھوں نے ملیون ملیون ٹن مواد غذائی کو جلایا ہے تاکہ غریب ملکوں کے کام نہ آجائے۔

یہ چیزیں دنیا میں مشہور و معلوم سب جانتے ہیں کہ ہمارے ملک نے خاندانی منصوبہ بندی اور نسل کشی کو مختلف ذرائع سے اپنایا ہوا ہے کہتے ہیں ان میں سے ایک پولیو ہے جو بزور طاقت پلایا جاتا ہے ملک پر اوپر سے بمباری کرنے والے اتنے رحم دل نہیں ہوتے کہ ایک قطرہ پولیو پلانے والے ملازم کے لئے بھی محافظ دیں اگر مر جائیں تو معاوضہ دیں اس سے ان کو کیا فائدہ ہوتا ہے صدر مملکت اور وزیر اعظم خود آ کر پلائیں اگر اتنے رحم دل ومہربان ہیں تو اپنا پیسہ دوسرے ملکوں میں کیوں رکھتے ہیں، حکومت برخواست ہونے سے پہلے خزانہ اپنی پارٹی میں تقسیم کرتے ہیں۔

ملازم کو بھی رکھیں پولیو سے تحفظ بھی دے دیں ان کی حرکات وسکنات اور کردار و گفتار میں رحم اور دل سوزی کا دور تک نشان نظر نہیں آتا ہے بوتک نہیں آتی ہے یہ انسان کی خصوصیات ہیں شریعت الٰہی انسان کے لئے بھیجی گئی ہے اکثر وبیشتر انسان خواہشات کے پیچھے دوڑتے ہیں دور اندیش نہیں ہوتے ہیں اجتماعی مصلحت کا بہت کم خیال رکھتے ہیں اگر اجتماع کے لئے باہر سے تحفظ نہ ہو تو انسان اور درندہ ایک جیسے ہیں۔

۱۔ یہ شریعت انسانوں کی ایک چوتھائی سرگرمیوں پر لاگو ہے۔

۲۔ کہا کہ اس میں احکام حرج ومرج نہیں ہیں۔

۳۔ یہ احکام انسانوں کی تغیر پذیر صفات پر لاگو نہیں ہیں یہ احکام جو انسانوں کی بنیادی غیر متغیر حاجات پر لاگو ہیں تغیر ناپذیر احکامات ہیں جو گزشت زمان کے ساتھ عوارض سے دگرگوں نہیں ہوسکتے ہیں اگر ہوتے ہیں تو بتائیں ہم امھات احکام بتائیں گے جو نص صریح قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ حرمت قتل بغیر حق

<u>۲۔ حرمت زنا لواط</u>

۳۔ سرقت غش خیانت اموال

۴۔ جھوٹ

۵۔ فتنہ بہتان

۶۔ وجوب صدق گوئی

۷۔ امانت داری

۸۔ صغیر اور مجنون ودیوانہ سے رفع احکام

۹۔ <u>مدعی پر اثبات منکر پر حلف</u>

۱۰۔ جنگ وصلح

۱۱۔ ضرر نہ کھائیں کسی کو ضرر نہ دیں۔

۱۲۔نیک کاموں میں تعاون کریں۔

۱۳۔ برے کاموں میں تعاون نہ کریں

۱۴۔زوجہ کا شوہر کے ذمہ مہر ونفقہ

۱۵۔زوجہ پر شوہر کیلئے اطاعت وفرمانبرداری۔

۱۶۔اولاد جب تک نابالغ قاصروعاجز ہے اس کی کفالت۔

۱۷۔والدین کی بڑھاپے میں کفالت داری

۱۸۔معاشرے میں ہونے والی منکرات اور برائیوں کی روک تھام

۱۹۔ پانچ وقت کی نماز

۲۰۔رمضان کے روزے

۲۱۔حج بیت اللہ

ان میں سے کونسے احکام تغیر پذیر ہیں ان میں سے کوئی بھی تغیر پذیر نہیں ہے۔

یہ احکام اپنی جگہ تین میدانوں میں چلتے ہیں انسان کا اپنے رب سے رابطہ اس میں اطاعت وبندگی آتی ہے اس اطاعت کے صلے میں عوائد وفوائد مادی ملحوظ خاطر نہیں رکھے گئے ہیں اگر آپ عبادت کو کھولیں گے عبادت رسمی نہیں ہے ایک ہی عبادت میں بندے کے اللہ سے رشتے کی بات نہیں، جس طرح ادیان وضعی وتحریفی والوں کی عبادات میں نظر آتا ہے بلکہ بندے کا پورا وجود ہر حالت میں اللہ سے باندھا جاتا ہے بتاتے ہیں کہ امور زندگی سے لے کر حیات اخروی تک روابط اجتماعی ہیں سورہ حمد ملاحظہ کریں یہ اذکار لقلقہ لسانی وورد نہیں، نماز کے اوقات میں تلاوت کرتے ہیں نماز فحشاء برائیوں سے روکتی ہے تو یہ آیات تنہا احکام نہیں ایسا نہیں کہ صرف نماز پڑھو روزہ رکھوان عبادات کی حکمت بھی بیان ہوئی ہے۔

صرف اس کی عبادت کرو جو نفع ونقصان کا مالک ہو۔نفع ونقصان کا مالک کیسے ہوتا ہے کہ وہ جب انسان کو نقصان پہنچاتا ہے تو کوئی روک نہیں سکتا ہے اگر نفع پہنچائے تو کوئی نفع نہیں روک سکتا ہے سورہ فاطر کی ابتداء کی آیت اسکا تجزیہ کریں کہ کون نفع ونقصان کا مالک ہے ہمارے ہاں بہت سی چیزیں ہیں جن سے وہ متوسل ہوتا ہے وہ خود اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے نفع ونقصان کا مالک وہ ہے جو اس کا خالق ہے۔جو اس کی جان کا مالک ہوتا ہے حتیٰ جو پوری کائنات کا مالک ہوتا ہے۔

جن سے وہ متوسل ہوتے ہیں وہ خود اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوتے ہیں فقہاء اس کو بیان نہیں کرتے لہٰذا عبادت میں زیادہ احکام بیان ہونے کے باوجود یہ اپنا اثر نہیں دکھاتی ہے جیسا کہ نماز کے بارے میں آیا ہے نماز

برائیوں سے روکتی ہے، روکتی نہیں چونکہ فقہاء نے احکام نماز کو اس کے مصادر اصلی سے خارج کیا ہے۔

۲۔انسان کا طبیعت سے رشتہ:۔ دنیا میں انسانوں میں جاری جنگ جاری نزاع و اختلافات و مقدمات سب کا سرچشمہ و برگشت اس طبیعت پر قبضہ ہے اس قرآن کریم میں ہے کہ عبادت اس ذات کے لئے مخصوص ہے جو مالک کون و مکان، جسم و نفس و روح ہے انسان سوچیں کہ جوان کا مالک ہے اس نے انسان کو اس طبیعت سے استفادہ کرنے اور اس پر قابض ہونے کے لئے کتنا حق دیا ہے یہاں چند آیات نہیں زیادہ آیات ہیں اس کا مالک اللہ سبحانہ ہے اس نے آپ کو حق استفادہ دیا ہے اس کائنات کو تمہارے لئے مسخر کیا ہے یہ زمین کسی کی ملکیت نہیں آج کتنی زمینوں پہ لوگوں نے ملکیت جمائی ہوئی ہے شیعہ نشین علاقوں میں جیسے بلتستان و گلگت نگر میں کسی سنی کو آباد ہونے کی اجازت نہیں سنی نشین علاقوں میں شیعہ آباد ہونے کی اجازت نہیں جہاں سے فقہ اسلامی صادر کرتے ہیں وہ سعودی عرب اور ایران ہیں جو وسعت زمین اور مال و دولت کے ذخائر سے مالا مال ہیں ان دونوں کے امراء و رؤسا نے یہاں سے حاصل کئے گئے عربوں کھربوں روپے دیار کفر والوں کے استفادہ کے لئے وہاں رکھتے ہیں زرخیز علاقہ والوں نے اپنے علاوہ دیگر مسلمانوں پر آبادکاری پر پابندی لگائی ہوئی ہے مسلمان دین و ایمان پس پشت ڈال کر گھر بار فروخت کر کے ذلت و عار کی زندگی گزارنے کے لئے دیار کفر کو آباد کرنے کیلئے جارہے ہیں لشکر کفر میں اضافہ کرنے جارہے ہیں ان کی طاقت بڑھانے جارہے ہیں وہاں سے پلٹ کر وہاں سے یہاں آکر بات کرنے ہمارے ملک میں فساد کرنے کیلئے اور ہمارے خلاف جلوس نکالنے کے لئے آتے ہیں کسی فقیہ کو ان کے سربراہوں کو ان کے مفتیوں کو ان کے مومنون کو ان کے قاضیوں کو اس کا احساس نہیں کہ یہ بنجر زمین ان کے کس کام آئے گی یہ کون سی اسلامی فقہ ہے ہاں یہ فقہ قرآن نہیں فقہ سنت نہیں بلکہ یہ فقہ حدیث ہے فقہ فقیہ ہے علاقے والے اپنے پہاڑ پر قبضہ کرتے ہیں دریا والے اپنے دریا پر قبضہ کرتے ہیں یہ کونسی فقہ ہے نہیں بیان کرتے ہیں، کیوں نہیں بیان کرتے۔

۳۔انسان کا انسان سے تعلق ہے اس بارے میں احکامات ہیں یہ احکامات میاں بیوی اولاد اور والدین سے شروع ہوتے ہیں یہ احکامات ہر قسم کے حسن وسلوک سے مشروط ہیں کہ زوجہ ناشزہ نہ ہو اگر شوہر کی حق میں باغیہ ناشرہ ہو تو قرآن میں مارنے، اپنے سے الگ کرنے، دور کرنے اور نفرت کرنے کا حکم ہے آپ کے ملک کے سربراہ آپ کے عوام سے خطاب کرتے ہیں یہ کہاں لکھا ہے کہ بیوی کو مار کے نکالو، اولاد سے حسن سلوک اس کی زندگی کا بندوبست اس کی حد بلوغ اور کام کرنے کے وقت تک ہے اس کے بعد سے یہ واجب ساقط ہو جاتا ہے جبکہ معاشرے میں نافرمانی، نا اہل ناشناسی اور باغی و طاغی اولاد کی والدین سے بدسلوکی عام ہے حسن سلوک ناپید رکھنے والی اولاد والدین کی ضعف و ناتوانی و بے بسی کے دور میں ان کو گھر سے نکال کر دارالامان پہنچاتی ہے یہ فقہ نہ قرآن پر مبنی ہے نہ سنت رسولؐ پر مبنی ہے۔ یہ خودساختہ اصول فقہ صوفیوں کے قال و قیل پر مبنی ہے اس کا مصدر لبرل ازم ہے۔

۴۔انسان کا اپنے ہم نوع انسان سے دوسرے درجے پر صلہ ارحام ہے یہ حقوق قرآن کریم میں ایسے نظریات ناقابل تسخیر اور تبدیلی وترمیم سے پاک اصولوں پر استوار کئے ہوئے ہیں جو کسی بھی کاوش سے انکار ناپذیر ہیں ان میں بعض تعلقات اپنی جگہ اقسام وانواع رکھتے ہیں۔

۵۔انسان کا اپنی اولاد صغیر سے تعلق:۔اللہ نے اولاد صغیر کی حفاظت وکفالت کو باپ پر رکھا ہے اس کو تنہا قانون کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا ہے بلکہ قانون سے پہلے اس کو فطرت میں سمو رکھا ہے انسان کا اولاد سے رابطہ فطرت وقانون دونوں کے ساتھ رکھا ہے اگر فطرت قساوت اختیار کرے تو قانون اس کو گرفت کرے لیکن یہ تعلق حد بلوغ تک ہے بلوغ کے بعد اس کا رشتہ قانون کے لحاظ سے مشروط ہوتا ہے۔وہ دین ودیانت اطاعت والدین میں ہونے کی صورت میں رشتہ ہوتا ہے اگر دین ودیانت سے نکل گئے تو ایک دوسرے پر عائد واجبات ساقط ہو جائیں گے الگ ہو جائیں تو یہ رشتہ خود بخود ٹوٹ جاتا ہے عالم غرب کی انہدام خاندانی کا دوسرا منصوبہ اولادوں کو باپ سے آزاد کرنا ہے سیکولروں نے مغرب کی ایماء پر اپنے اقتدار کی قیمت میں جو حملہ امت مسلمہ پر کیا ہے یہ دوسرا حملہ ہے کہ اولاد کو والدین سے چھینا جائے۔اس لئے ان کو تحفظ فراہم کرتے ہیں ان کی خاطر باپ کو مجرم قرار دیتے ہیں قرآن وسنت میں بہت سی آیات اور روایات میں اولاد ووالدین کے تعلق کے بارے آیا ہے۔

لیکن یہ بات بھی وضاحت کرنے کی ضرورت ہے مغرب کے آنے سے پہلے اہل باطنیہ نے مسلمان نسل کو بے دینی پر گامزن کرنے کے لئے احادیث جعل کی ہیں اولاد کے حق میں یہ احادیث اپنی جگہ خودساختہ اور جعلی ہیں مسلمانوں کو چاہیے روشن ضمیر وروشن خیال والوں کو چاہیے کہ اپنے خاندانی نظام کو منہدم وبرباد کرنے کی مذموم کاوشوں کو چھوڑیں۔

یہ تعلقات فطرت سلیم پر قائم ہیں جیسے والدین کا اولاد کے ساتھ یہ تعلق یہ رشتہ اللہ نے سرشت انسانی میں جنم دیا ہوا ہے جو کسی طاقت کے لئے انفکاک ممکن نہیں اگر کوئی انسان عزیز سے عزیز بھی کہے کہ اپنی اولاد کے ساتھ تمہارے یہ تعلقات درست نہیں تو وہ یہ نہیں مانیں گے تھپڑ ماریں برا بھلا کہیں تب بھی وہ خوش ہو جاتا ہے یہ ختم نہیں ہوتے ہیں اس میں انسان مسلمان کافر مومن ومنافق وبے دین سب یکساں ہیں لیکن شریعت قرآن نے ان تعلقات کو افراط وتفریط سے روکا ہے لیکن بشریت نے اس کو توازن میں رکھنے کا حکم دیا ہے متنبہ کیا ہے کہ یہ اولاد تمہارا ای دشمن بھی ہوسکتی ہے بچے کی نادانی اور والدین کی عشق ومحبت میں افراط سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مغرب نے اولادوں کو ان سے الگ کیا ہے۔

۶۔تعلقات شرعی قراردادی ہیں یہ تعلقات ایک قرارداد کے ذریعے انجام پاتے ہیں اس قراداد کو اللہ نے اپنی کتاب میں پیمان گاڑھا کہا ہے یہ آسانی سے ٹوٹ نہیں سکتا ہے یہاں عہد وپیمان ہے باپ نے اپنی بیٹی کو شوہر کے سپرد کیا ہے بیٹی نے انتہائی خوشی ومسرت سے اس کو قبول کیا ہے اب باپ سے زیادہ اس لڑکی پر شوہر کی حکمرانی ہوگی وہ جہاں سے استفادہ کرنا چاہے کرسکتا ہے اس کے بالمقابل میں شوہر پر اس کی زندگی وبودوباش کی تمام ضروریات کا بوجھ

ڈالا ہے یہ اطاعت یہ تسلیم مفتگی نہیں بلاعوض نہیں اگر شوہر نے اسمیں کوتاہی کی تو عورت عدالت جاسکتی ہے احتجاج کرسکتی ہے اپنے سے استفادے کو روک سکتی ہے اگر عورت ناشزہ ہوجائے نافرمان ہوجائے تو شوہر اپنی طرف سے دینے والے حقوق روک سکتا ہے عورت کو تنبیہ وتعزیر کرسکتے ہیں اس کو اس استعماری دور میں احوال شخصی کہا ہے جب سے مسلمان ملک میں کافروں کی آمد شروع ہوئی انہوں نے مسلمانوں کو ورغلانا شروع کیا ہے گمراہ کرنا شروع کیا سب سے پہلے اپنا قانون لاگو کرنا چاہا تو انھوں نے یہاں سے آغاز کیا ہے میاں بیوی کا رابطہ توڑ کر عورت کو شوہر سے آزاد کیا ہے اس کے دل میں نفرت و بیزاری بونے کی تمہید باندھی بغیر استفادہ و بغیر اطاعت عورت کو مرد کے گلہ کا پھندا بنایا ہے معاشرہ اسلامی میں رشتہ وتعلقات کا آغاز میاں بیوی سے ہوتا ہے اگر یہ نظام درہم برہم ہو تو اس کا اثر دیر تک جائے گا یہاں سے بہت سے مفاسد نکلیں گے قانون ارث معطل ہوگا زواج ونکاح کا تصور ملغی ہوگا نسل حلال کا تصور ختم ہوگا اس اہمیت کی خاطر قرآن کریم میں باب حقوق میں انسان کے تعلقات کے بارے سب سے زیادہ آیات اتری ہیں اللہ علیم و قدیر پہلے سے جانتا تھا دنیائے کفر اس قلعہ پر حملہ کرنے والا ہے دنیائے اسلام میں سب سے پہلے اس قلعہ پر حملہ مصر اور پاکستان میں ہوا پاکستان میں اس کی نمائندگی وزیر اعظم لیاقت علی خان کی بیوی کو دی اس کے بعد محمد علی جناح کی بہن کو دی اس کے بعد سے یک بعد دیگر اس رشتے کو توڑنے، عورت کو متاع بازار بنانے معاشرہ اسلامی میں فساد پھیلانے کیلئے استعمال کرنا شروع کیا۔

قرآن میں مفسدین کی تعریف میں آیا ہے کہ یہ لوگ حرث ونسل کو تباہ کرنے والے ہیں جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۲۰۵ میں آیا ہے سورہ بقرہ آیت ۲۲۳ میں آیا ہے عورت حرث گاہ ہے بین الاقوامی نمائندے اسے تباہ کرنے کے لئے آئے ہیں انھوں نے میاں بیوی کو الگ نہیں کیا ہے بلکہ بیٹی کو باپ سے چھینا ہے گویا ایوانوں میں موجود عورت کی اسلام کے خلاف عورت کی بربادی کے لئے بل پاس کرنے والے اس آیت کریمہ کا مصداق ہیں کہ وہ ہر حرث ونسل تباہ کرنے والے ہیں ہمارے ملک میں بعض کالم نگار خاص کر خورشید ندیم نے اس کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے قرآن کریم میں نہیں آیا ہے کہ زنا مت کرو قرآن میں آیا ہے کہ زنا کے قریب مت جاؤ ان لوگوں نے مردوں سے عورت کو چھین کر بازار میں متاع فحشا بنایا ہوا ہے اس جرم کے لئے وہ تحفظ دینے پر تلے ہوئے ہیں کہتے ہیں بازار میں جانا کونسا جرم ہے نوکری کرنا کونسا جرم ہے نیت صاف ہونی چاہیے یہ باتیں قرآن کریم کی ان آیات کے خلاف ہیں سورہ انعام آیت ۱۵۱ سورہ اسراء آیت ۳۲ نور آیت ۳۱۔۳۰ سورہ نور حجاب کے بارے میں آیت ۳۱ حجاب کے بارے میں سورہ احزاب آیت ۵۹۔

۱۔انسان کے انسان سے تعلقات میں توازن اس وقت قائم ہوسکتا ہے جب انسان کے تعلقات طبیعت کے توازن میں ہوں ایسا نہ ہو کہ انسان طبیعت کے وسیع رقبے پر بغیر کسی استحقاق قبضہ کریں جب انسان کے تعلقات طبیعت کے ساتھ غیر متوازن ہونگے تو اس وقت اس کے غیر متوازن تعلقات کا اثر دوسرے انسان سے تعلقات پر پڑے گا۔

۲۔شریعت اسلام نے دوسرے انسان کے انسانوں سے تعلقات وسلوک میں صلہ ارحام رکھا ہے اس کے لئے احکامات رکھے ہیں قانون وراثت لاگو کیا ہے قانون نکاح کولاگو کیا ہے اس سلسلہ میں قرآن کریم میں آیات آئی ہیں البتہ یہ جان لیں کہ یہ تعلقات صلہ ارحام کافر سے نہیں بلکہ صلہ ارحام مسلمان سے ہیں دین اسلام سے نکلنے کے بعد صلہ رحمی نہیں رہتی ہے احکام ارحام لاگو نہیں رہتے چنانچہ نبی کریمؐ نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچنے کے بعد مہاجرین وانصار میں جہاں قانون وراثت کو ایمان کی بنیاد پر رکھا ہے لہٰذا اگر کسی کا وارث مشرک ہو تو وہ وارث نہیں بنے گا بلکہ مسلمان بھائی اس کا وارث بنے گا اس کے علاوہ انسان مسلمان کو چاہیئے کہ وہ قدرت منداور صاحبان حیثیت مسلمانوں کی نسبت ضعیف ونادار اور معذور مسلمانوں سے تعلقات پر زیادہ توجہ دیں۔

۳۔تیسرا انسان مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ تعلقات میں معاملات لین دین خرید وفروخت اجارہ مضاربہ مساقات ومزارعہ مالی تبادل آتا ہے یہ بھی زرین اصولوں پر استوار ہے ان کے بارے میں آیات ہیں

۴۔چوتھا انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ تعلقات میں حاکم ومحکوم رئیس ومرؤس راعی ورعیت آتے ہیں یہاں بھی حقوق متبادل ہیں اگر کوئی حق ادا کرنے سے کوتاہی برتے تو دوسرے سے حق ساقط ہوگا۔

۵۔ایک انسان کے دوسرے انسان کے ساتھ تعلقات خصوماتی ہیں ایک نے دوسرے کو ضرر پہنچایا ہے حق چھینا ہے ضربت لگائی ہے اس سے تعلقات کے بارے میں آیات ہیں۔

۶۔ایک مسلمان کو غیر مسلموں کے ساتھ کیسے تعلقات رکھنے ہوں گے مسلمانوں کا غیر مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کے بارے میں بھی آیات موجود ہیں۔

اسلام مخالف افراد کا کہنا ہے کہ مصدر دین وآئین قانون بشر ہے دین ساخت انسان ہے ساخت دین وآئین کو انسان سے منسوب کرنے کے بعد یہ گروہ تشطط وافتراق واختلاف نظریات کا شکار ہوئے بشر نے دین وآئین کا آغاز وافتراق کب سے اور کیسے کیا کس نے شروع کیا اس سلسلے میں مختلف نظریات پیش ہوئے۔قوانین وضعی سے مسلمان ملکوں کو مجددین نے کیا دیا ہے اس کو سامنے لایا جائے تو ان نکات میں خلاصہ ہوتا ہے:

الف۔ملک کو غیروں کا مقروض بناؤ قرض سے مجددین کی عیش بناؤ۔

ب۔نظام خانوادگی میں بگاڑ پیدا کرو عورتوں کو شوہروں کا باغی بناؤ۔

ج۔چودہ پندرہ سال کی پرورده اولاد والدین سے عاق کرواؤ۔

د۔ملک کو احزاب گھر بناؤ امت میں قوم کا تصور پیدا کرو۔

ر۔تولید نسلی حلال کی روک تھام کرو نسل حرام پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی کرو۔

س۔ملک کا اقتدار خائنین ومجرمین کے حوالہ کردو۔

۱۔ یہ دین طریقہ تطور تدریج سعی وتجربات سے وجود میں آیا ہے سب سے پہلے دین خرافات وبت پرستی سے شروع ہوتے ہوئے تکامل کی طرف بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ نوبت الہ واحد تک پہنچ گئی اس فکر کا آغاز ڈارون سے شروع ہو تے ہوئے یکے بعد دیگر اس میں ترمیم وتغیر اضافہ کیا ان میں (منھجیہ فی دراستہ الادیان الوضعیہ) سبنسر تیلور فریز ردو کا ہم وغیرہ آتے ہیں۔

۲۔ نظریہ عقد اجتماع اس فکر کی بانی وبرگشت ان تین مغربی فلاسفہ کو دیتے ہیں۔

۱۔ھوبز

۲۔روسو

۳۔لوک

الحادیوں کی رجعت گرائی انقلاب صنعت فرانس یورپ کے مبتدعین ومخترعین وملحدین نے دین کو یکسرہ طور پر مسترد کر کے بے بنیاد خرافات واساطیر کہانی کہہ کر اس کو زندان کلیسا میں حبس ابد کرنے کا حکم صادر کیا اس کے کچھ عرصے کے بعد وہ مرض نفس کا شکار ہوئے اتنی مخارقات کو قومیات سے مرکب شہریوں اور ان کی سلطنتوں کو کس ستون سے باندھا جائے سابق زمانے میں کلیسا اپنے ظلم وجنایت وجہالت کی وجہ سے استبداد کے آخری نکتے پر پہنچ چکا تھا لیکن پورے یورپ مشرق ومغرب، شمال وجنوب کو کلیسا دین کے نام سے متحد رکھے ہوئے تھے اب دین کو طلاق دینے کے بعد دین سے انکار کرنے کے بعد ان لوگوں کو کیسے مرکز واحد دین واحد پر جمع رکھے ہوئے تھے اس سلسلہ میں عبداللہ دراس مفکر اسلامی مصری نے اپنی کتاب الدین کے صفحہ ۸۷ پر لکھتے ہیں انیسویں صدی آ پہنچی اور اس الحادی نظام حرجی کے مقابل میں ایک نظریہ جدید ابتکار کیا گیا اس نظریے کا تعارف اس سے کیا ٹھیک ہے دین اگر چہ پرانا ہے لیکن ضروری ہے لیکن یہ ثابت ودائم وجاوید نہیں ہوسکتا ہے دین میں تغیر وتبدیلی ضروری وناگزیر ہے یہاں سے انھوں نے اس میں تغیر وترمیم کے ساتھ اس کو نئی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی اس کا سہرا فرانس کے فیلسوف اوگست کانٹ کو جاتا ہے اوگست کانٹ نے کہا ہے کہ بشر ادوار سے گزرے ہیں:

۱۔دور فلسفہ دینی

۲۔فلسفہ تجریدی فلسفہ واقعی یہ آخری دور بشر ہے۔

دوسرا قوانین وضعی ہیں جو انسان مجہول وعجول ومنوع مشرور ذات پرست وخاندان واقرباء وشہوت پرست رشوت خور ومفاد پرست اور بعض اوقات حقد وکینہ وعداوت دیرینہ کے حامل انسانوں نے بنائے ہیں ان قوانین میں کہاں ضعیف ونادان ومظلوم ومقہور وبے سہارا انسانوں کا خیال رکھا ہے خاص کر ایسے دور میں جہاں کرسی اقتدار کو اربوں کھربوں میں خریدا ہو جہاں پسماندہ علاقے سے منتخب ہونے والے لوگ ایک ووٹ تین کروڑ میں بیچتے ہوں۔

لہٰذا وہ دنیوی لحاظ سے ایک منظّم قانون ہے لیکن خیانت وسرقت نہیں روک سکتا ہے جن لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یورپ میں قانون پر عمل ہوتا ہے اور وہ اس سلسلے میں لندن وامریکہ کی مثال دیتے ہیں وہ یا تو نادان ہیں یا جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ ان دونوں ممالک میں بھی خیانت کا روسرقت کار وچور نکلے ہیں؟

اس لئے کہ قانون کے نفاذ کے لئے الزام داخلی نہیں ہے الزام مخفی نہیں لیکن اسلامی قانون میں الزام خفی ہے الزام داخلی ہے خیانت وسرقت کا اگر لوگوں کو پتہ نہ چلے تو اللہ کو تو یقیناً پتہ ہوتا ہے احکام کو لاگو کرنے کی ضمانت وہ اعتقادات واحکام اخلاقیات ہیں جن پر ہمارے فقہاء منہ نہیں کھولتے ہیں گویا یہ فقہ اس چیز کی مثال ہے دیگچہ تین پتھروں کے اوپر رکھتے ہیں اللہ نے اپنی شریعت کو تین ملکوں پر قائم کیا ہے جس میں سے صرف ایک پر چڑھانا نظام کو درہم برہم کرنے کا باعث ہوگا لہٰذا فقہ کی جائے پرورش ونشو ونما کا جو مصدر وماخذ بتایا ہے وہ اپنی جگہ جعلی اور خود ساختہ ہے۔

قرآن کریم کا تیسرا میدان عملی زندگی ہے یعنی وہ افعال واعمال واقوال جو انسان سے صادر ہوتے ہیں اس کے احکام ہیں۔

۱۔مسلک متکلمین

۲۔مسلک حنفی

مسلک متکلمین یہ برہان سے استدلال کرتے تھے وہ مذاہب کے مخالف وموافق کو نہیں دیکھتے تھے تو یہ لوگ بہت سے مذاہب میں بٹ گئے یعنی معتزلہ حنفیہ ومالکیہ، اصول فقہ میں لکھی گئی دوسری کتاب مستصفیٰ ہے جو ابھی حامد غزالی نے لکھی ہے۔

۲۔ایک کتاب الاحکام فی الاصول الاحکام ہے جو ابوالحسن ابو حامد شافعی

۳۔کتاب منہاج الاصول الی علم الاصول مولف قاضی عمر عبداللہ بیضاوی ہے حنفیوں کی اس موضوع پر لکھی گئی کتاب ابوزید دبوسی ہے فخر اسلام بزودی ہے عبداللہ بن احمد معروف حامد دین نصیفی ہے مالکیوں کی کتاب ابراہیم بن موسیٰ شاطبی نے لکھی ہے

موافقات کے نام سے تکامل علم اصول ادوار تاریخ ص ۲۲۰ محمد بن ابراہیم جناتی لکھتے ہیں دیگر علوم وفنون کی طرح علم اصول نے بھی ترقی وتمدن میں تدریج کے مراحل طے کئے ہیں یہ جو اس وقت علم اصول اپنی وسعت میں نظر آتا ہے وہ پہلے نہیں تھا بعد کے علماء بزرگان نے ابتکار کیا ہے محمد ابراہیم جناتی کا یہ بھی کہنا ہے اس تکامل وترقی میں علماء اہل سنت کو سبقت حاصل ہے کیونکہ وہ قطع نصوص کو نبی کریمؐ کی وفات سے شروع کرتے تھے لہٰذا وہ اس وقت سے میدان اجتہاد میں کود پڑے تھے جبکہ شیعہ ائمہ کی وجہ سے نصوص سے منقطع نہیں ہوئے تھے نصوص شرعیہ کا سلسلہ باقی تھا ہم یہاں پر علم اصول میں بحث کرنے اور ان کی کتب سے استفادہ کرنے والی بعض برجستہ شخصیات کا نام پیش کرتے ہیں۔

۱۔سب سے پہلے اس میدان میں اترنے والے محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ ہیں۔

۲۔ابن خلقان کا کہنا ہے علم اصول میں پہلی کتاب لکھنے والے ابو یوسف اوران کے شاگرد محمد بن حسن شیبانی ہیں۔

۳۔ابوذرزید دبوسی متوفی ۴۰۳ھ۔

۴۔علی بن احمد بزودی متوفی ۴۸۲ھ صاحب کتاب اصول تھے۔

۵۔عبیداللہ بن مسعود متوفی ۷۴۷ھ انھوں نے تنصیص الاصول فقایہ فی مختصر وقایہ لکھی ہے۔

۶۔محمد بن عبدالوہاب معروف بن ابن ہمام متوفی ۶۸۱ھ تحرر فی اصول فقہ۔

۷۔محبّ اللہ بن عبدالشکور بہاری متوفی ۱۱۱۹ھ۔

۸۔عثمان بن حاجب متوفی ۶۴۶ھ صاحب کتاب مشخص اصول۔

۹۔عثمان بن عمر بن ابوبکر کروجی متوفی ۵۷۰ھ یا ۶۳۶ھ۔

۱۰۔محمد شریف حسنی تلمسائی متوفی ۷۷۱ھ صاحب کتاب المفتاح دراصول الفقہ۔

۱۱۔ابراہیم شناطی قریطی متوفی ۷۹۰ھ صاحب کتاب الموافقات فی اصول شرعیہ وکتاب اعتصام۔

۱۲۔شہاب الدین ابوعباس قراضی متوفی ۶۸۴ھ مولف کتاب الفروق۔

۱۳۔استاد ابوحامد محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ مؤلف کتاب المستصفی فی الاصول۔

۱۴۔سیدالدین عاملی متوفی ۱۳۴ھ مؤلف الاحکام فی احکام۔

۱۵۔عبداللہ بن عمر بیضاوی مؤلف کتاب منہاج الاصول فی علم الاصول۔

۱۶۔عبدالوہاب معروف بہ سکنی متوفی ۷۷۱ھ مولف جمع الجوامع۔

ب: نابع اصل وہ منافع مقصود بالاصالہ جوانسان حواس خمسہ کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔

۱۔مفروضات ذائقہ والی اشیاء کھانے پینے کی چیزیں ہیں کھانے پینے کی چیزیں کبھی سبزی ہے کبھی حیوان ہے حیوان کھانا ممکن نہیں ہے مگر ذبح کے بعد ذبح کے لئے اللہ نے شرائط لگائی ہیں یہاں سے احکام فقہ میں دوذبائح ہیں۔

۲۔ملموسات ہیں اس میں باب نکاح آتا ہے باب رضاع آتا ہے لوازم نکاح مہر نفقہ مسکن قسم نشوز یا نکاح ٹوٹنے والی چیزیں ہیں اس میں کتاب طلاق خلع ظہار لعان وغیرہ آتا ہے بعض احکام متعلق ملموسات ہیں اس میں لباس آتا ہے کونسا لباس پہننا ہے کونسا نہیں جیسے سونے چاندی کے برتن۔

۳۔مبصرات ہے دیکھنے کی چیزیں ہیں کس چیز کو دیکھنا جائز ہے کس چیز کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

۴۔سننے والی باتیں ہیں آیا یہ سننا جائز ہے یا نہیں؟

۵۔سونگھنے والی چیز اس میں فقہاء کے لئے کوئی مسئلہ نہیں وہ منافع جو طبعی مال کے بارے میں ہے اس پر تین زاویے سے بات ہے بعض مفید ملک ہے انسان کو ملکیت دیتا ہے جیسے بیع اعیان یا بیع منافع ہے بیع عین یہ عین ہے بیع نقد بیع نسیہ ادھار خریدنا ہے کوئی چیز ادھار خریدے یا قیمت بھی ادھار اور ثمن بھی ادھار اس بیع کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے منفعت بیچنا ہے اس میں اجارہ حجالہ اور عقد مضاربہ آتا ہے ملک جو انسان کے لئے ملکیت بناتی ہے ارث ہے ھبہ ہے وصیت ہے احیائے اموات ہے لقطہ ہے فئے ہے غنائم ہیں زکوٰۃ ہے اسباب ملک حد سے زیادہ ہیں وہ چیز جو غیر ملک کو بھی حق تصرف رکھتی ہے وہ ہے وکالت وصیت۔

بعض چیز مالک اپنی ملکیت میں بھی تصرف نہیں کر سکتے ہیں جیسے رھن تفلیس اجارہ یہ وہ منافع ہیں جو جلب منافع میں آتا ہے وہ تکالیف جو دفع ضرر میں آتی ہیں دفع ضرر میں آنے والی تکالیف میں پانچ چیزیں آتی ہیں:

۱۔نفس میں ضرر ہے۔

۲۔مال میں ضرر ہے۔

۳۔دین میں ضرر ہے۔

۴۔نسب میں ضرر ہے۔

۵۔عقل میں ضرر ہے یا نفس میں ضرر ہے اس میں قصاص آتا ہے دیہ کفارات آتا ہے یا نفس میں ضرر آتا ہے جیسے ہاتھ کاٹنا ہے اس میں قصاص ہے وہ ضرر جو مال میں ہے یہ ضرر کھلا اعلانیہ ہے نقصان دیتا ہے جیسے غصب سرقت یا دین میں ضرر پیدا کرتے ہیں جیسے کفر و بدعت کفر میں مرتد داخل ہے ضرر نسب میں حاصل ہے اس ضرر سے بچنے زنا و لواط پر سزا ہے ان دونوں کے بارے میں جو حکم ہے قذف ہے لعان ہے بعض حقوق ازخود نہیں لے سکتے ہیں بعض ضرر دفع نہیں کر سکتے تو اس لئے اللہ نے ضعیفوں کی منفعت اور دفع ضرر دو طرف ہے ایک مدعی ہے دوسرا مدعیٰ علیہ ہے چونکہ ہر شخص کی بات بغیر دلیل قابل قبول نہیں یہاں سے بحث شہادت آتی ہے یہ تمام احکام یا قرآن میں ہیں یا رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہتے ہیں قرآن میں مجمل ہے یہ بات مردود ہے کہ قرآن میں تمام احکام مجمل ہیں سورہ انعام آیت ۱۱۹ میں آیا ہے جو چیز تم نے حرام قرار دی ہے اس کی ہم نے تفصیل بیان کر دی ہے سورہ ہود آیت ۱ میں آیا ہے انعام آیت ۹۷ میں آیا ہے تفسیر بیان کی ہے سورہ انعام آیت ۹۸ آیت ۱۲۶ سورہ اعراف آیت ۵۲ میں بھی آیا ہے سورہ اسراء آیت ۱۲ میں بھی آیا ہے۔

قانون اور شریعت:

۱۔ہماری سابقہ تعریفات کے تحت شریعت اللہ سے مخصوص ہے قانون بشری ساخت کے قانون کو کہتے ہیں قانون کے دو مرحلہ ہیں:

الف: قانون دائمی

ب: قانون جدید

دونوں قانون اس نکتے پر متحد ہیں دونوں کا بنانے والا بشر ہے لہٰذا ہم قانون کو کلی طور پر شریعت سے موازنہ کرتے ہیں قانون وضع کرنے والے قانون وضع کرتے ہیں لیکن اس وقت وہ خود انسان کی حقیقت کو اور داخلی محرکات کو نظر میں نہیں رکھتے ہیں قانون وضع کرنے والوں نے ہمیشہ انسانی جذبات اور خواہشات کا احترام کرنے کی اور اس کو تحفظ دینے کی بات کی ہے بطور مثال سب سے پہلا قانون جس پر بعد کے قوانین کی عمارت قائم کی گئی ہے وہ آزادی بشر کا قانون ہے بشر فطری اور جبلی طور پر آزاد ہے لہٰذا ہم اس آزادی کو دبانے اور کچلنے سے بچائیں گے اس آزادی کو تحفظ دیں گے یہ فکر کہ آپ انسان کی آزادی کو تحفظ دیں گے سوال پیدا کرتی ہے کہ آپ اس کو تحفظ کہاں سے دیں گے؟ آپ تحفظ قانون کے ذریعے دیں گے ایسے قوانین بنائیں گے جو انسان کی آزادی پر آنچ نہ آنے دیں تو آپ سے سوال ہوگا آپ یہ قانون کس منطق کے تحت بناتے ہیں کس نے کہا کہ آپ یہ قانون بنائیں یقیناً آپ ایسے قوانین بنا رہے ہیں کہ جن کی کوئی سند یا جواز نہیں بنتا آپ کو یہ اختیار کہاں سے ملا ہے کہ آپ چند بشر بیٹھ کر دیگر بے شمار لوگوں کے لیے قانون بناتے جائیں قانون بذات خود ضد آزادی ہے آپ نے قانون کو تحفظ نہیں دیا ہے آپ نے قانون کو ابھارا ہے اس کے ذریعے مزید اشتعال انگیری پیدا کی ہے اس وجہ سے مغرب میں یا جہاں آزادی کو تحفظ ہے وہاں تمام اقسام بہیمت، حیوانات کی صفات اور انسان کو کچلنے کے مواقع پیدا کیے ہیں اس قانون نے آزادی کو تحفظ دیا ہے لیکن تمام انسانوں کی آزادی کو تحفظ نہیں دیا ہے طاقتوروں، مالی طور پر طاقتوروں، اجتماعی طور پر طاقتوروں اور سیاسی طور پر طاقتوروں کو تحفظ دیا ہے ان کی آزادی کو تحفظ دیا ہے لہٰذا اس قانون نے امیروں اور سیاستدانوں کو تحفظ دے کر غریبوں کو کچل دیا ہے۔ افغانستان اور عراق کو برباد کرنے اور وہاں قتل عام کرنے کے لیے پورے یورپ کے طاقتور وقدرتمند ممالک متحد ہوئے ہیں تاکہ غریب ملکوں کا استحصال کریں اور امیر ملکوں کو تحفظ دیں یہاں سے انہوں نے دین ودیانت کو بھی کچل دیا ہے اللہ سے بھی جنگ لڑی ہے انھوں نے اللہ کو آزادی کے خلاف سمجھا ہے جس طرح آپ کہتے ہیں دین طاقتور سیاست دانوں نے اپنی طاقت کے تحفظ کی خاطر گڑھا ہے اس طرح آزادی کے تحفظ کے لئے بنائے گئے قوانین سرمایہ داروں نے بنائے ہیں انسانی آزادی جس طرح سب کہتے ہیں اسکی جبلت وفطرت میں ہے یہ پہاڑ سے آنے والے سیلاب جیسی ہے سیلاب کو آنے کیلئے تحفظ نہیں دیا جاتا ہے سیلاب کو روکا جاتا ہے آزادی بذات خود ایک سیلاب ہے اس کے اثرات بربادی اور ویرانی ہیں اس کیلئے تحفظ نہیں چاہیے اس کے لئے کنٹرول چاہیے تھا سیلاب کے لئے راستہ نہیں بناتے سیلاب کے لئے بند بناتے ہیں تو اس قانون کو بذات خود انسانوں کی ضد ہونے اور غیر فطری ہونے کی وجہ سے اہل دیانت سے پہلے ملحدین نے مسترد کیا ہے اس کی ضد میں کمیونسٹ آئے ہیں کمیونیزم درحقیقت ضد دین میں وجود میں نہیں آیا ہے۔

کمیونیزم سرمایہ داروں کی ضد میں آیا ہے چونکہ آزادی بے مہار آئی ہے اس لیے وہ دین کے خلاف ہوگئے ہیں کہ دین کی بات کرنے والوں نے اس بے مہار آزادی کو تحفظ دیا ہے بہر حال اہل دین کی منطق ہو یا آزادی خواہوں کی منطق ہو آزادی کو بے مہار چھوڑنا نقصان دہ ہے آزادی کو محدود کرنے کی ضرورت ہے: ''جانجوک روسو'' جس نے عقد اجتماعی کے نام سے جو قانون بنایا ہے وہ آزادی کو تحفظ دینے کے لئے نہیں بنایا ہے وہ آزادی کو محدود کرنے کے لئے بنایا ہے آزادی محدود کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آزادی تمام انسانوں کو ملے آزادی کو تحفظ دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آزادی محض چند افراد ہی کو نہ دیں یہاں سے واضح ہوتا ہے کہ بشر تمام انسانوں کے لئے قانون بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے وہ اس کی اہلیت نہیں رکھتا بشر اپنے مفادات سے آزاد نہیں ہوسکتا ہے کہ سب کے لئے یکساں قانون بنائے لہٰذا جہاں سے حقوق انسانی کے قانون کا اعلان ہوا ہے وہاں حقوق انسانی کا ضیاع ہوا ہے اس قانون کے حامیوں کی جانبداری کا منہ بولتا ثبوت بڑی طاقتوں کی حمایت ہے جہاں کہیں بھی بڑی طاقتیں جرم و جنایت کرتی ہیں وہ پہلے اقوام متحدہ کے ادارے سے منظوری لیتی ہیں لہٰذا بشر کسی قسم کی غیر جانبداری پر مبنی قانون بنانے سے عاجز و قاصر ہے۔

۲۔قانون صحیح ہونے کی شرط:۔قرآن میں بشر کے بنائے گئے قانون پر دو شرائط عائد کی ہیں بشر کے بنائے گئے قوانین دو شرائط کے تحت مقبول ہوئے ہیں:

الف:حسن فعل کوئی قانون یا کام یا اقدام بذات خود مستحسن ہو تو وہ مقبول ہوتا ہے اس کی واضح مثال اگر پیش کریں تو تعلیم ہے تعلیم جو انسان کے لئے غذا یا ازواج کی مانند ہے یا یہ لباس کی مانند ہے آج تک کسی نے کسی سے یہ نہیں کہا ہے کہ تم کھانا کیوں کھاتے ہو لباس کیوں پہنتے ہو ازدواج کیوں کرتے ہو اس کو بہتر کرنے کی بات تو کی جاتی ہے لیکن اصل کھانے لباس یا ازدواج کی کوئی مذمت نہیں کرتا چنانچہ مسلمانوں نے مغربی تعلیم کی جو مخالفت کی ہے وہ دراصل انھوں نے تعلیم کی مخالفت نہیں کی ہے بلکہ اس تعلیم کے ذریعے انہوں نے جس بدنیتی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی مخالفت کی ہے تعلیم کے حوالے سے اہل مغرب کے بارے میں جس بدنیتی کا اظہار کیا گیا ہے یہ اظہار بدگمانی پر مبنی نہیں تھا بلکہ یقین قاطع پر تھا وہ یہاں تعلیم دو لحاظ سے لائے تھے ان کا جامع مقصد تعلیم دے کر انسان کے لئے حرج کا ماحول پیدا کرنا تھا یا انسان کو مسیحی بنانا تھا صلیبی بنانا تھا یا استعمار گروں کا گماشتہ بنانا تھا اور ان کا یہ ہدف ان کے نصاب سے واضح ہے چنانچہ ان درس گاہوں سے فارغ ہونے والے سب استعمار ہی کے گرویدہ بنے ہیں انسان کو جینے کیلئے غذا چاہیے مرنے کے لئے غذا نہیں چاہیے انسان کو جینے کے لئے لباس چاہیے کوئی انسان اپنے مرنے کیلئے کفن نہیں خریدتا اس کے مرنے کا لباس اس کو دوسرے لوگ پہناتے ہیں انسان ازدواج اپنی نسل بڑھانے کے لیے کرتے ہیں نسل ختم کرنے کے لئے نہیں کرتے استعمار جس دن سے آیا تعلیم شروع کی تعلیم کے نام سے خاندانی منصوبہ بندی کی نسل کشی کی دوائیاں کھلائیں یا تعلیم کے نام سے بردہ فروشی کی ہے۔

ہمارے ایوانوں میں جو بل پاس کیے جاتے ہیں وہ بدنیتی پر مبنی ہوتے ہیں. کلمہ پڑھنے والے مسلمان ان درسگاہوں سے ابھی بھی بدظن ہیں دینی درسگاہوں کی طرف ابھی بھی رجحان ہے لوگ وہاں دین سیکھنے جاتے ہیں ان کا دین کی طرف رجحان جاتا ہے وہاں کچھ نہ کچھ دین تو سکھاتے ہیں لیکن ہماری بدبختی یہ لوگ اب تو وہاں بھی پہنچ گئے ہیں۔

۳۔ قانون انسانی نہیں ہوسکتا ہے یعنی چند بشر بیٹھ کر پوری انسانیت کی بھلائی اور بہبود کے لئے ایک جامع قانون وضع نہیں کرسکتے ہیں کیونکہ وہ تمام انسانوں کے حامی نہیں ہیں اور وہ تمام انسانوں کے وکیل نہیں ہیں وہ یہاں اغنیاء کی طرف سے آئے ہیں دولت مندوں کی طرف سے آئے ہیں لہٰذا وہ قانون ساز یا قانون دان تمام انسانوں کے حامی یا انسان دوست نہیں ہوسکتے ہیں وہ ان انسانوں کے حامی اور ان انسانوں کے وکیل اور مدافع ہیں جنہوں نے خطیر رقم ان پر خرچ کی ہے تاہم مستقبل قریب میں وہ یہ رقم کئی گنا سود کے ساتھ حاصل کرتے ہیں جن لوگوں نے ایک آدمی کو پچاس ساٹھ کروڑ روپے خرچ کر کے سینٹ میں بھیجا ہے اسمبلی میں بھیجا ہے وہ ان لوگوں کو غریبوں کے حق میں قانون نہیں بنانے دیں گے اور نہ انہیں غریبوں کا وکیل بننے دیں گے۔ ان دونوں کو غریبوں سے کوئی محبت نہیں ہوتی ہے قانون بنانے والوں کی سرمایہ دار سے دوستی اور غریبوں سے دشمنی کسی فلسفہ تراشی کی نیازمند نہیں ہے چونکہ وہ اغنیاء کے وکیل ہیں اغنیاء فقراء کے دشمن ہیں تو یہ وکیل بھی فقراء کے دشمن ہی ہوں گے لہٰذا یہاں سے یہ فلسفہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قوانین ضد دین کیوں ہیں چونکہ دین کا جن کو فائدہ نہیں دین جو ان کی برآمدات میں اضافہ نہیں کرتا وہ اس کی حمایت کیوں کریں گے ان کی نظر میں کلیسا والے سابق زمانے میں سرمایہ دار کے حامی تھے مغرب میں سرمایہ داری دوبارہ بحال ہونے کے بعد ان کے دل میں دین دشمنی کا ناسور پیدا ہوا ہے وہ اثر نہیں ہے۔

اس سے انہیں شفا نہیں ملی ہے ان کو کلیسا سے بہت غصہ ہے انھوں نے دین کی طرف دوبارہ رجوع نہیں کیا ہے مغرب سے مبشرین یہاں آتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں مغرب والے دین مسیح کے حامی ہیں اس کی ترویج کرتے ہیں وہ دین مسیح کی ترویج نہیں کرتے انہیں دین کے نام سے اللہ سے چڑ ہے ان کا کٹ کلیر فیصلہ ہے کہ ان کی تمام بدبختی کی برگشت کلیسا ہے کلیسا سے نجات کی وجہ سے انھیں یہ ترقی ملی ہے لہٰذا وہ کلیسا کو دوبارہ نہیں اٹھائیں گے لہٰذا کلیسا اور چرچ اب وہاں ویران ہورہے ہیں اب وہاں یہ نہیں بن رہے ہیں یا خالی پڑے ہوئے ہیں یا مسلمانوں نے انہیں خرید لیا ہے وہ مسیحوں کو مبشر بنا کے اس لیے یہاں بھیج رہے ہیں کہ یہ جو فرسودہ دین ہے اس کا چرچا وہاں نہ ہو جو کچھ کرنا ہے جا کے مسلمانوں کے درمیان کریں وہ اپنی جان چھڑانے کیلئے ان کو یہاں بھیج رہے ہیں ایک طرف سے ان کی ان سے جان چھوٹی ہے دوسری طرف سے یہ ان کے لیے جاسوسی کریں گے جب وہ ایمان بغیب پر کلیسا اور غیر کلیسا دونوں کے مخالف ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس عقیدے کا کم از کم فی زمانہ ہاتھوں ہاتھ کوئی فائدہ نہیں ہے لہٰذا وہ ان کے حامی نہیں ہیں یہاں سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ غرباء وفقراء اور دیگر انسانوں کے حامی نہیں ہیں وہ اغنیاء کے حامی ہونے کی وجہ سے فقراء کے دشمن ہیں وہ

دشمن غرباء ہیں لہٰذا فقراء کی حمایت اور فقراء سے دفاع کا اور ہر انسان کے تحفظ کا قانون وہ بناتا ہے جو خالق انسان ہے یا اس خالق کی بتائی ہوئی ہدایت کے اندر رہنے والے ایسا قانون بناتے ہیں لہٰذا مغرب والے مشرق کے لئے مسلمانوں کی بھلائی کے لئے قانون نہیں بناتے اس کا منہ بولتا ثبوت دیکھنا چاہتے ہیں تو دنیا میں جاری جنگوں، جنگی اسیروں سے سلوک، ان کی تحقیر اور ان کی تذلیل کو دیکھیں اور یہ دیکھیں کہ کون ان جنگی اسیروں پر کتے چھوڑتا ہے۔ یہ سب مغرب کے سیاہ کارنامے ہیں۔

شریعت کے اہداف وغایات:

حاکم دو قسم کے مطمع نظر کے حامل ہوتے ہیں ایک کی سوچ وفکر یہ ہوتی ہے کہ اللہ کے بندوں کی مصلحت کیا ہے وہ نافذ کریں گرچہ اس میں بعض کی ناراضگی کیوں نہ ہو اس کو کم عادل صالح رؤف ومہربان پدر ملت کہہ سکتے ہیں اس کو کسی کی مذمت کسی کی مدح سرائی کا اثر نہیں ہوتا ہے وہ اپنی فکر وفہم وسوچ کے تحت حکومت چلاتے ہیں چنانچہ عمر بن خطاب کی حکومت ایسی تھی وہ کسی کی مدح سرائی کے خواہشمند رہتے تھے نہ کسی کی مذمت سے ہراسان تھے چنانچہ نہج البلاغہ میں حضرت علی سے منسوب ایک خطبہ میں آیا ہے حضرت علی بھی یہی سوچ رکھتے تھے ایک حاکم کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ دیکھا جائے لوگ کیا پسند کرتے ہیں کیا ناپسند کرتے ہیں حکمران اکثریت اپنے ساتھ اپنے سے پہلے حاکم کو دیکھتے ہیں لوگ ان کی تعریف کرتے تھے یا ان سے نالاں وناراض رہتے تھے بطور مثال لوگ عمر بن خطاب کی سختی سے ناراض تھے لہٰذا عثمان نے لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا شروع کیا تھا اس طرح عبدالملک بن مروان نے لوگوں کو رعب وہیبت میں رکھا بہت خون بہایا بروں غیر بروں سب کو میدان سے ہٹایا لوگ ان کے تشدد سے نالاں تھے ان کے مرنے کے بعد ان کا بیٹا ولید آیا تو حد سے زیادہ لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کی منصور دوانیقی عباسی حکومت کے تشدد اور عدم برداشت کا بادشاہ تھا لوگ ان سے شاکی تھے مہدی نے اس کو بنیاد بنا کر نرم رویہ اپنایا زندانیوں کو آزاد کیا مال بذل کیا اس پس منظر میں اگر دیکھیں تو عبداللہ بن عمر نے سختی کی منصور نے اس کی مذمت کی ابن عباس نے آسانیاں پیدا کیں منصور نے اسکی بھی مذمت کی عبد اللہ بن مسعود شواز نوادارت لائے منصور نے اس کی بھی مذمت کی۔

تو اس کی نظر میں لوگ تھے وہ ان سب کی پسند کو سامنے رکھتا تھا اس کی نظر میں مصلحت واقعی نہیں تھی بلکہ نظر میں یہ تھا کہ سب راضی ہو جائیں یہ فکر عقل وقرآن دونوں کے خلاف ہے اگر سب لوگوں کی رضایت چاہیے گے تو عالم میں فساد ہوگا خلفائے راشدین کے بعد آنے والے سب خلفاء کی خواہش رہی ہے کہ لوگ ان سے راضی ہو جائیں جبکہ یہ بات کسی کو بھی زیب نہیں دیتی یہی ان کے زوال کا سبب بنا ہے۔ جسے آج جمہوریت کہتے ہیں اور یہ جو فقہ چل رہی ہے فتح سے انسداد تک اس فارمولے کے اندر ہیں یہ سب لوگوں کی خواہش کے مطابق ہے اور اس کا حشر یہی ہوتا ہے آپ کو کوئی فقہ نہیں ملے گی جس میں کسی کی خواہشات مدنظر نہ ہوں جس نے کسی ایک کو خوش کرنے کی کوشش کی تو دوسرا اس کے ہاتھ

سے گیا متوکل نے اہل حدیث کوخوش کرنے کی کوشش کی تو معتزلہ کو کھویا لہٰذا ابھی تک عالم اسلام میں کوئی منطقہ نہیں علاقہ نہیں جو چاروں فقہ کو صحیح سمجھتا ہو اب چاروں فقہ کوخوش کرنے کی ایک کوشش کرنے والے ان فرقوں کے مخالف سلفی ہے سلفی یہ کوشش کرر ہے ہیں کہتے ہیں ہم بھی صحیح ہیں یہ بھی صحیح ہیں چنانچہ جدہ میں قائم مجلس استفتاء اس فکر پر کام کررہی ہے جلد ہی ان کا بھی زوال ہوگا۔

اسکے مطابق فقیہوں کا امام ابوحنیفہ کو کہا گیا ہے گر چہ امام ثوری نے محمد بن عبدالرحمٰن ابی لیلیٰ اور بشرمہ اور ابوحنیفہ تینوں کا نام لیا ہے کیونکہ اس وقت کے امام ومحدثین امام مالک امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تینوں نے آپ کے شاگرد ابو یوسف اور محمد حسن شیبانی سے آپ کی فقہ کوسیکھا ہے تاریخ فقہ پر لکھنے والوں نے ابوحنیفہ کے بارے میں لکھا ہے:

۳۔ابوحنیفہ کی فقہ پر لکھی ہوئی کتاب ان کے شاگرد ابویوسف اور محمد بن حسن شیبانی کی لکھی کتاب ہے۔

۴۔لکھتے ہیں انہوں نے ۸۵ ہزار فتاویٰ چھوڑے تھے اس وقت کوئی بڑی کانفرنس یا اجتماعات تو نہیں ہوتے تھے رسل و رسائل بھی محدود تھے ریڈیو ٹی وی ٹیلی فون بھی نہیں تھے اس وقت یوسف قرضاوی سے پوچھیں انہوں نے کتنے فتاویٰ دیئے ہیں۔

۵۔ابوحنیفہ کے شاگرد برجستہ ابویوسف ۳۵ سال ان کی طرف سے منصب قضاء پر رہے حالانکہ حنفیوں نے ابوحنیفہ کی فقہ کو ابویوسف سے لیا ہے ابویوسف نے کئی کتابیں لکھی ہیں لیکن ان کی قضاوت کے فیصلہ بہت خطرناک نکلے ہیں۔

۴۔آپ کس کس یا کن کن علوم پر عبور رکھتے تھے اس کا ایک ذریعہ آپ کی دوران تدریس یا فتاویٰ استشہاد مصادر سے ہوتا ہے کہ آپ کس علم پر زیادہ بھروسہ کرتے تھے اس سلسلہ میں آپ کے فتاویٰ میں قرآن سے استناد دیکھنے میں نہیں آتا ہے چنانچہ آپ نے علم تفسیر کسی سے پڑھی ہو اس کا بھی ذکر نہیں ملتا ہے۔

۱۔حکومت بنی امیہ اور بنی عباس گرچہ راشدین سے کئی درجہ گری ہوئی تھی اس کے باوجود علماء اہل حدیث ان کی تعریف اور تمجید کرتے ہیں۔

۲۔بنی عباس کے خلفاء میں منصور دوانیقی اسلام سے زیادہ وابستگی رکھتے تھے اس کے باوجود ان کی طرف سے پیش کردہ منصب قضات کوکس دلیل قرآن اور سنت نبوی کے تحت رد کیا گیا ہے۔

۳۔مہدی اور ہارون رشید منصور دوانیقی سے زیادہ عیاش اور شہوانی انسان تھے اس کے باوجود وفیات الاعیان ج ۵ ص ۴۰۵ شمارہ اصال ۷۶۵ پر آیا ہے ابوحنیفہ عالم عامل اور عابد وزاہد انسان تھے منصور نے انہیں قضاوت پیش کی اور سختی اور دھمکی کے ساتھ پیش کی لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔

۲۔ابوحنیفہ سے جو ہم تک پہنچا ہے وہ کس کے ذریعے سے پہنچا ہے ابوحنیفہ نے از خود قابل قدر وکفاف کتاب نہیں لکھی

ہےنہیں چھوڑی ہے جو کچھ ان سے منسوب ہے ان کے تین شاگردوں سے منسوب ہے۔

یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن انصاری کنیت ابو یوسف نے ابوحنیفہ سے منقول روایت اور آراء کو کتاب کی صورت میں لکھا۔

۳۔ان دونوں شاگردوں سے کس کس نے نقل کیا ہے یہ تسلسل الیٰ یومنا ھذا تک کتنے مامون ومحفوظ ہاتھوں سے گزرتے ہوئے ہم تک پہنچا ہے یہ بھی واضح ہونا چاہیے بلکہ تحقیق خود ابو یوسف اور محمد بن شیبانی سے شروع کرنی چاہیے۔

کتاب تہذیب التہذیب ج ا ص ۴۰ پر لکھا ہے ابوحنیفہ نے عطاء بن ابی رجاح عاصم بن النجو وعلقمہ بن مرتد حماد بن ابی سلیمان سے احادیث نقل کی ہیں ان سے ان کے بیٹے حماد ابو یوسف محمد بن حسن شیبانی نے احادیث نقل کیں ہیں ابن معین نے ان کو ثقہ کہا ہے والی کوفہ ابن ہیرہ نے ان کو مسند قضا پیش کی انہوں نے اس پیشکش کو مسترد کر دیا اس پر ان کو سو تازیانے مارے گئے۔

کتاب تشریع اسلامی تالیف محمد حضرمی مصری ص ۲۳۴ شیبانی عطا بن ثابت نے ان سے حدیث لی ہے پھر فقہ کے لئے ایک عرصہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے ساتھ رہے ہیں ان کے بعد ابوحنیفہ کے پاس گئے ابو یوسف ابوحنیفہ کے بڑے شاگردوں میں سے تھے اور ان کے معاون ومددگار بھی تھے انھوں نے ابوحنیفہ کے مذہب پر کتاب بھی لکھی ہے۔

چاہے سلف ہوں یا معاصر کوئی بھی غلطیوں اور اشتباہات سے مصون ومعصوم کوئی بھی نہیں ہیں ہمیں ان ذوات کو مقام ومنصب الوہیت اور مطاع غیر مشروط قرار نہیں دینا چاہیے کیونکہ یہ عقل وقرآن دونوں سے متصادم ہے نہ ایک دوسرے کی ضد میں ان کے لئے نازیبا و نامناسب الفاظ استعمال کرنے چاہییں نعوذ باللہ ان پر نفرین کرنا بھی درست نہیں ہے قرآن کریم میں انبیاء کی شان میں غلو کرنے سے منع کیا گیا ہے چنانچہ اللہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ سے باز پرس کریں گے کہ آپ نے ان کو بتایا تھا کہ میری پرستش کریں نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی پرستش نہیں کرتے بلکہ انہوں نے ان کو مقام الوہیت پر پہنچایا تھا اس طرح یہود ونصاریٰ اپنے علماء کو مطاع غیر مشروط قرار دیتے ہیں سورہ توبہ ۳۱ اللہ نے عوام یہود کو اپنے علماء کی من وعن تقلید کرنے پر ان کی مذمت کی ہے' کیونکہ سورہ نساء ۱۶۵ کے تحت اللہ کی حجت حضرت محمدؐ کے بعد ختم ہے آپؐ کے بعد چاہے اصحاب ہوں یا اہلبیت حجت نہیں، یہ ذوات اپنے وقت کے عالم دین تھے۔ یہ سوال اپنی جگہ موجود ہے کہ کیا یہ ذوات آج کل کے بڑے پائے کے علماء سے زیادہ علم رکھتی تھیں کیونکہ حصول علم کے جو مواقع عصر حاضر کو ملے ہیں ان کو نہیں ملے تھے۔

انہی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے ہم ان کے بارے میں وارد متضادات سے قصص غلو اور احادیث نیز طعمی مذمت اور احادیث سے پرہیز کر کے حقائق کی روشنی میں نتائج اخذ کر کے پیش کریں گے' دوسری صدی کے آغاز سے تیسری صدی تک مکہ مدینہ کوفہ اور بصرہ ومصر میں طوائف ملوک جیسے فقہاء پیدا ہوئے تھے ان میں چند ہستیوں کو الیٰ یومنا ھذا ایک

مطاع بلامنازع تسلیم کروایا گیا ہے لیکن گر چہ یہ سوچ وفکر مرکز پناہندگان منافقین سے اٹھی ہے، جہاں معتزلہ نے قرآن کے لائے ہوئے ایمانیات کو فلسفہ یونان وفارس سے تہہ وبالا کیا تھا اس شہر سے احکام قرآنیہ کو چھیڑ چھاڑ کرنا شروع ہوا تاہم انہوں نے اپنے فعل کو مستند بنانے کے لئے مدینۃ الرسولؐ کی ان ذوات سے استناد کیا ہے کہ یہ حضرات فتواء دیتی تھیں۔

دین وشریعت کا محل نزول مکہ اور مدینہ تھے اہل مکہ اور مدینہ دونوں نے تطبیق شریعت کو دیکھا اور سنا تھا۔

اہل مدینہ ومکہ احکام شریعت پر انحصار براحادیث کرتے تھے ان کی قیادت امام مالک بن انس کرتے تھے بعد میں محمد ادریس بن فہد ملقب بہ شافعی کرتے تھے جبکہ عراق وبصرہ وکوفہ یہ دونوں مقام جونو آبادی ہونے کے علاوہ محل نزول وقیام اعراب وفارس وروم تھے اور یہ یہود ومجوس کے مسکن وپناہ گاہ بنے تھے اصحاب ومہاجرین سے سنی باتوں کو ملا کر اپنے افکار ونظریات وثقافت سے آمیختہ کر کے دین وشریعت پیش کرتے تھے، جب شریعت میں اشخاص کی آراء کی بھی گنجائش ہو تو یہاں سے بہت سے لوگوں نے شریعت پیش کرنے میں حصہ لیا ان میں بہت سوں کا نام تاریخ میں آیا ہے۔

فرق فقہی بھی فرق عقائد کی مانند ہرج ومرج افراتفری دست اندازی اغیار کی وجہ سے جولانگاہ گیند پولو گراونڈ بن گئے تھے اور ابھی بھی بنے ہوئے ہیں۔انھیں کسی نقطہ واحد پر ارجاع نہیں کر سکتے فرق اعتقادی کو سامنے رکھنے کے بعد یہ فیصلہ کرنا آسان ہوگا فرق فقہی کی برگشت اللہ وحدہ لاشریک کو نہیں جاتی بلکہ یہ کہنا درست ہوگا تجسم اللہ یہودی مسیحی اور تناسخ برھمن عقائد رکھنے والوں کو جاتی ہے اس طرح کہ فقہ بھی اپنے کلمہ لغوی سے لے کر اختتام تک بے پدر ومادر قرآن وسنت کی استناد سے عاری ہے بہت سے علماء کی رائے یہ ہے کہ ان کی فقہ کا قرآن وسنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

وہ چند مذاہب جو ابھی تک عالم اسلام میں تقسیم کا باعث بنے وہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، ظاہری، جعفری اور اہل حدیث ہیں۔

۱۔امام جعفر صادق ۸۰۔۸۳ ولادت۔۱۴۸ھ وفات۔

۲۔نعمان بن ثابت متولد ۸۰ وفات ۱۵۰۔

۳۔مالک بن انس متولد ۹۳ وفات ۱۷۹

۴۔امام ادریس شافعی متولد ۱۵۰ وفات ۲۰۴

۵۔احمد بن حنبل ولادت ۱۶۴ وفات ۲۴۰

گویا یہ پانچوں ڈھائی صدی یعنی ۲۶۰ سال تک ہم عصر رہے ہیں۔

شیعوں کا کہنا ہے کہ ہم اہل بیت اطہار کی تاسی پیروی کی وجہ سے اجتہاد کے نیاز مند نہیں رہے ہیں چنانچہ رسالہ عملیہ شیعہ کی چار کتابیں کافی، من لایحضر الفقیہ ،استبصار، تہذیب خالص اخبار ہیں یہاں تک کہ بارہویں صدی میں محمد امین استر آبادی نے زیادو عن شروع کیا اس طریقہ سے انحراف کرر ہے ہیں لیکن بعض علماء یا بعض مواقع اجتہاد کو امام باقر و صادق سے نسبت دیتے ہیں اور سنیوں سے برتری ثابت کرنے کیلئے کہتے ہیں ہم نے اس کو زندہ رکھا ہے سنیوں نے کب سے اس کو بند کیا ہوا ہے۔ اسی طرح انہوں نے اجماع کی مذمت سے بھی ہاتھ اٹھا کر اس کو بھی دلیل شرعی گردانا شروع کیا ہے ان کا کہنا ہے شیعوں میں اجتہاد کی ضرورت غیبت امام زمان کے بعد سے شروع ہوئی ہے اس کی بنیاد رکھنے والے شیخ مفید اور سید مرتضٰی اور خاص کر اس کو پروان چڑھانے والے شیخ طوسی تھے لیکن شیخ طوسی نے جو دو کتب احکام تہذیب اور استبصار لکھی ہیں وہ اجتہاد نہیں ہے اجتہاد کو اٹھانے والے شہید الثانی اور ان کے بعد وحید بھیمانی ہیں اس حوالے سے اجتہاد ان میں سنیوں سے بہت دیر گزشتہ زمان کے بعد آیا ہے انھوں نے اس تاخیر کو اپنا عیب و ننگ تصور کر کے اجتہاد کو وراثت امام صادق اور ان کا بانی قرار دیا ہے اجتہاد کے بارے میں شیعہ چند اہم نقد کا نشانہ بنے ہیں:

ا۔ انھوں نے احکام شرعیہ کے چار مصادر قرار دیئے ہیں۔: قرآن۔ عقل۔ سنت۔ اجماع

فتنہ فرق و احزاب:

فتنہ سنت کونیہ ہے نظام حیات اس فتنہ ہی سے معمور و آباد سر سبز و شاداب و خوشحال ہے انسان جس چیز سے خوشحال ہے وہ اولاد و مال ہے اس کا ملنا اور چھننا دونوں فتنہ ہیں انسان کے لئے دشمن کا ہونا اور نہ ہونا دونوں فتنہ ہیں فتنہ امتحان ہے مومنین کافرین کے لئے کافرین مومنین کے لئے فتنہ ہیں فتنہ سے نکلنا افتخار و اعزاز ہے فتنہ میں ڈوبنا پھنسنا ذلت و عار ننگ و شرمندگی ، بدبختی و شقاوت اور آخر میں ہلاکت و نابودی ہے دنیا اس سے معمور و آباد ہے دین کا بھی اس سے بول بالا ہے اللہ سبحانہ تعالیٰ انسان کو فتنہ خیر و شر دونوں سے آزماتا ہے فرق و احزاب امت اسلامیہ کے لئے عارض ناسور والا فتنہ ہے، فتنہ دشمنان سے انسان کو چوکنا و آمادہ اور ہوشیار بناتا ہے وہ اس سے بچنے کی تیاری میں رہتا ہے دشمن کی طرف سے جنگ بھی غنیمت ہوتی ہے لیکن اس فتنہ کو وقوع سے پہلے روکنے کی ہدایت و ارشاد ہے سورہ مبارکہ انفال آیت ۲۵ میں بعض فتنوں کی آمد فتنہ کے وقوع سے پہلے بچنے کی ہدایت ہے فتنہ سے نبی مرسل بھی مستثنیٰ نہیں رہے۔

نبی کریمؐ کی بعثت نبوت سے رحلت تک فتنے یکے بعد دیگرے پے در پے تھے آپ کی رحلت کے بعد منتخب خلفاء بھی امتحان سے دوچار ہوئے لیکن قرآن اور سنت و سیرت محمدؐ کے پیرو اس فتنے سے سرفرازی سے نکلے گرچہ فتنہ ظالمی کی زد میں عثمان و علی اور طلحہ و زبیر چاروں آئے لیکن فرقے نہیں بن سکے گرچہ دشمنان اسلام فرقوں کی بنیاد کو سقیفہ سے جوڑتے ہیں جو کہ بدنیتی کے علاوہ بے بنیاد و بے دلیل و بے منطق ہے فرقے کب وجود میں آئے تاریخ میں ثبت ہے۔

اعتقادات فرق میں فرقے بنی امیہ کے آخری دور میں وجود میں آئے فقہی فرقے ابتداء میں بنی عباس سے

شروع ہوتے ہوئے اختتام عباسی کے بعد مصر میں رک گئے لیکن یہ دھاندلیاں اور اعتقادات کا سلسلہ ہر آئے دن زور پکڑتا گیا یہاں تک کہ بابیہ بھائی قادیانیہ وغیرہ وجود میں آئے لیکن فتنہ فرقے کی بدبو کیا ہے اس کی تفصیل اہل فکرو دانش وعقل وخرو قاضی نفس وخانہ کتاب کے مندرجات فرقوں کے افکار ونظریات پڑھنے کے بعد معلوم ہوگی اگر آپ اسے دل کی گہرائیوں سے سمجھنا چاہتے ہیں تو ٹھیک ورنہ حسب تعبیر قرآن کریم آیات اللہ سے گزرنے والے کفر ونفاق والے بنتے ہیں چنانچہ وہ یہود بنے ہیں جو لوگ یہ جملہ دہراتے رہتے ہیں کہ دین سمجھنا مشکل ہے وہ نہیں سمجھیں گے لیکن متوجہ وملحق ہونے کیلئے یہ اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس طرح اپنی زوجات کی نقل وحرکات، بود وباش وتعلقات اور اپنی نور دیدہ اولادوں کے انحرافی گفتار وکردار سے صرف نظر کرنے سے خانہ انہی عزیزوں کے ہاتھوں ویران وبرباد ہو جاتا ہے اسی طرح اہل علم ودانشوروں کے محبوبہ ومعشوقہ دل پذیر ومقدس کلمہ اجتہاد متفق علیہ مومنین وملحدین علمانین نے ہی فرقوں کا بچہ جنم دیا ہے چنانچہ کتاب نہج البلاہ خطبہ ۵ میں اس فتنے کی جڑ کے بارے میں حضرت علی نے فرمایا ہے اس طرح خطبہ ۱۷ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

مذاہب:

۱۔ لوگوں کو بغیر تاوان اغواء کرنے والے۔

۲۔ دین وشریعت قرآن وسنت کی چھٹی کرنے والے۔

۳۔ حق بولنے والوں کو لجام لگانے والے۔

۴۔ گردنوں میں طوق تقالید لگانے والے۔

۵۔ عقائد وشریعت بنانے کے خواہش مندوں کی آنکھوں کو سیاہ شیشہ لگانے اور کانوں میں کپاس بھرنے والے۔

۶۔ دین کو زندان میں ڈال کر اس کو بے آسرا چھوڑنے والے اور دین داروں کو زندان اور ذلت وحقارت فقر میں ڈالنے والے۔

۷۔ دین میں تحقیق پر پابندی لگانے والی جمعیت کا نام مذہب ہے۔

اصل کے چند معانی ہیں ان میں سے یہاں دو کا ذکر کرتے ہیں

۱۔ اصل بمعنی الدلیل اس بات کی دلیل یہ ہے۔

۲۔ اصل بمعنی قاعدہ، قاعدہ دیوار کے نیچے رکھی گئی اینٹ کو کہتے ہیں اوپر کی منزل کا قاعدہ نیچے منزل کی دیوار اسی طرح ہر منزل فوق کا قاعدہ نیچے منزل ہوتی ہے اس کے تحت احکام شرعیہ کا قاعدہ وبنیاد اصول فقہ ہے لیکن اس میں خلط ہے اشتباہ وانحراف ہے۔

کیونکہ پہلے تین اماموں ابوحنیفہ امام مالک اور امام جعفر صادق نے دوسری صدی کے وسط میں وفات پائی ہے اب تک مسلمان ان ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں ان تین کے بعد آنے والے دو امام شافعی اور امام احمد بن حنبل ہیں یہ پانچ امام ہیں جنہوں نے اس خلاء کو پر کیا ہے جس کی فقہاء بات کرتے ہیں۔

یہاں فقہاء حکم صادر کرتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ انہیں یہ حق کہاں سے ملا ہے اور کس نے دیا ہے۔

فقہ کی اقسام ہے:

۱۔ فقہ معتمد وہ فقہ جو آیات محکمات پر مرتب کی ہو۔

۲۔ فقہ قطعیہ جو مستند نسبت رسولؐ اللہ ہو۔

۳۔ فقہ بر روایات مرسلات و مقطوعات۔

۴۔ فقہ مستند بفقہاء۔

۵۔ فقہ مقارق برائے جمع معلومات برائے احیاء وابقاء اختلافات۔

۶۔ فقہ اضافی یا الحاقی:۔ کہتے ہیں شریعت اسلام بشریت کی خیر و بھلائی کے لئے ہے جب ایسا ہے تو ہم خیر کو لیں گے شر سے اجتناب کریں گے شریعت مصلحت بشر کی خاطر آئی ہے لہٰذا جس چیز میں مصلحت ہے اس کو لیں گے جس میں مصلحت نہیں اس کو نہیں لیں گے یہ جملہ قول امیر المومنین کے مطابق نصف حق نصف باطل ہے اس خیر کی تشخیص کون کرے گا صاحب شریعت کریں یا بشر یا ان کا نمائندہ کرے گا جس کو اللہ خیر کہتا ہے جس کو اللہ نے مصلحت بشر قرار دیا ہے وہ خیر و مصلحت ہے لیکن جس کو آپ خیر یا مصلحت کہتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ خیر ہو اللہ قرآن میں فرماتا ہے تمہیں خیر و شر کی تمیز نہیں ہے اس کی خیر و مصلحت کہاں سے ثابت ہوگی۔ اللہ نے دنیا میں خیر و شر کو ساتھ رکھا ہے۔

۱۔ سورہ بقرہ آیت ۲۱۹ بہت سی چیزوں کو انسان خیر سمجھتے ہیں لیکن وہ شر ہوتی ہیں۔

۲۔ آل عمران ۱۱۹ تم ان سے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت نہیں کرتے ہیں۔

خیر و شر کی تمیز انسان کے لئے ممکن نہیں ہے جو بھی دوسرے کے لئے خیر و شر کی تشخیص دیتا ہے وہ شخص کس سے متاثر ہے آرائش رکھتا ہے لہٰذا بشر پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ انفال۔ ۴

۶۔ العمران۔ ۲۸ مومنین سے ہی دوستی کرنی ہے کافرین سے دوستی نہیں کرنی ہے۔

۷۔ مومنین ایک دوسرے کے امور میں تعاون کرتے اور حصہ و دلچسپی لیتے ہیں توبہ۔ ۷۱ حجرات۔ ۱۵۔

بیداروں کی بھی اقسام ہیں:

۱۔جینے کے لئے برطانیہ کی حکومت تسلیم کریں ان کے نقش قدم پر چلیں ان سے تقاضہ کریں یہ یہاں کس قسم کا دین چاہتے ہیں جیسا کہ شملہ سمجھوتہ میں پاس کیا گیا اس فکر کے قائد رضا خان اوران کے حامی ہیں۔

۲۔مغرب کی بھر پور مذمت کریں لیکن مغرب کی ثقافت کی مخالفت نہ کریں فکر وسیاست انہی کی چلائیں اس فکر کے حامی جمال الدین افغانی اور علامہ اقبال ہیں۔

۳۔مغرب سے مقابلہ کرنے کیلئے عربی علوم کے ساتھ ساتھ مغربی علوم وفنون وزبان کو اچھی طرح سے پڑھیں اس فکر کے داعی محمد عبدہ اور علماء بونیر ہیں۔

۴۔مغرب سے مقابلہ کرنے کے لئے خلافت عثمانی یا راشدہ کے نظام کو بحال کریں پیچھے جائیں۔

۵۔احزاب سیاسی بنائیں اس فکر کے بانی حسن بنا، سید قطب، سید مودودی اور حزب تحریر والے ہیں۔

مصادر فقہ ومذاہب:

کتب فقہ اور اصول فقہ میں ہر جگہ ملے گا کہ ہمارے مصادر قرآن وسنت، اجماع وعقل ہیں تو سوال آتا ہے پھر اختلاف کہاں سے آیا کیونکہ قرآن کی آیات ایک دوسرے سے مختلف نہیں سنت رسولؐ اور قرآن میں بھی اختلاف نہیں ہے فہم کلام اللہ اور کلام رسولؐ میں بھی اختلاف ممکن نہیں یہاں سے سوال آتا ہے مصادر کیا ہیں ابوحنیفہ کہتے ہیں قرآن و سنت میں نہ ملے تو میں قیاس سے فتویٰ دیتا ہوں امام مالک بھی بعد میں قرآن وسنت کے بعد اجماع وقیاس سے فتویٰ دیتے تھے اسی طرح شیعہ امامیہ سب کا کہنا ہے کہ ہم قرآن وسنت اور اجماع وقیاس سے مسائل حل کرتے ہیں لیکن سب خلاف وعدہ کرتے ہیں لہذا کتب فقہی میں جس کسی کی کتاب فقہی میں آیات تلاش کریں گے تو نہ ہونے کے برابر ملیں گی سنت پیغمبرؐ کے بارے میں بڑے بڑے علماء شیعہ محمد تقی حکیم، علامہ مہدی آصفی اجتہاد وتقلید میں آیت اللہ جناتی کیھان اندیشہ میں لکھتے ہیں ہم سنت رسولؐ اصحاب سے نہیں لیتے ہیں اہل بیت سے لیتے ہیں تو سوال ہے اگر آپ اہل بیت سے لیتے ہیں تو اہل بیت آگے رسول اللہؐ سے نسبت نہیں دیتے ہیں آپ بتائیں فقہ میں حضرت علی سے کتنی روایات ہیں امام حسن اور امام حسین سے کتنی روایات ہیں امام زین العابدین سے کتنی روایتیں ہیں آپ کی ساری فقہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کے فتاویٰ ہیں انھوں نے کہیں بھی نہیں فرمایا امام محمد باقر اور امام جعفر صادق دونوں تبع تابعین تھے انھوں نے کبھی نہیں فرمایا امام جعفر صادق نے سمعت عن ابہ عن ابہ عن ابہ عن رسول اللہ ایسا نہیں کہا ہے۔ جس طرح ابی حنیفہ کے فتاویٰ نقل کئے گئے اس طرح امام جعفر صادق سے نقل کیے ہیں نعوذ باللہ امام نے فرمایا ہے یا نہیں، آپ اس کو سنت قرار دیتے ہیں جملہ رسالہ اسلام سنہ۴ شمارہ ۱۶۔۱۳ تک اس طرح اہل سنت بھی کہتے ہیں ہم قرآن وسنت سے لیتے ہیں لیکن کتب فقہ اصحاب وتابعین، تبع تابعین اور سلف کی روایات سے پر ہیں بے سند روایتوں سے پر ہیں۔

حکم المرسل:

کتاب الحدیث المرسل بین القبول والرد تالیف حصہ بنت عبدالعزیز الصغیر بنت عبدالعزیز بر صغیر ص ۴۰۷ علماء حدیث متقدمین ومتاخرین نے مرسل کے بارے میں کہا ہے حکم اولیٰ یہ ہے کہ مرسل بطور مطلق مردود ہے سوائے مرسل صحابہ امام مسلم نے کہا کہ مرسل حجت نہیں امام ترمذی نے کہا اکثر اہل حدیث حدیث مرسل کو حجت نہیں مانتے ہیں خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ مرسل حجت نہیں اس کے باوجود بعض محدثین نے کہا ہے کہ مرسل حجت ہے مرسلہ کو حجت گردانتے والوں میں ابوداؤد سفیان ثوری مالک بن انس اورزاعی شامل ہیں یہ مراسل پر عمل کرتے تھے جریر طبری نے کہا ہے تابعین کا اتفاق ہے کہ مرسل قبول ہے۔

مذہبی آزادی مذہبی استبدادی:

معاشرے سے فتنہ دہشت گردی اور اس کے قریبی اور بعیدی اسباب وعوامل کو ختم کرنے کیلئے مذہبی آزادی اور مذہبی استبداد میں تمیز کرنا ہوگا ہر مذہب کو اس کے عقائد ورسومات کا مظاہرہ کرنے کا حق حاصل ہے کی بنیاد پر دوسروں کی آزادی محدود ومحبوس کرنے والے جلوس وجلسے اور میلاد کے ذریعے خرافات طعن وطنز وفرسودگیوں کے فوارے چھوڑنے حتیٰ اپنے لوگوں کی زندگی اجیرن بنانے ایک دوسرے کے بزرگان کی اہانت وجسارت کرنے اور مسلسل دس دن چوبیس گھنٹے علاقے کے سکون کو حالت تشویش کرب واضطراب میں رکھنے کو مذہبی آزادی نہیں مذہبی استبداد کہتے ہیں۔

جس طرح ہماری حکومت اس وقت آزادی نسواں کے نام سے مردان غیور کو پابند سلاسل یا تاریک خانوں میں دھکیلنے کے بل پاس کررہی ہے جلد ہی عکس العمل سامنے آئے گا جس طرح صوبوں کی خودمختاری نے لوگوں کو گھروں میں محبوس یا قبرستانوں میں سلانے کے بندوبست تک پہنچایا تھا اب اس کے خالق سر نہیں اٹھا سکتے ہیں۔

۲۔ دلیل دینا دلیل مانگنے کے رواج کو قائم کرنا ہوگا۔

مذہب کے نام سے قرآن اور سنت سے متصادم مراسم کو رواج دینے والوں کو دلائل عقلی اور دلائل نقلی مستند پیش کرنے ہوں گے اور دوسروں کے باطل ہونے فرسودہ ضرر رساں ہونے ملک وملت کے لئے خطرہ ہونے کے دلائل دینا ہوں گے حکومت کو اس سلسلہ میں مثبت اقدامات کرنا ہوں گے۔

۳۔ اجتہاد ٹھونسنے اور اجتہاد کرنے میں فرق ہے انسان کو اللہ نے عاقل اور صاحب فکر وسوچ بنایا ہے اس کو دعوت فکر ونظر دی ہے پھر اظہار رائے کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ آیات میں آیا ہے آپ اس میں مشورہ کریں پھر اپنی رائے پر دلائل قائم کریں لیکن معاشرے میں ابھی تک ایسا نظر نہیں آیا ہے جس فرق کو حکومت کی سرپرستی ملی ہے اس نے اپنوں کے اجتہاد کو دوسروں پر ٹھونسا ہے دوسروں کے لئے زندگی اجیرن بنائی ہے جس کی واضح مثال ابو یوسف کی ہے امپراطور عباسی سے عثمانی ومغلی حکومتی استبداد کے ذریعے اجتہاد ابو یوسف کو ٹھونسا ہوا ہے اسکے بارے میں کسی کو سننے

بولنے کی اجازت نہیں اس اجتہاد نے قرآن وسنت سے متصادم احکامات عام کئے ہیں اس کے نتیجہ میں پورا عالم اسلام مزارستان بنا عربستان بنا برسیتان اور میلا دستان واہرانشان بنا اس کے خلاف ایک جوان نے مراسم سے تنگ آ کر اکیلے تگ ودو کی سفرات کیے وسائل وذرائع تلاش کیے آخر میں ان کو بھی ایک حاکم ملا جس نے اس کی سرپرستی کی تو پہلے خرافات گئیں اس نے اپنے اجتہاد کو بذریعہ حکومت ٹھونسا ایک اجتہاد کی جگہ دوسرا اجتہاد آیا۔

یہاں فقہ حنفی کے نام سے فقہ نا معلوم چلتی ہے ایک ہزار سال لوگوں کی گردنوں میں طوق لگا ہوا ہے کسی کی مجال نہیں کہ کہے یہ استبداد مذہبی ہے سعودی عرب میں حدیث کی بات کرتے تھے اب تو وہ بھی فقہ شیعہ کے علاوہ تمام فقہوں کا ٹھیکہ لئے ہوئے ہیں بدعتوں کے خلاف بولنے والے احکام بدعت وضع کررہے ہیں پورا سلف یا ان کے تمام اسلاف حجت اللہ بنے ہیں ایران میں الگ اجتہاد چلتا ہے فخر کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں اجتہاد چلتا ہے کسی کو اجازت نہیں کہ گزشتگان کے اجتہاد پر تنقید کرے بدتر تقریبات کا نشانہ بنے فقہ جعفری کے نام سے فقیہوں کی کھچڑی بنا کر امام جعفر صادق کے نام سے چلایا ہے اور گزشتگان کی فقہ سے تجاوز کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

پشت کتاب:۔

ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ (۸۰، ۱۵۰ھ)، امام مالک (۹۳، ۱۷۹ھ)، امام شافعی (۱۵۰، ۲۰۴ھ)، امام احمد بن حنبل (۱۶۴، ۲۴۱ھ) کی تاریخ تولد ووفات معلوم ہے۔ ان کے اساتید بھی معلوم ومشکوک تھے، ان کے فتاویٰ کے مصادر منطق وفلسفہ رہے ہیں، وہ مرجئہ تھے، مناظر ومجادل تھے۔ چاروں اماموں کے مصادر قرآن سے خالی روایات ضعیفہ ومرسلات وخود رائے تھے۔ امام احمد بن حنبل کے استاد محمد حسن شیبانی اور ابو یوسف دونوں ہارون الرشید کے زیر اثر تھے وہ خود حدیثی تھے۔

انسان دو ہی ذرائع سے علم حاصل کرتے ہیں،

۱۔ کسی عالم دانشمند کی تلمذی سے حاصل کرتے ہیں، جن سے انہوں نے علم حاصل کیا ان کی علمیت چنداں واضح نہیں ان پر انحصار حکمرانوں کی پالیسی ہے۔

۲۔ کتابیں پڑھ کے حاصل کرتے ہیں اکثر مآخذ علمی قدیم دور سے عصر حاضر تک یہی رہے ہیں لیکن ان ائمہ کو کوئی کتاب میسر نہیں تھی، علوم دینی علوم عربیہ جسے ام العلوم کہتے ہیں، علم لغت، صرف ونحو، معانی بیان بدیع سب بعد کی ایجاد وپیشرفتہ ہیں۔ ان کے زمانے سے عصر حاضر تک زمین سے آسمان، قرون تمدن سے قرون وسطیٰ کا فاصلہ ہے ان کا دور قرون اولیٰ حساب ہوتا ہے۔ آج یوسف قرضاوی، وہبہ زحیلی، ابن تیمیہ، ابن جوزی، آغا خوئی اور محمد حسین فضل اللہ مرجع تقلید کیسے بنے وہ ان چاروں سے بدرجہا بلند مرتبوں پر فائز ہیں، ان کیلئے اساتید نوابغ ملے، جامع عالمی نصیب ہوئے کتابیں تو

ان کے گھر بوستان بنی ہیں، ان کے اکثر فتاویٰ آیات محکمات، سیرۃ قطعیہ رسولؐ اللہ سے متصادم ہیں ان کی تقلید آیات ''اِنَّا وَجَدْنا آباءَ نَا'' کی مصداق جلی ہے۔ اگر دین کو مردہ سے ہی لینا ہے تو چار خلفاء سے ہی لیتے، کیونکہ یہ ذوات ان سے کئی گنا اعلم تھیں قرآن اور محمدؐ کے حضور تھیں امین و معتمد رسولؐ اللہ تھیں، جبکہ آپ تقلید زندہ پر اصرار کرتے رہے اور لوگوں کو آپ مردوں کی تقلید کرواتے ہیں یہ کونسا انصاف ہے؟ قرآن اور سیرت محمدؐ میں کونسی خرابی ہے؟ لوگوں نے رسولؐ اللہ سے فتویٰ پوچھا تو اللہ نے فرمایا ان سے کہو فتویٰ صرف اللہ دیتا ہے، قرآن اور محمدؐ دونوں کو پیچھے کر کے مردان مجہول ابن الجاہل کی تقلید سے امت مسلمہ ''طرائق قددا'' بن گئی ہے اور وحدت نا قابل احیاء بن گئی ہے۔ نہج البلاغہ کا خطبہ ان کی مذمت میں ہے۔ کہتے ہیں امام صادق کو تدریس کا موقع ملا تھا جبکہ یہ تاریخی رو سے کذب صریح اور خلاف واقع ہے، کیونکہ امام صادق مدینہ سے باہر نہیں نکلے تھے تاریخ مدینہ و مسجد نبوی میں آپ کے درس کا ذکر کسی تاریخ میں نہیں آیا ہے ۔آپ کا عراق میں جانے یا لیجانے کا ذکر تاریخ کوفہ مسجد کوفہ تاریخ بغداد میں نہیں آیا یہ جو اصحاب امام صادق بتاتے ہیں وہ کوفہ میں ہوتے تھے شاید چند دن یا ایام حج میں گئے ہوں، مدینہ میں قیام کا ذکر نہیں ملتا ہے، امام صادق سے منسوب فتاویٰ قرآن اور محمدؐ سے انتساب نہیں ہے خود آپ کے فتاویٰ حسب نص نساء۔۱۶۵ حجت نہیں، جن اصحاب کی زیادہ تعریف کرتے ہیں جامع رواۃ رجال حدیث پڑھیں ہر ایک عقائد فاسد والے تھے اگر یقین نہیں تو دیکھیں، علامہ ملبوبی نے انہیں رجال حدیث میں مشکوک قرار دیا ہے۔ امام صادق والی مدینہ یا منصور کے غیض و غضب و عتاب سے کیسے محفوظ رہے؟ علویین کی برجستہ شخصیات ان کی جیل میں بدترین اذیت و آزار کاٹتی رہیں، ان میں سے ایک عبداللہ محض سربرآوردہ بنی ہاشم بھی تھے۔ آپ کے ۴۰۰۰ شاگردوں میں سے استاد اسد حیدر ۱۲۰ بھی ثابت نہیں کر سکے، ۴۰۰ کتابوں کو آغا خوئی نے رد کیا ہے۔ آپ اپنے دور میں اس خاندان سے اجتماعی و سیاسی دھاندلیوں اور گندگیوں سے بے لوث رہنے والی واحد شخصیت تھے اور لوگوں کو اپنے سے کھیلنے نہیں دیتے تھے، لہٰذا منصور دوانقی جیسے جابر و سفاک و بے رحم حکمران کے ظلم و تشدد سے آپ محفوظ رہے۔ یہ سارے فتاویٰ جو امام صادق سے منسوب کئے ہیں وہ آل بویہ و فاطمین و آل صفوی نے باندھے ہیں۔

(خادم بھائی کی یہ تصیح آج ۵ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ مکمل ہوئی)

قانون وضعی :۔ (مذاہب فقہی)

قوانین وضعی میں الزام باطنی مفقود ہے وہ وہاں تک نافذ العمل ہے جہاں تک قانون طریقہ سے ثابت ہو جائے، قانون جہاں غائب ہو یا غائب کر سکتے ہوں نافذ نہیں ہوگا کسی بھی انسان کے کوئی الزام نہیں جہاں قانون نافذ کرنے والے کے غیاب میں قانون نافذ ہوتا ہے چنانچہ بجلی بند ہو جاتی ہے تو چوریاں شروع ہو جاتی ہیں ایک واضح زندہ

مثال ہے۔

۱۔نواز شریف کے خلاف ملکی دولت باہر منتقل کیا ہے دس ضغیم جلد پر مشتمل دلائل وشواہد پیش کئے ہیں ابھی کہتے ہیں ثابت نہیں کر سکے۔اسی طرح زرداری کے اربوں کے حساب سے جعلی اکاونٹ کشف ہوئے لیکن کوئی ثابت نہیں کریگا۔اسی طرح شہباز شریف خورشید شاہ نے کہا کہ ثابت کریں استعفیٰ دونگا۔جیل سے وہ چیلنج کرر ہے ہیں کہ ثابت کریں۔ملکی ادارہ خبر رساں بھی ایسا نہیں کورٹوں کے باہر جھوٹی گواہی کیلئے تیار رہتا ہو۔

اعلیٰ عہدوں پر ہوتا ہے اس جیسا ہزاروں جرائم پیشہ افراد ہیں جرم کرتا ہے سزا نافذ نہیں ہوتی ہے یورپ وامریکا جہاں کپتان کہتا ہے وہاں قانون ہے انصاف والوں کی منی لانڈرنگ ثابت نہیں کر سکے۔

قانون دو طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ایک دفعہ قانون میں گنجائش نہیں جرائم کا سد باب کریں۔

۲۔قانون میں فارمولا موجود ہے لیکن باہر کے دباؤ موانع کی وجہ سے نافذ ہونے نہیں دیتے وہ رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں قانون اسلام ایسے قانون کی ساختہ ڈالی کہ قانون نافذ کرنے والے غائب بھی ہو جائیں خود نافذ کرتا ہے چنانچہ ابا بکر وعمر کے دوران حکومت قاضی بنایا ہے دعویدار نہ آنے کی وجہ سے بند کیا۔

اقتدار:۔

اسلام بدون محمد قابل تعریف نہیں، محمد بدونا سلام بے معنی ہے۔اس کی ۱۳ سال مظلومیت محرومیت ،مغلوجیت، اہانت وجسارت، خوف و پریشانی تنہائی میں گزرا۔دس سال مدینہ کی زندگی میں اقتدار اعلیٰ ۸ ہجری کو فتح مکہ اقتدار اعلیٰ کی صدا بلند ہوئی لیکن باہر سے آنے والے مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے پوچھتے تھے ''محمد تم میں سے کون ہیں''ابی منافق تک کو لعن سب وشتم کو چھوڑیں عصر میں بھی بات نہیں کی شاید اقتدار کا جو احساس ابو بکر اور عمر میں تھوڑا سا آیا تھا وہ بھی محمد میں نہیں تھے۔ابو بکر سقیفہ میں اقتدار طلبی کیلئے نہیں گئے تھے بلکہ شیرازہ زمت کو بکھرنے سے بچانے کیلئے گئے، وہاں جا کے فتنہ کو خاموش کرنے کے بعد جانشین نبی کریم نامزدگی میں اپنا نام نہیں دیا، کہا امت کی مصلحت اس میں ہے کہ ابھی قریش میں سے انتخاب کریں، ابوعبیدہ جراح، عمر بن خطاب، علی ابن ابی طالب ہے۔عمر نے کہا ہم آپ ہی کو انتخاب کریں گے جانشین رسول اللہ منتخب ہوئے غلطی نہ کریں محمد اشرف الانبیاء زمین پر اللہ کا جانشین نہیں ہے اللہ مریض ہوئے ہیں عاجز ہو گئے نہ غائب ہو گئے ہیں نہ بوڑھا ہو گئے محمد اللہ کا خلیفہ نہیں محمد گزشتہ انبیاء کا خلیفہ ہیں لہٰذا ابو بکر رسول اللہ کا خلیفہ یہ کیسے ممکن ہے جس کو اللہ نے انتخاب کیا ہو اس کے جانشین عمر، ابوعبیدہ انصاری انتخاب کر سکے، جو دین نظام حیات محمد نے لایا ہے جو کو محمد نے نافذ کیا تھا اب ابو بکر کوشش کریں کہ نافذ کریں۔نماز پڑھ کے اپنے گھر جاتے تھے صبح کو کپڑے کا تھان دوش پر لگا کر بازار آتے تھے پھر منبر پر جاتے تھے، جب وفات نزدیک تھا تو انصار

سے کہا تمھاری امانت لے لو جس کو دینا ہے دے دینا، لوگوں نے کہا جس کو آپ دیں ہم راضی ہیں، کسی نے عمر کا نام دیا لوگوں نے اتفاق کیا، ابوبکر خود عمر سے کہا ہم نے آپ کا انتخاب کیا ہے اس نے کہا مجھے قبول نہیں میں نہیں لوں گا، ابوبکر نے کہا اگر نہیں لیں گے تو چھوڑیں گے نہیں سب نے اتفاق کیا۔ علی، بنی ہاشم نے ایک جملہ مخالفت میں نہیں بولا، ہم یہاں عمر کا زہد قناعت، تواضع فروتنی بیان نہیں کرتے بتانا یہ ہے اس میں تکبر غرور اقتدار نہیں آئے تھے۔

بارہ سال فتح ومفتوح کے بعد عمر بن خطاب کا وقت رخصت آیا تو انصار ومہاجرین

آپ کو بتایا حکومت طاقت وقدرت سے چلتی ہے، یہ بات میرے اوپر وحی نہیں ہوئی ہے کتابوں میں پڑھی ہے تاریخ پڑھیں ہمیں درس دینے والے خائنین نکلے ہیں، ایک عرصے سے یہ کلمہ ثقافت بن گیا ہے، دعا کریں جب امت مسلمہ پر ظلم بربریت کے بادل منڈلایا گیا ہم جیسے نااہل نالائق عباء۔۔۔ جناح ٹوپی پہننے والوں نے مجلس میں دعاء توسل جھوٹے مصائب کے بعد مرغنیات تناول کر کے اللہ سے فتح وکامیابی کی درخواست کی، اللہ کے ساتھ رہنے کی تلقین کی جگہ دعاء رکھی، دعا میں مشرکین جیسا اپنے فرقے کے بتوں کو پکارا۔ قرآن کی آیات بتاتی ہیں اللہ کی طرف سے انبیاء و رسل آئے ہیں، انبیاء ورسل کی دعوت کو روکنے کیلئے انبیاء کے پیچھے ابلیس رہے، ابلیس نے کہا ہر طرف سے گھیریں گے پوری تاریخ انبیاء کرہ ارض وسیع وعریض دبدبہ والی حکمرانی صرف حجرت سلیمان کو ملی باقی ہر دور میں طوافیت کا بول بالا رہا حتیٰ نبی خاتم حضرت محمد کو جنگ تبوک جاتے وقت واپسی کے بعد دکھ مصیبت نافرمانی عذر کا مظاہرہ دیکھنا پڑا۔ اگر میدان جنگ کی جگہ کا نقاہ یا مساجد ضرار، اسلحہ کی جگہ اوراد اذکار جعلیات صوفی مقدمین اسلام ومسلمین کی یا ہوئیاں پڑھنے سے فتح ملتی تو نبی کریم اپنی جنگ میں ایک ٹولہ میدان جنگ کسی کونے پر بٹھاتے۔ دنیائے کفر سے غلمی کیلئے ان کے اسلام مٹانے اسلام کا خاتمہ کرنے والے بجٹ سے یہاں مساجد ومدارس درسگاہیں بنائیں، ان میں شعوبیوں کی اختراع کردہ علوم کو پڑھائیں اسلام کے مردود ملعون شعر نصاب میں پڑھیں نظام مملکت میں انتظام والے کرپشن، خیانت کاری والوں کو رکھیں تو یہ ملک کسی نہ کسی دن اغیار کے ہاتھ میں جائیگا۔ سورۃ عمران میں آیا ہے حکومتیں انتقال کریں گے کس طرح کریں کس ضابطے کے تحت کریں گے قرآن میں آیا ہے ان کو ہم بتائیں نکال کر پھینکیں گے آیات

﴿وَ كَذلِكَ جَعَلْنا في‏ كُلِّ قَرْيَةٍ أَكابِرَ مُجْرِميها لِيَمْكُرُوا فيها وَ ما يَمْكُرُونَ إِلاَّ بِأَنْفُسِهِمْ وَ ما يَشْعُرُونَ﴾ (انعام۔۱۲۳)

﴿وَ كَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْناها فَجاءَها بَأْسُنا بَياتاً أَوْ هُمْ قائِلُونَ﴾ (اعراف۔۴)

﴿وَ ما أَرْسَلْنا في‏ قَرْيَةٍ مِنْ نَبِيٍّ إِلاَّ أَخَذْنا أَهْلَها بِالْبَأْساءِ وَ الضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ﴾ (اعراف۔۹۴)

﴿وَ إِذا أَرَدْنا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنا مُتْرَفيها فَفَسَقُوا فيها فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْناها تَدْميراً﴾

(اسراء۔۱۶)

﴿وَ إِنْ مِنْ قَرْيَةٍ إِلاَّ نَحْنُ مُهْلِكُوها قَبْلَ يَوْمِ الْقِيامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوها عَذاباً شَديداً كانَ ذلِكَ فِي الْكِتابِ مَسْطُوراً ﴾(اسراء۔۵۸)

﴿فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْناها وَ هِيَ ظالِمَةٌ فَهِيَ خاوِيَةٌ عَلى عُرُوشِها وَ بِئْرٍ مُعَطَّلَةٍ وَ قَصْرٍ مَشيد﴾ (حج۔۴۵)

﴿وَ كَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَها وَ هِيَ ظالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُها وَ إِلَيَّ الْمَصير﴾(حج۔۴۸)

﴿ما آمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْناها أَ فَهُمْ يُؤْمِنُون﴾(الانبیاء۔۶)

﴿وَ نُوحاً إِذْ نادى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنا لَهُ فَنَجَّيْناهُ وَ أَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظيمِ﴾(الانبیاء۔۷۶)

﴿وَ حَرامٌ عَلى قَرْيَةٍ أَهْلَكْناها أَنَّهُمْ لا يَرْجِعُونَ ﴾(الانبیاء۔۹۵)

﴿وَ لَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ أَ فَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَها بَلْ كانُوا لا يَرْجُونَ نُشُوراً﴾ (فرقان۔۴۰)

﴿وَ ما أَهْلَكْنا مِنْ قَرْيَةٍ إِلاَّ لَها مُنْذِرُونَ﴾(شعراء۔۲۰۸)

﴿وَ كَمْ أَهْلَكْنا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعيشَتَها فَتِلْكَ مَساكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلاَّ قَليلاً وَ كُنَّا نَحْنُ الْوارِثينَ﴾(قصص۔۵۸)

خانہ اسلام سے کباڑ جھاڑو کرنا سب کا فرض ہے:۔

میں خانہ اسلام سے خرافات فرسودگیات کو جھاڑو کرنے کیلئے اپنے عمامہ کو اتارا، یاد نہیں وہ کہاں وہ کہاں پھینکا۔لیکن تعجب اور حیرت کی بات ہے میرے گھر والے بچے میرے عزیز رشتہ دار کچھ حد تک میرے سامنے میرے ساتھ کچھ زیادہ خرافات گری کا مظاہرہ کرنے لگے، میں نے سوچنا شروع کیا کیا ایسی کوئی دنیا میں مثال ملتی ہے کہ گھر والے صاحب گھر والے کے خلاف مہم چلائیں، بہت سوچنے کے بعد ہم جیسی تو نہیں ملی ہاں ایک مثال تاریخ اسلام میں دیکھی یہ قصہ اسلام عمر بن خطاب ہے۔عمر ابن خطاب نے کہا میں مکہ میں سب سے زیادہ نئے دین اور اس کے داعی محمد کے سرسخت دشمن تھا، مجھے گوارا نہیں تھا کہ محمد زندہ کیوں ہے۔ایک دن دوپہر کو سخت گرمی کے عالم میں تلوار ہاتھ میں لیکر گھر سے باہر نکلا باہر گلی میں اپنے چچا زاد بھائی ملے، پوچھا عمر کہاں جانے کیلئے نکلے ہو تو کہا آج محمد کو قتل کر کے دم لوں گا، چچا زاد نے کہ عمر پہلے اپنے اندرون خانہ کا حساب کرو آپ کے اندرون خانہ کیا ہو رہا ہے، عمر نے پوچھا کیا مطلب؟ کہا کچھ نہیں اپنے خاندان میں دیکھو، پوچھا بتاؤ تو سہی، کہا کہ تمھاری بہن اور بہنوئی کب سے دین محمد میں گئے ہیں تو محمد کی تلاش میں جانے کی بجائے پہلے بہن اور بہنوئی کو قتل کرنے گئے تھے۔

میں شیعہ تھا میرے گھر والے شیعہ تھے، خاندان عزیز و اقارب شیعہ تھے لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے طفیل، حضرت محمد کے طفیل، حضرت علی کے طفیل، حضرات حسنین بالخصوص امام حسین سے شغف میں مجھے ہدایت نصیب ہوئی۔ مجھے اللہ نے اس دین میں چلتے خرافات، ذہن میں باریک خرافات نہیں موٹے موٹے اکاذیب کہانیوں پر نظریں پڑی، تحقیقات کرتے کرتے اس مذہب فرسودہ ستون پر نظر پڑی لیکن اصلاح کیلئے آواز بلند نہیں کی، کتاب لکھی تو قادیانیوں اور آغا خانیوں نے میرے گھر میں داخل ہو کر پورے کا پورا میرے خلاف لشکر ابرہہ بنایا، تمام خرافات سے ہم نے مقابلہ کیا دیکھو روزانہ خرافاتوں کا سامنا کرو۔